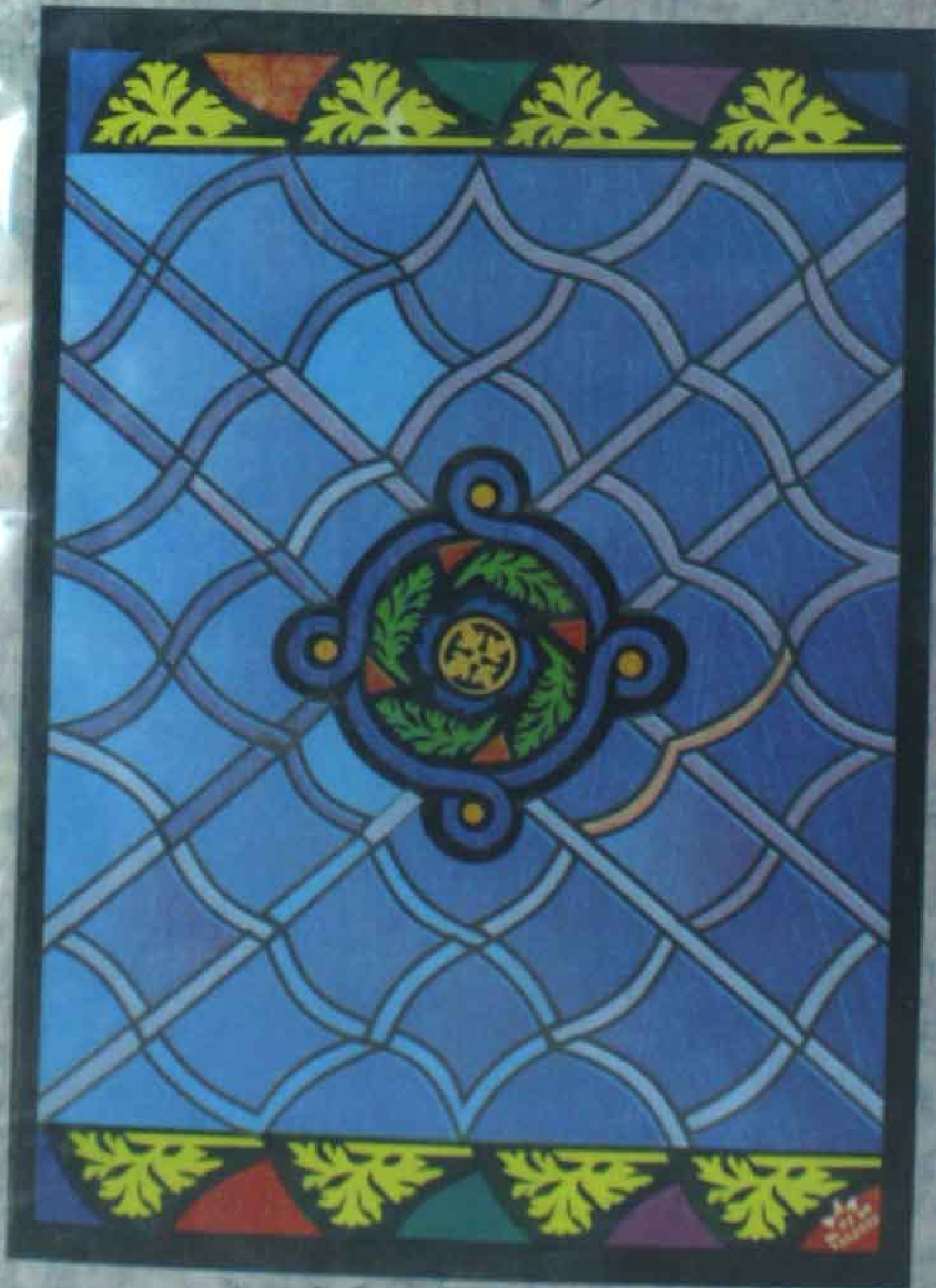
فقہ عمر رضی اللہ عنہ

از : حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی



ابو یحییٰ امام خان نوشہروی

فقہِ عمر رضی اللہ عنہ

از : حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی

مترجم: ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی



علم و عرفان پبلشرز

نام کتاب	....	فقہ عمرؓ
تالیف	....	شاہ ولی اللہ دہلویؒ
مترجم	....	ابو یحییٰ امام خان نوشہروی
ناشر	....	علم و عرفان پبلشرز' لاہور
اہتمام	....	راجہ نعمان
پرنٹرز	....	گنج شکر پرنٹرز' لاہور
بار اول	....	ایک ہزار
سن اشاعت	....	جون 2005ء
قیمت	....	-/220 روپے

ملنے کا پتہ

علم و عرفان پبلشرز

C-7 مار تھر سٹریٹ' 9- لوئر مال' عقب میاں مارکیٹ'

اردو بازار لاہور فون 7352332

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقہ عمرؓ

ترجمہ

"رسالہ در مذہب فاروق اعظمؓ" مؤلفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

(از مترجم)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نوادر تصنیفی میں ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء کا وہی درجہ ہے جو حجۃ اللہ البالغہ اور المسوّٰی و مصفّٰی (شرحین مؤطا امام مالک) کا ہے۔

ازالۃ الخفاء دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول اور حصہ دوم۔ دونوں حصوں کا عنوان بہ ثبت مصنف "مقصد اوّل" و "مقصد دوم" ہے۔ موضوعِ کتاب خلافت راشدہ کی من اللہ و من الرسول تثبیت ہے۔ کتاب مناظرانہ انداز سے بالاتر اور خلفائے اربعہ میں سے کسی ایک کی بلاوجہ وبلا سبب ترجیح سے مبرا ہے کہ ہر چہار اصحابِ منزلت میں سے ہر ایک کے متعلق ان کے حق واجبی کے مطابق دلائل واستدلال جمع کر دیئے گئے ہیں۔

"مقصد دوم" میں خلفائے راشدین کے خصائص ومآثر زیب قرطاس ہیں اور مآثر میں سب سے زیادہ حصہ خلیفۂ ثانی کے لئے ہے۔ کتاب کے اسی حصے میں (ہمارا

ترجمہ شدہ)"رسالہ در مذہب فاروقِ اعظمؓ" ہے جس کا حرف اول "الحمد لله وحده والصلٰوة على النبى الذى لا نبى بعده" و لفظ آخر "و تشریح و مخ و اصول و منشاء آں برائے سابقین" ہے۔

ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء ایک ہی مرتبہ 1286ھ میں مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئی۔ مصحح مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی ہیں اور طبع و اشاعت منشی (مولانا) محمد جمال الدین خاں مدار المہام ریاست بھوپال کی سعی و ہمت کا نتیجہ ہے۔ (مدار المہام صاحب ممدوح سے نواب صدیق حسن خاں کو شرفِ مصاہرت حاصل ہے۔ نواب نور الحسن خاں اور نواب علی حسن خاں آپ ہی کی صاحبزادی کے بطن سے ہیں)۔

"رسالہ در مذہب فاروقِ اعظم" کا ماخذ، مہمات کتب احادیث کے سوا فقہ کی دو کتابیں، کتاب الخراج قاضی ابو یوسفؒ اور کتاب الامّ امام شافعیؒ بھی ہیں۔ سر سری نظر سے اندازہ ہوا کہ جملہ مآخذ میں سب سے زیادہ آثار سنن دارمی و بیہقی و مؤطا امام مالک سے لئے گئے ہیں اور کمتر صحیحین و سنن و جوامع صحاح ستہ سے۔ رسالہ کے حصہ آخر "ابواب شتی" میں چند روایات امام ابو القاسم اسماعیل بن محمد بن اسماعیل الطلعی کی کتاب "الحجۃ فی الحجۃ" سے لی گئی ہیں اور پورا رسالہ صرف شاہ ولی اللہ صاحب کی تلاش و جستجو کا ثمرہ ہے۔ تاہم تصحیح کے لئے کتاب کو اصل ماخذ پر عرض کرنے کی ضرورت باقی ہے، جیسا کہ مترجم نے ایک مقام پر اشارہ کر دیا ہے کہ "کتاب الامّ" کے ایک ماخذ کے مرجع میں کچھ فرق معلوم ہوا۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے جابجا اپنے اضافات و توفیق روایات سے حل مسائل میں رہنمائی فرمائی ہے، جو اکثر مقامات پر روش عام سے مختلف ہے۔ آپ کے ان اضافات کو راقم مترجم نے "شاہ ولی اللہ" لکھ کر متمیز کر دیا ہے۔ اب کتاب "فقہ عمرؓ"

میں سے شاہ ولی اللہ کے اضافات کہ اجتہادات کے انداز میں ہیں، آسانی سے یکجا کیے جا سکتے ہیں۔

اصل رسالہ میں تبویب صرف کتب (کتاب الصلوٰۃ وغیرہ) میں محدود تھی۔ راقم مترجم نے اس پر ابواب قائم کیے اور ہر روایت پر عدد نمبر لگا دیا ہے۔

رسالہ در مذہب فاروقِ اعظمؓ کی فقہی خصوصیت اگر اسے دیکھنے کے بعد بھی محتاجِ ذکر ہے تو پھر کسے یارا ہے کہ اس پر لب کشائی کی جرأت کر سکے۔ شاہ صاحب کا اشارہ ملاحظہ فرمائیے:

هذا ما وفقنی الله عزوجل له من تدوين مذاهب الخليفة الاوّاب الناطق بالصدق والصواب امير المومنين عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه وارضاه، والمذاهب الاربعة منه بمنزلة الشروح من المتون والمجتهدون من صاحبه بمنزله المجتهدين المنتسبين من المجتهد المستقل. [1]

پھر مسالک اربعہ کے مہماتِ کتب دیکھیے۔ ہر چہار مکتبِ فقہ کا مدار اکثر وبیشتر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے اجتہادات پر منتج نظر آئے گا جس سے حضرت عمرؓ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اندازہ کس قدر صحیح ثابت ہوا کہ:

لقد كان فيما كان قبلكم من الامم محدثون فان كان من امتی احد فعمر.

اے مسلمانو! پہلی امتوں میں بھی محدث گزرے ہیں، اور اگر میری امت میں یہ منصب کسی کے لئے مقدر ہے تو (حضرت) عمرؓ کے لئے ہے۔

حضرت عمرؓ کی فقہ میں اصابتِ نظر کے لئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی سامنے رکھیے:

---

[1] رسالہ در مذہب فاروقِ اعظمؓ

قال النبی صلی الله علیه وسلم ان الله جعل الحق علی لسان عمر.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی زبان پر حق جاری کردیا ہے۔

حضرت عمرؓ کی اصابت اجتہاد کے سب سے واضح دلائل وہ امور ہیں، جن میں آپ کے منشا کی تائید ذاتِ ربانی نے بصورت تنزیل فرمائی۔ ان میں بعض آیات تو حرف بہ حرف حضرت عمرؓ ہی کے الفاظ میں نازل ہوئیں۔

...عن انس -قال عمر وافقت ربی فی ثلاث او وافقنی فی ثلاث.

(۱)قلت یا رسول الله! لو اتخذت من مقام ابراهیم مصلی فانزل الله وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلّٰی.

(۲) قلت یدخل علیك البر والفاجر فلو احجبت امهات المومنین فانزلت اية الحجاب.

(۳)وبلغنی شیءمن معاتبة امهات المومنین فقلت لتکفن عن رسول الله صلی الله علیه وسلم او لیبدلنه الله ازواجا خیرامنکن حتّی انتهیت الی بعض امهات المؤمنین فقالت یا عمرا ما فی رسول الله صلی الله علیه وسلم ما یعظ نساء ہ حتّی تعظهن انت؟ فکففت فانزل الله عَسٰی رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ. (صحیحین)

انسؓ سے مروی ہے: حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ تین امور میں، میں نے اللہ کی موافقت کی یا اس نے میری موافقت فرمائی۔

(1) میں عرض گزار ہوا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ مقام ابراہیم کو مصلّٰی قرار دیں تو اس کے موافق آیت " وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلّٰی "(البقرہ :125) اتری۔

(2) میں عرض گزار ہوا، اے رسولِ خدا ﷺ! آپ کے حضور نیک وبد سب ہی آتے جاتے ہیں بہتر ہے، کہ آپ امہات المومنین سے پردہ کرایا کریں تو اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔

(3) فرماتے ہیں عمرؓ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امہات المومنین پر ناراض ہونے کی خبر پر میں نے امہات المومنین سے کہا، آپ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعرض مناسب نہیں، مبادا اللہ تعالیٰ آپ بیویوں کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دوسری بیویاں تجویز فرما کر آپ کو علیحدہ کرادے، جس کے بعد مجھ سے بعض امہات نے شکایتاً کہا کہ اے عمرؓ! آپ کو ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں دخل انداز ہو کر یہ وعظ نہ کرنا چاہئے جبکہ خود رسول اللہ ﷺ ہی ایسا نہیں کرتے۔ حتی کہ آیت "عَسٰی رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ" (التحریم :5) نازل ہوئی۔

ابو یحییٰ، مترجم و محشی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمہ

رسالہ در مذہبِ فاروقِ اعظمؓ

مولفہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

خطبہ

تمام حمد، اللہ وحدہ لاشریک کے شایاں ہے اور درود و سلام اس کے فرستادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب۔ جس کی تشریف آوری کے بعد کسی قسم کا نبی مبعوث نہ ہوگا۔

بعد ازیں بندۂ ناچیز رحمت خداوندی کا محتاج ولی اللہ بن عبدالرحیم امیدوار مغفرت عرض گزار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ خیال پیدا فرمادیا کہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وارضاہ کے اجتہادات پر ایک رسالہ مرتب کروں (جو حسب ذیل ہے)۔

مقدمہ

امیر المومنین جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ برحق ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (وحی خفی) کے ذریعہ سیدنا حضرت عمرؓ کو "حق گو" اور "مصیبؓ[1]" کی بشارت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت عمرؓ کا رجوع الی اللہ کسی دلیل کا محتاج نہیں۔

حضرت عمرؓ اجتہادات میں مصیب ہیں

حضرت عمرؓ کی اجتہادات میں اصابت (مصیب ہونا) اس حد کمال تک ہے کہ ائمہ اربعہ کی پوری فقہ آپ ہی کے متونِ اجتہاد کی شرح ہے۔ امیر المومنین فاروقِ اعظمؓ اس مقام میں "مجتہد مطلق" کے درجہ پر فائز ہیں۔

حضرت عمرؓ مجتہد علی الاطلاق ہیں

ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل) رحمہم اللہ تعالیٰ ایسے مجتہد منتسب ہیں، جو درجۂ اجتہادات میں مجتہد مطلق[2] ہونے کی بجائے حضرت عمرؓ کے فیضان سے بہرہ مند ہیں۔

شریعت کے دلائل اربعہ

جو حضرت عمر فاروقؓ کے نزدیک حجت ہیں

1۔ کتاب اللہ

2۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

3۔ اجماع

4۔ قیاس

قاضی شُریح کے نام تحریری فرمان

(1) بروایت سنن دارمی - حضرت عمرؓ نے اپنے مقرر کردہ قاضی حضرت شریح (بن حارث الکوفی النخعی) کی طرف اپنے ایک فرمان میں لکھا کہ اے شریح! (1) فصل مقدمات میں کتاب اللہ کو مقدم رکھئے اور اس کے مقابلے میں کسی اور طرف التفات نہ کیجئے۔ (2) کتاب اللہ کے بعد سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیش آمدہ مقدمے کا فیصلہ مل سکے تو اس کے ہوتے ہوئے ادھر ادھر نگاہ نہ کیجئے۔ (3) قرآن وحدیث دونوں اگر کسی معاملے میں رہبری نہ فرما سکیں تو زیر تفتیش معاملے پر اکابر اہل علم کے متفقہ اجماع کے مطابق حکم دیجئے اور (4) اگر کتاب و سنت اور اجماع اکابر سب کے سب پیش آمدہ قضیہ میں خاموش ہیں، تو مندرجہ ذیل تین صورتوں میں سے کسی ایک پر کاربند رہئے۔

(الف) صرف اپنے اجتہاد سے رہبری حاصل کیجئے بشرطیکہ اس مسئلہ میں آپ سے قبل کسی اور نے پیش آمدہ مسئلہ میں کچھ نہ کہا ہو (ورنہ اپنے سے کسی قبل کے صاحب اجتہاد کے فتویٰ پر عمل کیجئے)۔

(ب) اپنے سے بہتر اہل علم کو اپنا ہادی سمجھئے۔ بشرطیکہ ان لوگوں کے پیش نظر بھی ایسے حضرات کا اجتہاد ہو، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء واصحاب سے براہ راست فیضان میں کامیاب ہوئے۔

(ج) مذکورۂ صدر اصحاب کے بعد وہ حضرات بہتر ہیں جو آپ کے معاصر ہیں، ان دونوں قسموں میں جو اصحاب آپ کے نزدیک زیادہ قابل اعتماد ہوں، ان کی ترجیح کا مدار آپ کی رائے پر ہے۔

اے شریح! اگر آپ نے اس طرح مقدمات کا فیصلہ کیا تو آپ کے حق میں بہتر ہوگا۔

سنت نبویؐ سے عموم قرآنی کی تخصیص اور مجمل آیات کی تفسیر

(2) بروایت سنن دارمی - حضرت عمرؓ فرماتے ہیں : "(اے لوگو!) وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ بعض لوگ قرآن کی آیاتِ متشابہات میں خلط مبحث کر کے تمہیں خلجان میں ڈالیں گے ، تمہیں چاہئے کہ ایسے مواقع پر قرآن کی وضاحت اور تفسیر سنت کی مدد سے کرو۔ اور یاد رکھو کہ کتاب اللہ کی تفسیر کرنے والوں میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آگاہ ہیں"۔

کیسے راوی کی حدیث قابل قبول ہے ؟

(3) بروایت صحیح مسلم - امیر المومنین حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ "جو شخص تحقیق کے بغیر کسی سنی ہوئی بات کو دوسروں سے بیان کر دے ، اس کے کاذب ہونے میں کوئی کلام نہیں"۔

(4) بروایت بیہقی - حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے "امیر المومنین نے ہمیں تاکید فرمائی کہ ہم ثقہ[3] راوی کے بغیر کسی کی روایت قبول نہ کریں"۔

خبر آحاد[4] جو صدوق سے منقول ہو ، اگرچہ خلاف قیاس ہو

امام شافعیؒ نے اس باب میں چند واقعات قلمبند فرمائے ہیں۔ ازاں جملہ یہ ہے۔

ہاتھ کی انگلیوں میں تفاضل پر دیت کا مدار

(5) بروایت امام شافعیؒ - حضرت عمرؓ نے فتوی دیا کہ ہاتھ کی پانچوں انگلیوں کی دیت ان کی منفعت اور حسن و خوبی کے مطابق دلوائی جائے۔

(مثلاً ان میں چھنگلی نفع اور خوبصورتی و قوت میں باقی انگشت ہائے اربعہ سے کم درجہ پر ہے اور انگشت سبابہ قوت و خوبصورتی میں تمام انگلیوں میں فائق ہے، لہٰذا چھنگلی کی دیت بقیہ چار سے کم اور سبابہ کی دیت ہر چہار سے زیادہ)

یہ تھا حضرت عمرؓ کا ابتدائی فتویٰ۔ لیکن جب امیر المومنین کو حضرت عمرو بن حزام کی یہ روایت ملی، جو خبر آحاد (خبر واحد) تھی کہ

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فى كل اصبع ما هنالك عشر من الابل.

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاتھ کی پانچوں انگلیوں میں سے ہر ایک انگشت کی دیت دس دس شتر ہیں"۔[5]

تو امیر المومنین نے اس روایت کے خبر آحاد ہونے کے باوجود اپنے قیاس (اجتہاد) سے رجوع فرمالیا (اور اس کے بعد ہر انگشت کی دیت مساوی مقرر فرمائی)۔

قبولِ خبر واحد کی دوسری مثال

مقتول کے وارثوں میں اس کی دیت کے مستحق کون کون اشخاص ہیں؟

(6) بروایت امام شافعیؒ۔ حضرت عمرؓ کا ایک اجتہاد یہ ہے کہ مقتول اگر مرد ہو تو اس کی دیت میں اس کی زوجہ کو ترکہ نہ دیا جائے، لیکن جس وقت آپ کو ضحاک بن سفیان کی یہ حدیث معلوم ہوئی کہ

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كتب اليه ان يورث امرأة شيم الضبائى من ديته.

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضحاک کی طرف تحریری مسئلہ لکھ کر بھجوایا کہ شیم ضبائی کی دیت میں سے اس کی زوجہ کو بھی ترکہ دیا جائے"

اور ضحاک کی اس روایت کے خبر آحاد ہونے کے باوجود امیر المومنین نے اپنے سابقہ قیاس سے رجوع فرمالیا۔

قبولِ خبر واحد کی تیسری مثال

دیت جنین

(صورت مسئلہ یہ ہے کہ بچہ رحم مادر میں ہے جو کسی کے حملہ کرنے یا اس کی ضرب سے ساقط ہو گیا، یا زن حاملہ کو قتل کر دیا گیا، جس سے جنین بھی مر گیا، ایسے بچہ کی دیت کا معاملہ)

(7) ایضاً بروایت امام شافعیؒ - شروع میں حضرت عمرؓ دیت جنین کے قائل نہ تھے، لیکن جب آپ کو حضرت حمل بن مالکؓ کی روایت ملی، تو آپ نے اپنے سابق فتویٰ سے رجوع کرتے ہوئے فرمایا:

لو لم نسمع هذا لقضينا بغير هذا .

"اگر ہم اس حدیث پر مطلع نہ ہوتے تو ہمارا فتویٰ خلافِ حدیث ہی رہتا"۔

حالانکہ یہ روایت[6] خبر آحاد تھی۔

قبولِ خبر واحد کی چوتھی مثال

وباز دہ علاقہ میں استقرار و قیام کا مسئلہ

(صورت مسئلہ یہ ہے کسی بستی میں مثلاً وبا ہیضہ پھوٹ نکلی، اب اس میں استقرار و قیام ضروری ہے یا اس بستی سے نکل کر باہر جا سکتے ہیں؟ اور اگر آبادی سے باہر سکونت کے لئے نکل سکتے ہیں تو صرف بستی کے سوانے ہی تک یا کسی اور بستی میں منتقل ہو سکتے ہیں؟)

(8) امام شافعیؒ اعتراضاً فرماتے ہیں - اور جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے ارض وبا (وبازدہ سرزمین) میں (نہ جانے) کے متعلق حدیث عبد[7] الرحمٰن بن عوف پر عمل فرمایا، حالانکہ یہ خبر آحاد ہے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، امام شافعیؒ نے مذکورۂ صدر واقعات و دلائل قلمبند فرمانے کے بعد ان معترضین کا تذکرہ فرمایا ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ باوجود ان واقعات کے حضرت عمرؓ ''خبر آحاد'' کو علی الاطلاق حجت نہ سمجھتے تھے۔

امام شافعیؒ ان لوگوں کے جواب میں فرماتے ہیں، اگر کسی موقع پر حضرت عمرؓ نے خبر آحاد کی تصدیق طلب فرمائی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس روایت کا راوی اپنی قلت ثقاہت اور ضعف حافظہ کی وجہ سے پوری طرح قابل اعتماد نہ تھا۔

اور کسی موقع پر امیر المومنین نے خبر آحاد کی توثیق اس لئے طلب فرمائی کہ بیان کردہ مسئلۂ حدیث میں قدرے گنجلک رہ گئی تھی جو دوسرے راوی کے بیان (حدیث) سے از خود رفع ہو سکتی تھی، لیکن حضرت عمرؓ کا کسی موقع پر بھی اس طرح توثیق طلب کرنے کا یہ مطلب نہ تھا کہ وہ سرے سے ''خبر آحاد'' کی حجیت میں متردد تھے، اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ایک ہی واقعہ میں ایک سے زائد شہادتوں سے نفس الامر کی تقویت ہو کر شبہ کی گنجائش زائل ہو جاتی ہے، جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا واقعہ[8] ہے۔

اجماع

(9) بروایت امام شافعیؒ - امیر المومنین حضرت عمرؓ نے (مقام) جابیہ[9] پر جو خطبہ ارشاد فرمایا، اس میں (اجماع امت پر) یہ حدیث پڑھی:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ بحبحة الجنة فلیلزم الجماعة.

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی کو جنت کے وسط میں رہنا پسند ہو، اسے جماعت کے ساتھ مل کر رہنا چاہئے"

اور حضرت عمرؓ نے اس حدیث سے "اجماع" پر استدلال فرمایا۔

شرطِ قیاس[10]

(10) بروایت دار قطنی :امیر المومنین فاروق اعظمؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ (عامل بصرہ) کی طرف یہ تحریری فرمان بھیجا :

الفهم ! الفهم ! فيما يختلج فى صدرك مما لم يبلغك فى الكتب والسنة واعرف الامثال والاشباه ثم قس الامور عند ذالك فاعمد الى احبها الى الله عز و جل واشبهها بالحق فيما ترى .

اے ابو موسیٰ ! جس معاملے کی تحقیق مد نظر ہو ، اولاً اسے کتاب اللہ میں دیکھئے۔ اگر اس میں نہ ملے تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تلاش کیجئے۔ اس میں بھی نہ ملے ، تو اس واقعہ کے ہم شکل واقعات کو دریافت کیجئے۔ پھر ان پر قیاس کر کے جو چیز آپ کے نزدیک عند اللہ زیادہ قریب اور مشابہ ہو، اس پر اعتماد کیجئے۔

جس معاملہ میں وحی نازل نہ ہوئی، اس کی کرید مکروہ ہے

(11) بروایت سنن دارمی - امیر المومنین سے کسی شخص نے ایسے مسئلہ کا جواب معلوم کرنا چاہا، جو دراصل سائل کو درپیش نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے فرمایا "ضرورت پیش آنے سے قبل فرضی طور پر سوال ذہن میں قائم نہ کرو اور نہ اس کا جواب تلاش کرو" بلکہ ایسے شخص پر حضرت عمرؓ نے لعنت کی۔

(12) بروایت دارمی - حتی کہ امیر المومنین نے برسر ممبر یہ اعلان فرمایا کہ "میں ہر ایسے شخص کو اللہ کی قسم دلاتا ہوں ، جو ان امور کے متعلق سوالات قائم

کرے، جن کا ابھی وقوع نہیں ہوا۔ کیونکہ جو کچھ ہونے والا ہے، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمادیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اس امر کا متکفل ہو چکا ہے کہ ہر ایک نئے امر کے ظہور پر اس معاملے کی صوابدید کے مطابق ان میں سے کسی نہ کسی مسلمان کو الہام کے ذریعہ مطلع فرمادے"۔ (یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے، مگر حکماً مرفوع ہے)

(13) جیسا کہ سنن دارمی کی روایت ہے:

ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لا تعجلوا بالبلیّة قبل نزولها فانکم ان لا تعجلوا قبل نزولها لا ینفك المسلمون و فیهم اذ هی نزلت من اذ قال وفق و سدد، وانکم ان تعجلوا تختلف بکم الاهواء فتاخذوا هکذا وهکذا واشاربین یدیه وعن یمینه وعن شماله.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وقت آنے سے قبل مسائل کی کرید مت کرو۔ اگر تم اس سلیقے کے ساتھ رہو گے تو مسلمانوں میں کوئی نہ کوئی شخص ایسا نکل آئے گا، کہ وہ وقت پڑنے پر غیب سے مدد حاصل کر سکے (یعنی اپنے اجتہاد و قیاس میں بصورتِ اصابت) اور اگر تم عجلت کرو گے، تو تمہاری رائیں ایک دوسرے سے مختلف ہو جائیں گی اور تم ادھر ادھر بکھر جاؤ گے۔ آپ نے یہ بات دائیں بائیں اشارہ کر کے فرمائی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو جن مسائل کی ضرورت پیش آنے والی ہے، قرآن نے وہ تمام مسائل بیان کر دیئے ہیں۔ دوسرا مفہوم یہ متبادر ہو سکتا ہے کہ کتاب و سنت اجمالاً تمام احکام پر مشتمل ہیں جیسا کہ امام شافعیؒ نے اپنے کلام میں یہ اشارہ فرمایا ہے۔

(14) بروایت دارمی - ابن محیریز فرماتے ہیں، ہم لوگوں نے کبھی فرضی مسائل پر گفتگو نہیں کی، کیونکہ ہمارا یقین ہے کہ جب تک قرآن کی مزاولت رہے گی، علم کا ارتفاع نہ ہو گا۔

علم میں مجادلہ

(15) بروایت دارمی - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ علم میں بے بنیاد قیاس کے مطابق گفتگو مت کرو۔ (یعنی جب کتاب وسنت سے دلیل نہ ملے تو قیاس شرعی کے بغیر زبان نہ کھولو)

حواشی

1. مصطلحات میں یہ دو لفظ یعنی "مصیب" اور "مخطی" ارباب اجتہاد کے لئے مختص ہیں۔

2. "مجتہد مطلق" اور "مجتہد منتسب" ہر دو کے مفہوم میں من وجہ تفاوت ہے۔ اوّل الذکر یعنی "مجتہد مطلق" اصل ہے اور ثانی اس کی فرع ہے۔

مجتہد مطلق اپنا خاص مسلک رکھتا ہے جیسے ائمہ اربعہ -! مگر قسم ثانی یعنی "مجتہد منتسب" باوجود قوتِ اجتہاد کے اپنے مسلک خاص کی جائے انہی ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ) میں سے کسی ایک کا مقلد بھی ہے اور بذاتہ صاحب اجتہاد بھی ہے، جیسے ائمہ احناف میں جناب امام محمد، قاضی ابو یوسف اور امام زفر ہیں، جو قدرت اجتہاد کے باوجود امام ابو حنیفہؒ کے مقلد بھی ہیں۔بدیں سبب یہ حضرات مجتہد مطلق نہیں، بلکہ مجتہد منتسب ہیں۔ یہی منزلت سیدنا عمر فاروقؓ کی ہے کہ آپ بذاتہ مجتہد مطلق ہیں، اور چونکہ ائمہ اربعہ اپنے مجتہدات میں امیر المومنین حضرت عمرؓ کے تابع ہیں، بدیں سبب یہ چاروں ائمہ مجتہد منتسب ہیں۔ ورنہ اپنے اپنے مقام پر ہر چہار امام (رحمہم اللہ) مجتہد مطلق ہی ہیں۔

3. لفظ "ثقہ" محدثین کی اصطلاح میں لغوی معنوں سے بہت کچھ مختلف ہے۔ یعنی ثقہ راوی وہ ہے جو دین دار ہو، مرد نکو ہو، پارسائی کا نمونہ اور قوتِ حافظہ میں ممتاز ہو، وغیرہ۔ پھر ان صفات کے ساتھ ان کی شہرت بھی عام ہو، کبھی کذب کا اس کی ذات سے انتساب نہ کیا گیا ہو، اور وہ تقویٰ، حفظ اور دیانت وامانت میں ممتازِ اقران ہو، تب اسے "ثقہ" کہا جائے گا۔

4. خبر واحد کی صورت یہ ہے۔ مثلاً ایک روایت میں مندرجہ ذیل (پانچ) راوی ہیں: الف،

ب، ج، د، ہ۔ اور سب ثقہ و صدوق ہیں، اور ان میں سے الف۔ ب سے اور ب۔ ج سے پھر ج۔ د سے اور د۔ ہ سے روایت کرتا ہے تو اسی قدر کافی نہیں بلکہ یہی روایت کسی اور سلسلے سے بھی مروی ہونی چاہئے، ورنہ الف سے لے کر ہ تک اگر کوئی ایک راوی بھی روایت میں منفرد رہ گیا اور کسی اور نے اس روایت کو بیان نہ کیا تو یہ "خبر واحد" ہو گی۔

خبر واحد کے مقابلے میں خبر متواتر ہے۔ یعنی ایک ہی روایت مختلف اسناد سے مروی ہو، اور اس سلسلہ کا کوئی راوی منفرد نہ ہو۔ افسوس ہے کہ اس کی وضاحت اصول حدیث کی کتابوں کے بغیر پوری طرح احاطہ میں نہیں آسکتی۔

ف مقصود قیاس مصطلح سے ہے، جس کی تعریف یہ ہے "تعدیة الحکم من اصل الفرع لعلة واحدة" (یعنی کسی فروعی مسئلہ کا مبنی ہونا ایسی علت پر جو اصل و فرع دونوں میں مشترک ہو)۔

ف مگر حمل بن مالک کی یہ روایت مؤلف نے متن میں نقل نہیں فرمائی۔

عن طاؤس عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال اذکر الله امرأسمع من النبی صلی الله علیه وسلم فی الجنین شیئاً، فقال حمل بن مالک النابغة فقال کنت بین جاریتین فضربت احداهما الاخریٰ بمسطح فالقت جنینا فقضی رسول الله صلی الله علیه وسلم فیه بغرة، فقال عمر ان کدنا ان نقضی فی مثل هذا بآرائنا (کتاب الام للشافعی)

(از طاؤس) حضرت عمرؓ نے (منیٰ) میں پوچھا کسی کو جنین کی دیت پر حدیث معلوم ہو تو مجھے بتائے اس پر حمل بن مالکؓ نے فرمایا میری موجودگی میں دو نو عمر لڑکیاں آپس میں لڑ پڑیں۔ ایک نے اپنی حریف کو خیمے کی چوب مار دی جس سے مضروبہ کا حمل ساقط ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ مقدمہ آیا تو آپ نے اس پر فیصلہ صادر فرمایا کہ "حملہ کرنے والی عورت ایک غلام آزاد کرے"۔ حضرت عمرؓ نے یہ روایت سن کر فرمایا "اگر ہمیں یہ حدیث نہ ملتی تو ہم محض قیاس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف فتویٰ دینے پر قائم رہتے۔

ح یہ حدیث اگرچہ طویل ہے، مگر چند در چند فوائد کی حامل ہے۔

عن ابن عباس ان عمر بن الخطاب خرج الی الشام حتی اذا کان بسرغ لقیه امراء الاجناد ابو عبیدة الجراح واصحابه فاخبروه ان الوباء قد وقع بالشام قال ابن

عباس، فقال عمر ادع لی المهاجرين الاولين، فدعاهم فاستشارهم واخبرهم ان الوباء قد وقع بالشام، فاختلفوا فقال بعضم قد خرجت لامرولانریٰ ان ترجع عنه وقال بعضهم معك بقية الناس و اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا نریٰ ان تقدهم على هذا الوباء، فقال ارتفعوا عنی ! ثم قال ادع لی الانصار، فدعوتهم فاستشارهم فسلكوا سبيل المهاجرين واختلفوا كاختلافهم.

ثم قال ادع لی من كان هٰهنا من مشيخة قريش من مهاجرة الفتح، فدعوتهم فلم يختلف عنهم عليه رجلان، فقالوا نریٰ ان ترجع بالناس ولا تقدمهم على هذا الوباء فنادیٰ عمر فی الناس انی مصبح علٰى ظهر فاصبحو عليه، فقال ابو عبيدة أفرار من قدر الله؟ فقال عمر لو غيرك قالها يا ابا عبيدة! نعم نفر من قدر الله الى قدر الله! ارء يت لو كان لك ابل هبطت وادياً له عدوتان احداهما خصبة والاخریٰ جدبة اليس ان رعيت الخصبة رعيتها بقدر الله! وان رعيت الجدبة رعيتها بقدر الله ! قال فجاء عبدالرحمن بن عوف وكان متغيبا فی بعض حاجته، فقال ان عندی فی هذه علما سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا سمعتهم به بارض فلا تقدموا عليه واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا منه، قال: فحمد الله عمر ثم انصرف. (بخاری، كتاب الطب باب ما يذكر من الطاعون)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں : جس موقع پر حضرت عمرؓ نے شام کے سفر کا ارادہ فرمایا تو ابھی مدینہ منورہ سے چل کر (کچھ ہی دور) مقام سرغ پر پہنچے تھے کہ ادھر سے حضرت ابو عبیدہؓ اور ان کے ہم سفر آپ سے آملے ،اور انہوں نے اطلاع دی کہ شام میں ہیضہ پھوٹ نکلا ہے۔ ابن عباسؓ (راوی حدیث) فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا: مجھے اس معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث معلوم کرنا ہے، مہاجرین اولین کو بلائیے۔ جب وہ آئے تو یہ حضرات اس معاملے میں کوئی حدیث بیان نہ کر سکے۔ ان میں سے بعض نے یہ مشورہ دیا کہ آپ شہر سے نکل ہی آئے ہیں، اب واپس لوٹنا مناسب نہیں۔ مگر بعض نے یہ رائے دی کہ آپ کے ہمراہ وہ حضرات ہیں جو اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے بطور یادگار کے باقی رہ گئے ہیں اور وہاں وبا پھوٹ رہی ہے، آپ وہاں نہ جائیے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا، اب آپ لوگ جائیے ،اور اس کے بعد آپ نے مجھے

(ابن عباسؓ سے) فرمایا، انصار کو بلاؤ اور ان سے مشورہ لیا، تو انہوں نے بھی وہی کہا جو مہاجرین نے کہا تھا۔

پھر مجھے (ابن عباسؓ) سے فرمایا کہ مہاجرین کے ان اکابر کو بلاؤ جو فتح مکہ کے موقع پر ہجرت فرما ہوئے، اور جب میں (ابن عباسؓ) انہیں بلا لایا تو ان سب نے بلا اختلاف یہ مشورہ دیا کہ ہماری رائے میں آپ اپنے ساتھیوں سمیت واپس مدینہ تشریف لے چلئے اور اس وبا میں نہ جائیے۔ حضرت عمرؓ نے اعلان صادر فرمادیا کہ ہاں! اب میں واپس ہی جاتا ہوں۔ یہ کہا اور اپنی سواری پر بیٹھ گئے، اور آپ کے ساتھی بھی انہی کی مانند اپنی اپنی سواریوں پر آبیٹھے۔

یہ دیکھ کر ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا، آپ تقدیر الٰہی سے بھاگ رہے ہیں؟ امیر المومنین نے فرمایا، اے ابو عبیدہ! کاش! تم نے تو یہ نہ کہا ہوتا! ہاں! ہاں! میں تقدیر خداوندی سے بھاگ کر تقدیر خداوندی ہی کی طرف جارہا ہوں۔ اے ابو عبیدہؓ! یہ تو بتائیے کہ اگر آپ کے پاس اونٹوں کا گلہ ہو، جسے آپ ایسے جنگل میں چرانے کے لئے لے جائیں کہ اس جنگل کا ایک گوشہ تو سرسبز و شاداب ہے، مگر دوسرا گوشہ بالکل خشک اور بے آب و گیاہ۔ تو کیا آپ اپنا ریوڑ سرسبز حصے میں نہ چرائیں گے؟ یعنی اگر آپ سرسبز گوشے میں چرائیں گے تو یہ بھی تقدیر الٰہی ہی ہوگی اور اگر آپ اسے بے آب و گیاہ گوشے میں لے جائیں گے، تو یہ بھی تقدیر الٰہی ہی ہوگی۔ اسی دوران عبدالرحمٰن بن عوفؓ تشریف لے آئے جو کسی ضرورت کے لئے اس وقت وہاں سے غیر حاضر تھے۔ جب انہوں نے یہ سنا، تو فرمایا اس مسئلے کا مجھے علم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ "جب تم کسی سرزمین میں مرض متعدی (وبا) کی خبر سنو، تو وہاں جانے سے رک جاؤ، اور اگر وبا تمہاری سرزمین میں پھوٹ نکلی ہے تو تم وہاں سے قدم باہر مت نکالو۔ اس پر (ابن عوف سے یہ حدیث سن کر) حضرت عمرؓ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور مدینہ منورہ واپس لوٹ آئے۔

8 حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ امیر المومنین کے دولت خانہ پر گئے اور دروازہ پر کھڑے کھڑے تین مرتبہ السلام علیکم! پکارا، مگر اندر سے جواب نہ ملنے پر الٹے پاؤں لوٹ آئے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ باہر تشریف لے آئے اور انہوں نے ابو موسیٰؓ کو روک کر یوں سلام کہنے، پھر واپس لوٹ جانے کا سبب دریافت فرمایا تو حضرت ابو موسیٰؓ نے یہ حدیث بیان فرمائی:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا استأذن احدكم ثلاثا ولم يؤذن فليرجع.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے گھر اس کی ملاقات

کے لئے جائے، تو دروازے سے باہر کھڑے ہو کر تین مرتبہ السلام علیکم پکارے، اگر گھر والے جواب نہ دیں تو اسے واپس لوٹ جانا چاہئے۔

جب یہ حدیث حضرت عمرؓ نے سنی، تو ابو موسیٰؓ سے اس کی توثیق طلب فرمائی، اور توثیق نہ ملنے پر حضرت ابو موسیٰؓ کو حدِ کذاب لگانے کا ارادہ ظاہر فرمادیا۔ حضرت عمرؓ کی یہ تہدید سن کر جناب ابیّ بن کعب نے یہی حدیث اپنی طرف سے بیان کرنے کے بعد امیر المومنین سے کہا:

یا ابن الخطاب فلا تکونن عذاباً علی اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم.

حضرت عمرؓ نے ابیّ بن کعب کے جواب میں فرمایا:

سبحان الله! انا سمعت شیئاً فاحببت ان اثبت.

سبحان اللہ! میں نے ایک روایت سنی اور اس کی توثیق طلب کرلی (اس میں کیا مضائقہ ہے)۔

9 جابیہ بیت المقدس کے باہر ایک مقام ہے جہاں فتح بیت المقدس سے قبل امیر المومنین نے مسلمانوں کے سامنے خطبہ دیا (ملخص از الفاروق، مولانا شبلی نعمانی)

10 کسی مسئلے میں اگر کتاب و سنت دونوں میں سے کسی ایک سے بھی دلیل نہیں ملتی، تو اس وقت قیاس (اجتہاد) کے بغیر چارہ نہیں جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ کا خود معمول تھا اور آپ نے اپنے مقرر کردہ قاضی شریح کو تاکید فرمائی، جس کی وضاحت اس سے قبل گزر چکی ہے۔

كتاب الطهارة

کتاب الطہارۃ

نماز کے لئے طہارت شرط ہے

(16) بروایت ابو بکر - امیر المومنین فرماتے ہیں کہ نماز بغیر طہارت قبول نہ ہو گی (اور یہ ایک مرفوع حدیث[1] کا مفہوم ہے)

کیفیت وضو

(17) بروایت امام ابو حنیفہؒ - اسود بن یزید فرماتے ہیں، میں نے امیر المومنین فاروقِ اعظمؓ کو اس طرح وضو کرتے دیکھا کہ پہلے اپنے دونوں ہاتھ دو دو مرتبہ دھوئے، دو ہی مرتبہ کلی کی، دو ہی مرتبہ ناک کو پانی سے صاف کیا۔ اسی طرح دو دو مرتبہ چہرہ اور کہنیاں دھوئیں۔ پھر ایک مرتبہ پانی لیا تو سر کے سامنے کا مسح فرمایا۔ دوسری مرتبہ پانی لیا تو سر کے عقب کا مسح کیا اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کانوں میں داخل کیں جن سے کانوں کے نیچے کے حصے پر ان کی لو تک مسح کیا۔ اسی طرح دونوں پیر دو دو مرتبہ دھوئے۔

وضو میں تین تین مرتبہ اعضاء پر پانی بہانا افضل ہے

(18) بروایت ابوبکر۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ وضو میں اعضاء پر تین تین مرتبہ پانی بہانا افضل ہے، اگرچہ دو دو مرتبہ بھی کفایت کر سکتا ہے۔

(19) بروایت ابوبکر۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کلی دو مرتبہ، ناک دو مرتبہ، ہاتھ اور پیر دو مرتبہ دھونا جائز ہے مگر افضل ہر ایک کا تین مرتبہ دھونا ہے۔

انگشت پا میں تخلیل

(20) بروایت ابوبکر۔ کچھ لوگ وضو کر رہے تھے۔ ادھر سے حضرت عمرؓ کا گزر ہوا، آپ نے انہیں تاکید فرمائی کہ وضو کرتے وقت پاؤں کی انگلیوں میں تخلیل ترک نہ کیجئے۔

(21) بروایت ابوبکر۔ امیر المومنین کے سامنے ایک شخص نے وضو کرتے ہوئے پاؤں کے تلوے خشک چھوڑ دیئے۔ یہ دیکھ کر آپ نے اسے فرمایا کیا یہ (تلوے) آپ نے دوزخ کی آگ میں جلنے کے لئے خشک چھوڑ دیئے ہیں؟

(22) بروایت ابوبکر۔ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا جس کے پیر میں ذرا سی جگہ خشک رہ گئی تھی۔ آپ نے اسے وضو اور نماز دونوں کے اعادہ کا ارشاد فرمایا۔

(23) ایضاً بروایت ابوبکر۔ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا اور اس کے کسی عضو کا ذرا سا حصہ خشک رہ گیا تھا، آپ نے اسے فرمایا کہ وہ اسے تر کر لے اور نماز کا بھی اعادہ کرے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں مذکورہ ہر دو روایات کی بنا پر اہل علم کا نفس مسئلہ میں اختلاف ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ پہلی روایت (22) مبہم ہے اور نمبر (23) نمبر (21)

کی تفسیر ہے۔

فرضیت نیتِ وضو

(24) بروایت امام شافعیؒ- **عن عمر عن النبی صلی الله علیه وسلم الاعمال بالنیات .**

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امر کی صحت واکمال کا انحصار نیت پر ہے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، امام شافعیؒ کا اس حدیث کے نقل کرنے سے یہ منشا ہے کہ وضو میں نیت فرض ہے۔ اور بویطی فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے نزدیک حدیث انما الاعمال بالنیات پورے دین کا ایک ثلث ہے۔

تجدید وضو

(25) بروایت امام مالکؒ وامام شافعیؒ- حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر وضو کرنے کے بعد کوئی شخص کروٹ کے بل لیٹ گیا اور اس حالت میں اس پر غنودگی کا اثر ہو گیا تو اسے از سر نو وضو کرنا چاہئے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، اس مسئلے میں امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ دونوں کے مسلک میں یہ اختلاف ہے۔

الف۔ امام شافعیؒ کا مسلک ہے کہ اگر بیٹھے بیٹھے دونوں قدموں کے سوا بدن کا حصہ اسفل (سرین) زمین سے لگ گیا اور غنودگی طاری ہو گئی تو تجدید وضو لازم ہے۔

ب۔ امام ابو حنیفہؒ کا یہ مسلک ہے کہ باوضو شخص نے اپنے کسی پہلو پر ٹیک لگا رکھی ہے اور اس پر غنودگی طاری ہو گئی۔ ایسی ٹیک پر جو غنودگی کا سبب ہوئی، تجدید وضو لازم ہے۔

پکا ہوا گوشت کھانے کے بعد تجدیدِ وضو

(26) بروایت ابو بکر - حضرت جابر بن عبد اللہؓ (صحابی) فرماتے ہیں:

اکلت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر و عثمان خبزاً ولحماً فصلوا ولم یتوضؤا.

مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ ہر ایک کے دستر خوان پر روٹی گوشت کھانے کا اتفاق ہوا، اور ان میں سے کسی نے اس وجہ سے وضو کی تجدید نہ فرمائی کہ انہوں نے کھانے میں گوشت تناول فرمایا ہے۔[2]

جنبی کے لئے تیمّم

(27) بروایت امام شافعیؒ - امیر المومنین حضرت عمرؓ اور جناب عبد اللہ بن مسعودؓ دونوں کا مسلک ہے کہ جنبی کے لئے غسل واجب ہے (اور تیمم کافی نہیں) لیکن ان دونوں حضرات کے نزدیک اگر عورت کی تقبیل یا اس سے مس کیا جائے تو تجدید وضو لازم آتی ہے۔

مس ذکر پر تجدید وضو

(28) بروایت امام شافعیؒ - (ایک مرتبہ) نماز میں پہلی رکعت سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عمرؓ کا ہاتھ شرم گاہ سے مس ہو گیا، تو آپ مقتدیوں کو اسی طرح قیام جاری رکھنے کا اشارہ فرما کر باہر آئے، دوسرا وضو کیا اور واپس تشریف لا کر بقیہ نماز پوری کی۔[3]

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ مسئلہ مس ذکر میں دونوں طرف دلائل اور مفصل بحثیں ہیں، مگر حضرت عمرؓ کا یہی مسلک ہے۔

خروج مذی پر غسل واجب ہے یا تجدید وضو کافی ہے

(29) بروایت امام مالکؒ و شافعیؒ - حضرت عمرؓ نے فرمایا "بعض اوقات خود میری مذی بھی خارج ہو جاتی ہے، ایسی حالت جسے بھی پیش آئے، اسے چاہئے کہ مقام وضو کی طہارت کے بعد تجدید وضو کرلے"۔

اگر بغل میں ہاتھ لگ جائے تو ہاتھ دھولیجئے

(30) بروایت ابوبکر - امیر المومنین نے ایک شخص کو بغل میں ہاتھ لگاتے دیکھ کر فرمایا، جائیے اپنا ہاتھ دھو آئیے"۔

امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں "میں حضرت عمرؓ کے اس مسئلہ کی توجیہ نہیں سمجھ سکا"۔ اس پر شاہ ولی اللہ (مؤلف رسالہ ہذا) نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ اہتمام استحباب و نظافت پر مبنی ہے۔

آداب الخلاء

(یعنی قضائے حاجت کے آداب)

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا منع ہے

(31) بروایت بغوی - حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

عن عمر قال رانی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابول قائماً فقال یا عمر! لا تبل قائماً.

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا، تو فرمایا: اے عمر! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا کیجئے۔

ادا کرلی تب آپ کو خیال ہوا کہ جس تہ بند میں آپ نے نماز پڑھی ہے، اس پر منی کا دھبہ رہ گیا ہے۔ آپ نے وہ مقام دھو کر نماز کا اعادہ فرمایا۔

کیا مباشرت میں محض ایلاج بغیر اخراجِ منی پر غسل واجب ہے ؟

(42) بروایت ابو بکر -ایک صاحب، حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ "اے امیر المومنین! زید بن ثابتؓ مسجد نبویؐ میں بیٹھ کر عام مجمع میں یہ فتویٰ دے رہے ہیں کہ محض ادخال، بغیر اخراجِ منی پر غسل واجب نہیں ہوتا؟"

امیر المومنین نے زید بن ثابتؓ کو طلب کر کے فرمایا، "اے دشمن خویش! کیا یہ درست ہے کہ تم اپنی رائے سے فتویٰ دینے لگے ؟" اور حضرت عمرؓ نے زیر بحث فتویٰ کا اشارہ بھی فرمادیا۔

حضرت زید بن ثابت نے عرض کیا "اے امیر المومنین! میں نے یہ فتویٰ اپنی رائے سے نہیں دیا بلکہ اپنے دو چچاؤں حضرت ایوبؓ اور حضرت ابّی بن کعبؓ سے یونہی سنا ہے اور انہوں نے رفاعہ بن رافع سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے"۔ (حضرت رفاعہ بھی اتفاق سے اسی مجلس میں حاضر تھے)۔ امیر المومنین نے ان سے پوچھا "اے رفاعہ! کیا آپ لوگوں کا عمل اسی پر ہے کہ جب تک منی خارج نہ ہو، غسل واجب نہیں ہوتا"۔ حضرت رفاعہؓ نے جواب دیا "جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی ہمارا عمل اسی پر تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کے خلاف کوئی حکم نازل بھی نہیں ہوا تھا"۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا، "کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں کے اس عمل سے آگاہ تھے ؟"۔

حضرت رفاعہ نے کہا، امیر المومنین! میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع تھی یا نہیں"۔

یہ مسئلہ مہاجرین وانصار کی مجلس میں

اب حضرت عمرؓ نے تمام مہاجرین اور انصار کو یکجا جمع فرما کر (زیر بحث) مسئلہ کی تنقیح کے لئے خواہش ظاہر فرمائی۔ پورے مجمع میں صرف حضرت علیؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ تو اس پر متفق تھے کہ اخراج منی ہو یا نہ ہو، محض ادخال سے غسل واجب ہو جاتا ہے، مگر ان (ہر دو حضرات) کے سوا تمام مہاجرین اور انصار اس پر یک زبان تھے کہ اخراج منی کے بغیر غسل واجب نہیں ہوتا۔

اصحاب بدر سے التجا

امیر المومنین نے یہ اختلاف دیکھ کر اصحاب بدر سے یوں التجا کی کہ "آپ حضرات بدری ہیں۔ آج اگر آپ ہی لوگ یوں مختلف الرائے ہو گئے تو بعد میں آنے والوں کے درمیان اور بھی زیادہ اختلاف پیدا ہو جائے گا"۔

امہات المومنینؓ سے تحقیق

یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "اے امیر المومنین! اس مسئلہ میں امہات المومنین سب سے زیادہ ہماری رہبری فرما سکتی ہیں۔ تب حضرت عمرؓ نے اپنی صاحبزادی حضرت حفصہؓ (زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں یہ سوال عرض کیا مگر انہوں نے اس میں اپنی لاعلمی کا اظہار فرمایا۔ ان کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں عرض کیا گیا جس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

اذا جاوز الختان الختان فقد وجب الغسل۔

یعنی محض ادخال پر غسل واجب ہے۔

آخر حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ "اگر کسی نے ادخال کے بعد غسل ترک کر دیا اور مجھے اطلاع ہو گئی تو میں اسے سزا دیئے بغیر نہ رہوں گا"۔

(43) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے فرمایا، اگر میرے سامنے کوئی ایسا شخص لایا گیا جس نے ایلاج کے بعد اخراجِ منی نہ ہونے کی وجہ سے غسل نہیں کیا تو میں اسے سزا دوں گا"۔

محض دخولِ ذکر یا خروجِ منی، دونوں پر سزا کی نوعیت نفس مسئلہ کی نوعیت پر ہے

(44) بروایت ابو بکر - خلیفہ اوّل حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ (ہر چہار خلفائے راشدین) اس پر متفق ہیں کہ محض ادخال (ذکر) یا ادخال و خروجِ منی دونوں صورتوں میں جس صورت پر غسل واجب سمجھا جائے گا، اسی صورت پر بحالت زنا رجم[10] یا جلد[11] عائد ہو گی۔

تلاوتِ قرآن حالتِ جنب میں

جنبی تلاوت قرآن نہ کرے

(45) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جنبی شخص قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے۔

جنبی یا مُحدِث کے لئے کوئی آیت زبان پر لانا جائز ہے

بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر بغیر طہارت

(استنجا) کئے بیت الخلاء سے نکلے تو آپ کی زبان پر ایک آیت جاری تھی۔ یہ دیکھ کر ایک صاحب نے عرض کیا، "اس حالت (حدث) میں بھی آپ آیت زبان پر لے آئے؟" امیر المومنین نے فرمایا: "کیا آپ کو یہ فتویٰ مسیلمہ کذاب نے دیا ہے؟" (یا یہ کہ "یہ بات آپ نے مسیلمہ کذاب سے سنی ہے[12]؟")

مباشرت در مباشرت میں تکرارِ وضو

(47) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے سلیمان بن ربیعہ سے دریافت فرمایا "اگر آپ کو ایک مرتبہ مباشرت (جماع) کے بعد پھر بھی میلان ہو تو آپ طہارت و نظافت میں کیا التزام کریں گے؟"

سلیمان نے عرض کیا "آپ فرمائیے! مجھے کیا کرنا چاہئے"

امیر المومنین نے فرمایا: "ایک دفعہ مباشرت کرنے کے بعد تکرارِ وضو کر لیا کیجئے"

(48) بروایت امام مالکؒ و امام شافعیؒ -

ان عمر بن الخطاب ذكر لرسول الله صلى الله عليه وسلم انه تصيبه من الجنابة من الليل؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ و اغسل ذكرك ثم نم.

حضرت عمرؓ ہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! شب کو میں جنبی ہو گیا، اس حالت میں مجھے کیا کرنا چاہئے تھا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر سو جانا مقصود ہو تو کامل وضو کر کے سو جائیے۔

حمام کے آداب

(49) بروایت ابو بکر - امیر المومنین حضرت عمرؓ نے فرمایا کوئی (مرد یا

عورت) دوسرے شخص کی شرم گاہ کی طرف نہ دیکھے اور عورت دوسری عورت کی شرم گاہ پر نظر نہ ڈالے۔

حمام میں غسل کے آداب

(50) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے اپنے ایک تحریری بیان میں لکھوایا، کہ کوئی شخص حمام میں برہنہ ہو کر غسل نہ کرے، بلکہ تہبند استعمال کرے۔

موئے جسد کی صفائی

(51) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ کے بدن پر بکثرت بال نکلتے، جنہیں آپ استرے سے صاف فرمادیتے۔ اس معاملے میں آپ سے استرے کی بجائے سفوف (نورہ یعنی بال صفا پوڈر) کا دریافت کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ "وہ تو اس معاملے میں ایک نعمت ہے" (مگر خود استعمال نہ فرماتے)

پانی کی طہارت

آبِ سمندر

(52) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ سے آبِ سمندر کی طہارت کا مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ "آبِ سمندر سے بڑھ کر پاک پانی کہاں کا ہو سکتا ہے!"

معمولی حوض کے پانی کی طہارت

(53) بروایت امام شافعیؒ - حضرت عمرؓ نواح مکہ میں ایک بستی کے حوض پر (جس کا مجنہ ہے) تشریف لائے۔ کسی نے عرض کیا، "اس میں سے تو ابھی ایک سگ پانی پی گیا ہے"۔ آپ نے فرمایا "اس نے اپنی زبان ہی سے تو پیا ہو گا"۔ بعد ازاں

حضرت عمرؓ نے اس حوض میں سے پانی پیا اور وضو بھی کیا۔

(54) بروایت امام مالکؒ ایضاً۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک یہ صورت بڑے حوض (الغدیر الکبیر) کے لئے ہے مگر امام شافعیؒ ایک مرفوع حدیث کی بناء پر صرف قُلَّتین تک کے حامی ہیں[13]

ظروف مسیّ کا استعمال

(55) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ کے ہاں تانبے کی ایک گگری تھی، جس میں آپ کے استعمال کے لئے پانی گرم کیا جاتا[14]

زنِ حائض کا جھوٹا پانی

(56) بروایت ابو بکر - امیر المومنین زنِ حائض کا جھوٹا پانی پاک سمجھتے اور فرماتے "آخر اس پانی میں دم حیض تو شامل نہیں"۔

غیر مسلم کے ہاتھ کا پانی

(57) بروایت امام شافعیؒ وبخاریؒ - حضرت عمرؓ نے ایک نصرانی عورت کے ہاں سے پانی لے کر وضو فرمایا۔

نجاسات سے طہارت

(الف) پیشاب سے

(58) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو کپڑا پیشاب سے نجس ہو جائے، اسے اس جگہ سے دو مرتبہ دھویا جائے۔

(ب) منی سے

(59) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے اپنی پوشاک پر منی کا دھبہ دیکھا تو خود اسے دو مرتبہ دھویا اور بعد میں اس مقام کے آس پاس پانی کے چھینٹے دیئے۔

(60) بروایت امام مالکؒ و امام شافعیؒ ایضاً۔

(61) بروایت ابو بکر - کسی صاحب نے حضرت عمرؓ سے مسئلہ دریافت کیا کہ میرا بستر احتلام سے خراب ہو گیا ہے۔ فرمایا، "اگر کپڑے پر تری کا نشان ہے تو اسے دھو دیا جائے اور اگر دھبہ خشک ہو گیا ہے تو اسے کھرچ دینا کافی ہے۔ اور اگر صرف مشکوک ہے تو پانی کے چھینٹے کافی ہیں"۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں ائمہ اربعہ کا مسلک مختلف ہے۔

1۔ امام مالکؒ - دھبہ خشک ہو یا تر، دھونا واجب ہے۔

2۔ امام شافعیؒ - دھبہ خشک ہو یا تر، دھونا مستحب ہے۔

3۔ امام ابو حنیفہؒ - تر کا دھونا اور خشک کا کھرچ دینا۔

کھال کی طہارت

(62) بروایت امام ابو حنیفہؒ - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کھال کی طہارت اس کی دباغت سے ہو جاتی ہے۔

جسدِ انسان کا خون

(63) بروایت امام مالکؒ - حضرت عمرؓ آخری ضرب سے زخمی ہو کر سو گئے تو صبح کی نماز آپ نے اس حالت میں ادا فرمائی کہ ابھی زخم سے خون رس رہا تھا۔

درندے کی کھال

(64) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے ایک صاحب کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ

رہے ہیں اور سر پر لومڑی کی کھال کی ٹوپی ہے۔ حضرت عمرؓ نے یہ ٹوپی از خود اس کے سر سے اتار دی اور فرمایا، "شاید اس کی دباغت نہیں ہوئی"۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت امام شافعیؒ کی موافقت میں ہے، کیونکہ ان کے نزدیک بال دباغت سے بھی پاک نہیں ہوتے۔

مسائل تیمّم

جنبی کے لئے تیمّم روا نہیں

(65) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا، "جنبی کو اگر ایک ماہ تک پانی نہ ملے، تب بھی اس کے لئے تیمم روا نہیں"۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے اس اجتہاد پر مندرجہ ذیل وجوہ سے کلام ہے۔

جیسا کہ نمبر (39) میں آپ (امیر المومنین) سے بیان کیا گیا ہے اور خود صاحب واقعہ حضرت عمار بن یاسرؓ ہی نے آپ سے کہا کہ "اے امیر المومنین! فلاں موقع پر میں اور آپ دونوں اسی معاملے میں مبتلا ہو گئے تھے اور پانی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ میں نے تو ایک طرف تنہائی میں اپنے پورے بدن کا اس طرح تیمّم کر لیا جس سے جسم کے روئیں روئیں میں مٹی نے مس کیا، لیکن آپ نے تیمم کی کوئی صورت گوارا نہ فرمائی۔ پھر جب میں اور آپ دونوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریاب ہوئے تو میں نے اپنا واقعہ اور آپ نے اپنا ترک تیمم (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے) عرض کیا اور دونوں کی گفتگو سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "اے عمار! تمہارے لئے تو وہی تیمم کافی تھا، جو نماز میں کیا جاتا ہے"۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اسے فعلاً بھی کر کے

دکھادیا[15]۔ مگر امیر المومنین نے حضرت عمار بن یاسرؓ کی اس روایت پر بھی التفاف نہ فرمایا۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں "لیکن حضرت عمرؓ کے اس اجتہاد پر فقہائے اربعہ میں سے کسی نے عمل نہیں کیا کیونکہ ان کے سامنے حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت ابو ذرؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ کی وہ مرفوع حدیث تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنبی کو تیمم کا حکم دیا ہے، جس صورت میں کہ اسے پانی دستیاب نہ ہو۔

شاہ ولی اللہ یہ بھی فرماتے ہیں، جہاں تک میں نے غور کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال تھا کہ حضرت عمرؓ اور عمار بن یاسرؓ دونوں کے سامنے سورۂ مائدہ[16] اور نساء[17] کی یہ دو آیتیں تھیں جن سے دونوں نے اپنے اپنے فہم کے مطابق قیاس کیا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں حضرات میں سے کسی کی تاویل کو رد نہیں فرمایا بلکہ ہر ایک کو اس کی تاویل پر چھوڑ دیا۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں، "اور حضرت عمرؓ کا مرتبہ اس سے بہت بلند ہے کہ آپ کو بوقت اجتہاد اس حدیث (مرویہ عمار بن یاسرؓ) کا علم نہ ہو[18]۔ آپ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والے ہیں کہ آپ کو کسی حدیث کا علم ہو اور آپ اس کی تاویل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشا کے خلاف کریں جیسا کہ نمبر (66) میں منقول ہے۔

(66) بروایت سنن نسائی:

ان رجلاً اجنب فلم يصل فاتى النبى صلى الله عليه وسلم فذكر ذالك له فقال اصبت فاجنب الرجل آخر فتيمم وصلى فاتاه فقال نحوما قال للآخر يعنى اصبت .

ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، میں جنبی ہو

گیا تھا، پانی نہیں ملا اور میں نماز بھی نہیں پڑھ سکا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے درست کیا۔ ایک اور صاحب نے عرض کیا، میں جنبی ہو چکا تھا، پانی نہیں ملا، تیمم سے نماز پڑھ لی، اس سے بھی فرمایا کہ تم نے درست کیا۔

(67) امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ دونوں کا اجتہاد آیہ او لمستم النساء (در سورۂ نساء آیت نمبر 6 و سورۂ مائدہ آیت نمبر 9) سے مجامعت نہیں بلکہ محض مباشرت (بغیر مقاربت) ہے، اس لئے یہ دونوں حضرات اس پر غسل کے قائل نہیں۔

حواشی

1. حدیث مرفوع کی تعریف یہ ہے: "المرفوع هو ما اضيف الى رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا يقع على غير ذالك على الصحابة وغيرهم"۔ (مقدمہ ابن الصلاح)

2. یعنی امیر المومنین حضرت عمرؓ کے اجتہاد میں پکا ہوا گوشت کھانے پر تجدید وضو نہیں۔

3. اور جو رکعت آپ نے پڑھ لی تھی، اس کی تجدید نہیں فرمائی۔

4. کیونکہ بغل ہر وقت غلیظ سی رہتی ہے۔

5. ازاں جملہ حدیث ام المومنین (عائشہ صدیقہؓ) ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص قضائے حاجت کے لئے جائے تو اسے پتھر کے تین ڈھیلے استعمال کرنے چاہئیں (ابوداؤد، نسائی)

6. جس میں پانی نہ ملنے کی صورت میں پتھر وغیرہ سے ازالۂ نجاست بر از کا ثبوت ملتا ہے۔

7. حضرت عبداللہ بن عمرؓ کئی مسائل میں منفرد ہیں۔ حافظ ابن القیم نے عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے انداز اجتہاد پر لکھا ہے

و كذلك كان هذا الصاحبان احدهما يميل الى التشديد والاخر الى الترخيص وغير مسئلة . وعبدالله بن عمر كان يأخذ من التشديدات اشياء لا يوافقه

عليها الصحابة.

(١) فكان يغسل عينيه فى الوضوء حتى عمى من ذالك.

(٢) وكان اذا مسح رأسه افرد اذنيه بماءٍ جديد.

(٣) وكان يمنع من دخول الحمام وكان اذا دخل اغتسل وابن عباس كان يدخل الحمام.

(٤) وكان يتيمم بضربتين ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين ولا يقتصر على ضربة واحدة ولا على الكفين وكان ابن ابن عباس يخالفه ويقول التيمم ضربة واحدة للوجه والكفين.

(٥) وكان ابن عمر يتوضأ من قبلة امرأته ويفتى بذلك.

(٦) وكان اذا قبل اولاده تمضمض ثم صلى وكان ابن عباس يقول ما ابالى قبلتها او شممت ريحاناً.

(٧) وكان يأمر من ذكران عليه صلوة وهو فى اخرى ان يتمها ثم يصلى الصلوة الذى ذكرها ثم يعيد الصلوة التى كان فيها.

(٨) وعن نافع انه كان اذا ادرك مع الامام ركعة اضاف اليها اخرى فاذا فرغ من صلوة سجد سجدة.

حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ دونوں اصحاب میں سے ایک صاحب کئی مسائل میں شدت اور دوسرے صاحب رخصت کی طرف مائل ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اکثر مسائل میں ایسی شدت پر ہیں کہ جس میں کوئی اور صحابی آپ سے موافق نہیں مثلاً:

(1) حضرت عبداللہ بن عمرؓ وضو میں آنکھ کے پپوٹوں میں پانی داخل کرتے، جس سے ان کی بصارت بھی زائل ہو گئی۔

(2) مسح میں سر اور کانوں کے لئے علیحدہ علیحدہ پانی لیتے۔

(3) حمام میں جانے سے منع فرماتے اور اگر یہ اتفاق ہوتا تو اس پر غسل فرماتے مگر ابن عباسؓ حمام میں تشریف لے جاتے۔

(4) تیمم میں ایک ضرب چہرے اور دوسری ضرب ہاتھوں اور کہنیوں کے لئے فرماتے

مگر ابن عباسؓ صرف ایک ہی ضرب سے چہرے اور صرف دونوں ہاتھ کا مسح فرماتے (کہنیوں کا نہیں) اور اسی پر فتویٰ ارشاد فرماتے۔

(5) ابن عمرؓ اپنی زوجہ کی تقبیل پر وضو فرماتے اور اس پر فتویٰ بھی دیتے۔

(6) اگر باوضو ہوتے اور اپنی اولاد کی تقبیل کرتے تو کلی کے بعد نماز ادا فرماتے، مگر ابن عباسؓ فرماتے کہ اولاد کی تقبیل یا پیار پر کوئی وضو نہیں یہ تو ہماری خوشبو ہے۔

(7) اور ابن عمرؓ فرماتے کہ جس شخص کو ادائے نماز کی حالت میں اپنی ترک شدہ نماز یاد آجائے تو اولاً وہ نماز مکمل کرے، پھر یاد آنے والی نماز ادا کرے، جب اسے ادا کر چکے تب دوسری نماز، جسے وہ ادا کر رہا تھا، شروع کرے۔

(8) اور نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی امام کے بعد، اگر ایک رکعت رہ جاتی تو دوسری رکعت اس کے ساتھ ضم فرما کر سجدہ سہو بھی کرتے۔

(زادالمعاد: ابن القیم، جلد اول: فصل، **و کان من هدیه صلی الله علیه وسلم ان لا یدخل فی یوم رمضان الا برؤیة محققة او بشهادة شاهد واحد کما صام بشهادة ابن عمر الخ**)

8 یہ زید -- تابعی ہیں۔

9 حضرت عمرؓ کی فراست خداداد میں یہ چیز سب سے اہم ہے کہ آپ نے مسئلہ مانی البحث کی اس نوعیت کی وجہ سے کہ اس میں ذرہ دوسرا پہلو ہے، دوسری امہات کی بجائے پہلے اپنی صاحبزادی سے عرض کیا۔

10 یعنی اگر کسی کے نزدیک ادخال ذکر پر غسل واجب سمجھا گیا ہے تو زانی و زانیہ کو اسی ارتکاب تک سزائے رجم دی جائے گی، اور اگر ادخال و خروج منی دونوں پر غسل واجب سمجھا گیا ہے تو محض ادخال پر حد کامل واجب نہ ہو گی جبکہ خروج منی بھی نہ ہو، اگر خروج منی ہو گیا، تب رجم کی سزا ہو گی۔

11 اگر یہ لوگ غیر شادی شدہ ہیں تو اس پر جلد کو قیاس کر لیجئے گا۔

12 صورت مسئلہ میں تلاوت یا کوئی آیت زبان پر لانے کا فرق یہ ہے، اگر کسی نے استنجا کئے بغیر باقاعدہ تلاوت شروع کر دی تو یہ ناجائز ہے اور اگر ... کوئی آیت زبان سے نکل گئی تو اس میں کوئی

مضائقہ نہیں۔

13 قلتین: دو قلہ آب، جس کی پیمائش تقریباً دس ہاتھ مربع اور ایک ہاتھ گہرائی ہو اور حدیث مرفوع دربارہ قلتین معروف ہے۔

14 یعنی ظروف مسی اور گرم پانی دونوں کے استعمال کا جواز ہے۔

15 اس واقعہ اور روایت دونوں کے الفاظ یہ ہیں:

ان رجلا اتی عمر فقال انی اجنبت ولم اجد ماءً فقال لا تصل! فقال عمار: یا امیر المومنین! اذا انا وانت فی سریة فاصابتنا جنابة فلم نجد الماء فاما انت فلم تصل واما انا فتمعکت فی التراب وصلیت۔ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم انما یکفیك ان تضرب بیدك الارض ثم تنفخ ثم تمسح بها وجهك و کفیك فقال عمر اتق الله یا عمار! فقال ان شئت فلم احدث به فقال عمر نولیك ما تولیت
(بخاری و مسلم)

ایک سائل حضرت عمرؓ کے سامنے حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ اگر میں جنبی ہو کر پانی حاصل نہ کر سکوں تب؟ آپ نے فرمایا "بغیر طہارت نماز مت پڑھو!" عمار بن یاسرؓ نے کہا، امیر المومنین! آپ کو یاد نہیں رہا، جب میں اور آپ دونوں ایک لشکر میں تھے اور دونوں کو احتلام ہو گیا تھا۔ آپ نے تو پانی نہ ملنے کی وجہ سے نماز ادا نہ کی مگر میں نے زمین پر لوٹ پوٹ ہو کر تیمم کر لیا اور نماز پڑھ لی۔ اور اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمار! تیرے لئے یہی کافی تھا کہ تم اس طرح تیمم کر لیتے (پہلے دونوں ہاتھ سے مروجہ وضو کر کے دکھایا) حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ سے ڈرو! جواب دیا یہ حدیث کسی کو نہ سناؤں؟ فرمایا یہ آپ کی مرضی ہے۔

16 **یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا وَاِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِکُمْ وَاَیْدِیْکُمْ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا** (النساء: 43)

اے مومنین: حالت سکر میں نماز کے قریب تک نہ جاؤ، یہاں تک کہ تم سکر سے پاک ہو کر اپنے کہے ہوئے کو خود سمجھ سکو اور نہ جنبی ہونے کی حالت میں نماز پڑھو بجز مسجد میں رہ گزری

کے، یہاں تک کہ تم غسل کر کے طاہر ہو جاؤ (پھر نماز ادا کرو) اور اگر حالت مرض ہو یا سفر میں معاملہ جنب در پیش آجائے، یا بول و براز کے بعد کا عالم ہو، یا عورت سے مباشرت کے بعد کا موقع! اور ان حالتوں میں تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے اس طرح تیمم کرلو کہ پہلے اپنے چہروں کا مسح کرو اور بعد میں دونوں ہاتھوں کا! اللہ تعالیٰ تو بہر صورت معاف فرمانے والا ہے۔

17ھ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ ط وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّھَّرُوْا ط وَاِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰٓی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْھِکُمْ وَاَیْدِیْکُمْ مِّنْہُ ط مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَھِّرَکُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ o (المائدہ :6)

اے مومنین! جب بھی تم نماز کا ارادہ کرو تو پہلے اپنے چہروں اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو! پھر اپنے سر کا مسح کرو اور دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھولو! لیکن جب تم پر حالت جنب وارد ہو، اس وقت غسل کرلو۔ اگر علالت ہو یا حالت سفر یا بول و براز سے فراغت حاصل کی ہو یا عورتوں سے مباشرت کے بعد کا عالم ہو اور پانی دسترس سے باہر ہو، تب تیمم کرلو، پاک مٹی سے۔بایں طور کہ پہلے اپنے چہروں کا مسح کرو، پھر دونوں ہاتھوں کا۔ تمہیں خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر بے جا مشقت ڈالنا نہیں چاہتا، وہ تو تمہیں طاہر رکھنا چاہتا ہے اور اپنی نعمتوں سے تمہیں بہرہ مند رکھنا چاہتا ہے، تاکہ تم اس کا شکر ادا کرتے رہو۔

18ھ بات یہ ہے کہ صحابہ کرام اگرچہ اعلم بالسنہ ہیں، مگر بجزم کسی صحابی کے متعلق یہ دعویٰ کہ وہ تمام احادیث پر حاوی ہیں، قابل غور ہے۔

مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد حضرت عمرؓ کی سکونت مسجد نبویؐ اور حرم نبوت سے دور شہر سے باہر، ایک بستی میں تھی جس کے بُعد کی وجہ سے آپ زیادہ دیر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہ رہ سکتے تھے۔ آپ کے ایک ہمسایہ تھے، ان کا بھی یہی حال تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان کے ساتھ مل کر طے کیا کہ دونوں باری باری (ایک دن یہ، ایک دن وہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور رہا کریں اور جو کچھ آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال سامنے آئیں، واپس آکر ایک دوسرے کو بتادیا کریں۔ یہ واقعہ صحیح بخاری: کتاب العلم باب التناوب للعلم میں منقول ہے۔ پس!

(1) حضرت ابو بکر صدیقؓ کا معاملہ

(1) آپ پر مندرجہ ذیل حدیث مخفی تھی : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا اله الا الله ۔ (مجھے مامور کیا گیا ہے کہ میں غیروں کے ساتھ اس وقت تک مقاتلہ جاری رکھوں جب تک کہ وہ لا اله الا الله نہ کہیں)۔(نووی، شرح صحیح مسلم، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا اله الا الله)۔

(2) اسی طرح آپ پر جدہ کے ترکہ کی حدیث مخفی تھی جو آپ کو مغیرہ بن شعبہؓ اور محمد بن مسلمہؓ نے بتائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو 1/6 ترکہ دیا۔(اعلام الموقعین حافظ ابن القیم، فی باب ذکر ما خفی علی الصحابة رضی الله عنهم من المسائل ۔ جزء ثانی وایقاف شیخ محمد حیات سندھی)

(2) درخفایائے عمر فاروقؓ

بایں احاطہ کہ ولو وضع علم عمر فی کفة المیزان وجعل علم اهل الارض کفة لرجع علم عمر (قول ابن مسعود فی اعلام الموقعین ۔ ابن القیم، جزء ثانی، درباب ذکر ما خفی علی الصحابة) (اگر حضرت عمرؓ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں تمام عالم کا علم تو حضرت عمرؓ کا علم پھر بھی وزن میں زیادہ ہوگا) پس!

(1) آپ پر حدیث استیذان مخفی تھی، جو آپ کو ابو موسیٰ اشعریؓ اور ابی بن کعبؓ نے بتائی (روایت نمبر 8 در کتاب ہذا)

(2) اسی طرح آپ پر دیت جنین کی حدیث پوشیدہ تھی، جو ضحاک بن سفیان نے آپ کو بتائی (در کتاب ہذا بر نمبر 6)

(3) اسی طرح آپ کو دیت اصابع میں تساوی کی حدیث پر اطلاع نہ تھی، جو عمرو بن حزام نے آپ کے سامنے بیان کی۔ (در کتاب ہذا روایت نمبر 5)

(4) اسی طرح آپ پر حدیث ارضِ وبا مخفی تھی جو عبد الرحمن بن عوفؓ نے آپ کو سنائی۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ روایت نمبر 8، در کتاب ہذا)

(5) اسی طرح مجوس سے جزیہ لینے کی حدیث آپ پر پوشیدہ تھی اور یہ بھی ابن عوفؓ نے آپ کو سنائی۔ (موطا امام مالکؒ، باب جزیہ اہل الکتاب، حدیث نمبر دوم)

(6) اسی طرح شوہر کی دیت میں اس کی زوجہ کے حق ترکہ کی حدیث کا آپ کو علم نہ تھا، جو ضحاک بن سفیان الکلائی نے سنائی، جس پر آپ نے اپنے فتویٰ سے رجوع کرتے ہوئے اپنی بے خبری پر اظہار افسوس فرمایا(ملاحظہ ہو روایت نمبر6، دررسالہ ہذا)

(7) اسی طرح آپ کو وہ حدیث معلوم نہ تھی جس میں جنبی کے لئے تیمم جائز ہے اور عمار بن یاسرؓ نے آپ کو یاد دلائی۔(روایت نمبر65)

(8) اسی طرح محرم کے لئے خوشبو کی حدیث سے آپ بے خبر تھے۔(حسب روایت نمبر387)

(9) اسی طرح مسح خفین میں توقیت کی حدیث آپ پر پوشیدہ تھی۔(حسب روایت نمبر37)

(10) اسی طرح آپ پر طواف فرض قبل از رمی جمار کی حدیث مخفی تھی(ایقاف شیخ محمد حیات سندھی)

(11) اسی طرح حائض کے ترکِ طوافِ وداع کی حدیث پر آپ کو اطلاع نہ تھی(حسب روایت نمبر447)

(12) اسی طرح آپ پر اہل مکہ کے لئے یوم الترویہ ہی کو احرام کھول دینے کی حدیث مخفی تھی(اعلام الموقعین ابن القیم، جزء ثانی، باب **ذکر ما خفی علی الصحابة رضی الله عنهم من المسائل**)

(13) اسی طرح آپ پر حج تمتع کی حدیث مخفی تھی(حوالۂ مذکورہ)

(14) اسی طرح حضرت عمرؓ اس پر مصر تھے کہ انبیائے کرامؑ کے ناموں پر نام نہ رکھنے چاہئیں حتیٰ کہ ابو طلحہ نے آپ کو متنبہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے تو میری کنیت ابو محمد تجویز فرمائی اور آپ نے اس سے رجوع فرمایا(**اعلام الموقعین** ابن القیم، حوالۂ مذکورہ)

(15) اسی طرح حضرت عمرؓ پر یہ حدیث بھی مخفی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی وفات کے بعد میت کا اطلاق ہو سکتا ہے جو حضرت ابو بکرؓ نے آپ کو بتایا۔(واقعہ مشہور ہے)

(16) اسی طرح آپ کو عورتوں کے مہر میں اس قدر تقلیل پر اصرار تھا کہ آپ امہات المومنین اور بنات النبیؐ کے مہروں سے زیادہ مہر ناپسند فرماتے، جس کے خلاف ایک عورت نے یہ آیت آپ کے سامنے پڑھی: **وَآتَيْتُمْ إِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا** (النساء۔ آیت :20) اور دیا ہے تم نے کسی

عورت کو ان میں سے حق مہر میں ایک خزانہ۔ تو حضرت عمرؓ نے اپنے اس فتویٰ سے رجوع کرتے ہوئے فرمایا کہ کل احدا فقہ من عمر حتی النساء (اعلام الموقعین۔ ابن القیم)

(17) اسی طرح آپ ترکہ میں جدہ اور بعض دوسرے ورثاء کے حصے کی حدیث سے آگاہ نہ تھے۔ (اعلام الموقعین۔ ابن القیمؒ)

(18) اسی طرح حضرت عمرؓ کو صلح حدیبیہ میں وہ آیت معلوم نہ تھی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھیوں کی ہمراہی میں مکہ معظمہ کی بشارت بغیر تعیین زمانہ دی گئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر آپ کو علم ہوا۔ (اعلام الموقعین)

(19) اسی طرح آپ کو رکعات صلوٰۃ میں سہو ہو جانے پر وہ حدیث یاد نہ تھی جس میں رجحان یقین پر مدار ہے اور یہ حدیث آپ کو ابن عباسؓ نے یاد دلائی۔ (روایت نمبر 195)

(20) اسی طرح آپ پر وہ حدیث بھی مخفی تھی جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین میں کون سی سورتیں پڑھیں۔ (روایت نمبر 209)

(3) حضرت عثمان بن عفانؓ

(1) اقل مدت حمل کی آیت وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (الاحقاف :15) و آیہ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ (البقرۃ :233) آپ کو ابن عباسؓ نے یاد دلائیں (اعلام الموقعین ،ابن القیم۔ حوالہ درماجرائے حضرت ابوبکرؓ مطابق نمبر ایک)

(2) اسی طرح حضرت عثمانؓ پر یہ حدیث بھی مخفی تھی کہ عورت پر بیوہ گی اگر اس کے شوہر کے گھر آئے تو اسے اسی گھر میں عدت گزارنا چاہئے، جس کی اطلاع آپ کو ضریعہ نے دی۔ (اعلام الموقعین۔ ابن القیم)

(3) اسی طرح جب آپ کے احرام میں آپ کی خاطر ایک صاحب نے شکار کیا تو آپ اس کے کھانے کے لئے ہاتھ بڑھانے ہی کو تھے کہ حضرت علیؓ نے آپ کو اس کے کھانے سے منع کی حدیث بتائی اور آپ رک گئے۔ (اعلام الموقعین۔ ابن القیم۔ حوالہ نمبر 2 مذکور بالا)

(4) در خفایائے حضرت علیؓ

(1) انبیاء کی جماعت نہ کسی کے ترکہ کی وارث ہے، نہ کوئی ہمارے ترکہ کا وارث ہے۔ انبیاء کا ترکہ صدقہ ہے۔ (مسلم جلد 2۔ باب حکم الفئی)

(2)اسی طرح آپ پر حاملہ کی عدت کی حدیث مخفی تھی۔(لمعات التنقیح)

(3)اسی طرح آپ کو حدیث :لا تعذبوا بعذاب الله، معلوم نہ تھی۔(ارشاد الساری جلد خامس)

(4)اسی طرح (عورت کے) مہر مفوضہ کی حدیث آپ پر مخفی تھی۔(ترمذی باب ما جاء فی مهور النساء)

(5)حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا معاملہ

(1) حمار اہلی کی حرمت پر حدیث آپ کو معلوم نہ تھی۔(صحیح مسلم، جلد ثانی، باب تحریم اکل لحوم الاهلیة)

(2)اسی طرح حرمت متعہ کی حدیث آپ پر مخفی تھی۔(نووی، شرح مسلم، جلد اول، باب بیان نکاح المتعة ونسخ . الخ)

(3)اسی طرح آپ پر چاندی کے عوض چاندی ہی میں تفاضل پر نہی کی حدیث مخفی تھی۔(صحیح بخاری، جلد اول، باب بیع الدینار بالدینار)

(4)اسی طرح آپ کو مہر مفوضہ کی حدیث پر اطلاع نہ تھی۔(جامع الترمذی، باب ما جاء فی مهور النساء)

(5)اسی طرح آپ پر یہ حدیث پوشیدہ تھی کہ جو حاملہ عورت عدت میں حمل سے فارغ ہو جائے، اس کی عدت ختم ہے، اگر وضع حمل شوہر کی وفات سے اس قدر قریب تر ہوا ہو کہ ہنوز اس کی لاش پلنگ ہی پر پڑی ہے اور وضع حمل ہو گیا۔(جامع الترمذی، باب ما جاء فی الحامل المتوفی عنها زوجها تضع)

(6)اسی طرح آپ اس حدیث سے ناآشنا تھے کہ اگر کوئی شخص خود حج کے لئے شد رحال نہ کرے اور اپنی طرف سے صرف ہدی بھیج دے، اس شخص پر حج کا کوئی حکم اثر انداز نہیں (مثلاً احرام اور اس کے لوازمات) اور ابن عباسؓ ایسے شخص پر حاجی کی طرح پابندیاں عائد فرماتے۔(مؤطا، باب مالا یوجب الاحرام من تقلید الهدی)

(6)در خفایائے حضرت عبداللہ بن عمرؓ

(1) آپ پر مسح خفین کی حدیث مخفی تھی۔(حسب روایت نمبر 33، در مؤطا امام مالکؒ

باب ما جاء فی المسح علی الخفین)

(2) اسی طرح آپ پر مہر مفوضہ کی حدیث پوشیدہ تھی۔ (جامع الترمذی، باب ما جاء فی مھور النساء)

(3) اسی طرح نماز مغرب سے قبل دو رکعت سنت کی حدیث پر آپ کو اطلاع نہ تھی۔ (سنن ابی داؤد)

(4) اسی طرح آپ کو حضرت عمرؓ کی طرح جنبی کے لئے جواز تیمم کی حدیث معلوم نہ تھی، جس سے بعد میں آپ نے رجوع کیا۔ (روایت نمبر 65)

(5) اسی طرح آپ کو اس حدیث کا علم نہ تھا کہ عورت کا غسل جنابت میں سر کی مینڈھیاں کھولنا ضروری نہیں اور اس کے خلاف فتویٰ بھی دیتے۔ (صحیح مسلم، باب ضفائر المغتسلة)

(6) اسی طرح آپ اس حدیث سے بھی واقف نہ تھے کہ محرم بعد از احرام خوشبو یا تیل استعمال نہ کرے اور آپ نے حالت احرام میں روغن زیتون استعمال فرمالیا۔ (صحیح بخاری، جلد اول باب الطیب عند الاحرام)

(7) اسی طرح آپ کو اس حدیث سے بھی آگہی نہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ماہ رجب میں احرام عمرہ نہیں باندھا۔ حالانکہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی روایت سے ثابت ہے۔ (صحیح بخاری، باب کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

(8) اسی طرح آپ بیع الصرف یعنی ایک ہی جنس کے تبادلہ میں کمی بیشی (تفاضل) جائز سمجھتے تھے جبکہ مبادلہ دست بدست ہو۔ لیکن روایت ابو سعید خدریؓ کے مطابق یہ فتویٰ صحیح نہ تھا۔ (صحیح مسلم، جلد ثانی، کتاب الرباء)

(9) اسی طرح آپ پر حدیث حرمت متعۃ النساء مخفی تھی۔ (مسلم باب بیان نکاح المتعہ)

(10) اسی طرح آپ پر یہ حدیث (ام المومنین حضرت عائشہؓ) بھی مخفی تھی کہ حج میں عورت اگر طواف افاضہ کے بعد اور طواف وداع کرنے سے قبل حائضہ ہو جائے تو اس پر طواف وداع کی وجہ سے التوائے سفر منع نہیں۔ (بخاری، جلد اوّل، باب اذا حاضت المرأة بعد ما افاضت)

(11) اسی طرح آپ پر حدیث صلاۃ الضحیٰ بھی مخفی تھی۔ (بخاری، جلد اول، باب کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

(12) اسی طرح آپ پر فجر کی دو سنت کے بعد اضطجاع کی حدیث بھی مخفی تھی۔ (موطا امام محمد باب فضل صلاۃ الفجر فی الجماعة وامر رکعتی الفجر)

(7) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ماجرا

(1) آپ پر یہ حدیث مخفی تھی کہ رکوع میں دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھنے چاہئیں کیونکہ آپ کا عمل یہ تھا کہ رکوع کے وقت دونوں ہتھیلیاں ملا کر رانوں میں چھپا لیتے۔ جیسا کہ ترمذی (باب ما جاء فی وضع الیدین علی الرکبتین فی الرکوع) میں حدیث مرفوع اور حضرت ابن مسعودؓ کا عمل منقول ہے۔

(2) اسی طرح آپ پر فرض کی سنت کے بعد استراحۃ اضطجاع کی حدیث مخفی تھی اور آپ اسے بدعت بتاتے۔ (موطا امام محمد بر حاشیہ باب فضل صلاۃ الفجر فی الجماعة وامر رکعتی الفجر) (یہ حدیث ام المومنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ فجر کی سنت کے بعد استراحۃ اضطجاع فرماتے۔) (اور اضطجاع بہ معنی ایک پہلو پر لیٹنا)۔

(3) اسی طرح (حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مانند) آپ پر بھی مہر مفوضہ کی حدیث مخفی تھی۔ (در ماجرائے ابن عمرؓ گزشتہ بر نمبر 12)

(4) اور تو اور حضرت ابن مسعودؓ کا یہ خیال بھی تھا کہ سورۂ فلق اور الناس دونوں قرآن مجید میں نہیں۔ (مشہور تر ہے)

(8) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا حال

(1) بنت الاخ (بھتیجی) کے ترکہ کی حدیث آپ پر مخفی تھی جو آپ کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے سنائی گئی اور اس پر آپ نے اپنے فتویٰ سے رجوع فرمایا۔ (بخاری، جلد ثانی، باب میراث ابنة ابن مع ابنة)

(2) اسی طرح آپ پر یہ حدیث بھی مخفی تھی کہ (بحالت مجبوری) کھڑے کھڑے بول کرنا جائز ہے۔ (بخاری، جلد اول، باب البول عند سباطة قوم)

(9) حضرت زید بن ثابتؓ کا معاملہ

(1) جس طرح ابن عمرؓ پر یہ حدیث مخفی تھی کہ زن حائض جو طواف افاضہ کر لے اس کی واپسی جائز ہے، اسی طرح حضرت زید بن ثابتؓ کو اس پر اطلاع نہ تھی (جیسا کہ تذکرہ حضرت ابن

عمرؓ نمبر 10 میں منقول ہوا)۔

(2) اور اسی طرح مہر مفوضہ کی حدیث آپ پر مخفی تھی (در تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نمبر 2)

(10) حضرت عبداللہ بن جابرؓ کا ماجرا

(1) حرمتِ متعہ کی حدیث آپ پر مخفی تھی۔ (مسلم، جلد اول، باب حرمۃ بیان نکاح المتعۃ)

(11) حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراءؓ

(1) آپ پر حدیث ترکۂ انبیاء "لا نرث ولا نورث" (ہم انبیاء کی جماعت نہ تو کسی کے ترکہ کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارے ترکہ کا حق دار ہے" مخفی تھی۔ (صحیح مسلم، جلد ثانی، باب حکم الفئی)

(12) حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ

(1) حدیث رویت باری تعالیٰ در معراج آپ پر مخفی تھی۔

(2) اسی طرح (حدیث) میت اگر اپنے وارثوں کو خود پر نوحہ کی تلقین کر جائے تو ان کے نوحہ کی وجہ سے اسے عذاب ہوتا ہے۔ ام المومنین پر یہ حدیث مخفی تھی۔ (بخاری، جلد اول، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکۃ)۔

کتاب الصلوٰۃ

کتاب الصلوٰۃ

پابندی صلوٰۃ کی تاکید

(68) بروایت امام مالکؒ - امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ نے اپنے تمام عمال کی طرف یہ تحریری فرمان صادر فرمایا کہ:

میرے نزدیک آپ لوگوں کی سب سے بڑی ذمہ داری نماز کی پابندی ہے۔ جس شخص نے جس حد تک اس کی تعمیل کر لی، اس نے اسی حد تک دین کے بقیہ امور کی محافظت کر لی اور جس نے نماز ہی کو ضائع کر دیا، اس نے دوسرے ارکانِ دین کو اور بھی بے دردی سے تباہ کیا۔

اوقاتِ صلوٰۃ

1۔ ظہر کا وقت: ابتدا ہوتی ہے جبکہ انسان کا سایہ ایک ہاتھ تک پہنچ جائے اور انتہائے وقت یہ ہے کہ سایہ اس کے اپنے قد کے برابر ہو جائے[1]۔

2۔ عصر کا وقت: جبکہ آفتاب ہنوز بلند ہو، اس کی رنگت ابھی تک سفیدی ہی

پر ہو اور کسی قسم کا غبار یا دھند لاہٹ کا اس پر شائبہ تک دکھائی نہ دے۔

اگر ایک شتر سوار ابتدائے وقت سے چلے تو غروبِ آفتاب کے آثار ظاہر ہونے سے قبل وہ دو یا تین فرسخ[2] مسافت طے کر لے۔

3۔ مغرب کا وقت : غروب آفتاب ہے۔

4۔ اور عشاء کا وقت : ابتدا ہوتی ہے جب شفق غائب ہو جائے اور انتہا شب کا تہائی حصہ گزر جانے تک ہے۔

اس مقام پر امیر المومنین نے یہ الفاظ لکھے -" اور میں بد دعا کرتا ہوں اس شخص کے لئے جو عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو جائے، کہ "الٰہی ! اسے کبھی نیند نہ آئے، خداوند ! اس پر نیند حرام کر دے، یا اللہ ! ایسا بد نصیب کبھی بھی نیند کا لطف نہ اٹھا سکے جو ادائے نماز عشاء سے قبل نیند کے دریا میں ڈوب گیا ہو !"

5۔ اور فجر کا وقت : جبکہ تارے چمک رہے ہوں۔ (یعنی یہ اول وقت ہے)

اوقاتِ صلوٰۃ میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ عامل بصرہ کے نام حضرت عمرؓ کا تحریری فرمان

(69) بروایت امام مالکؒ -امیر المومنین عمر فاروقؓ نے عامل بصرہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی طرف اوقاتِ صلوٰۃ میں مندرجہ ذیل فرمان تحریراً صادر فرمایا۔

1۔ ابتدائے وقت ظہر : از آغاز زوال آفتاب۔

2۔ ابتدائے وقت عصر : جب تک آفتاب کا چہرہ زوال سے محفوظ ہو۔

3۔ ابتدائے وقت مغرب : غروب آفتاب پر۔

4۔ ابتدائے وقت عشاء : قبل از نوم...... (مگر نیند کا طبعی وقت مراد ہو گا)

5۔ ابتدائے وقت فجر : چمکتے ہوئے تاروں کے سائے میں۔

اور فجر کی سنتوں میں ایک ایک سورت مفصلات[3] میں سے پڑھو۔

(70) وایضاً بروایت امام مالکؒ - حضرت عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المومنین عمر فاروقؓ نے نماز عشاء کا آخری وقت تہائی رات سے لے کر نصف شب تک ارشاد فرمایا۔

نماز جمعہ کا وقت

(71) بروایت امام مالکؒ - سہل اپنے ولد (مالک) سے روایت کرتے ہیں، ایک مرتبہ جمعہ کے روز حضرت عقیل بن ابو طالب مسجد نبویؐ کی غربی دیوار کے ساتھ بوریا بچھائے بیٹھے تھے۔ ادھر دیوار کا سایہ بوریے کے آخر تک پہنچا تھا کہ امیر المومنین عمر فاروقؓ اپنے دولت خانہ سے تشریف لائے اور آپ نے جمعہ کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد دولت کدہ پر قیلولہ کے لئے تشریف لے گئے۔

نمازِ فجر کی سورتیں

(72) بروایت امام مالکؒ - حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے "ہم نے امیر المومنین عمرؓ کی اقتداء میں فجر کی نماز پڑھی۔ آپ نے دونوں رکعتوں میں سورۂ یوسف اور سورۂ حج پوری ترتیل کے ساتھ تلاوت کیں اور ابتدائے قیام غلس ہی سے کی۔ (غلس بہ معنی اوّل وقت جبکہ فجر کی روشنی کم تر ہو)

نماز ظہر کے اوقات میں حضرت عمرؓ کے کچھ اور آثار واجتہاد

(73) بروایت ابوبکر - امیر المومنین عمر فاروقؓ مسجد نبویؐ سے نماز ظہر میں ایسے وقت تک فارغ ہو جاتے کہ ایک پیادہ پا چلنے والا شخص یہاں (مسجد نبویؐ) سے چل کر مسجد قباؓ میں جاتا اور وہاں ابھی تک لوگ نماز میں مشغول ہوتے۔

(74) بروایت ابوبکر - امیر المومنین نے حضرت ابو محذورہ (صحابی) سے فرمایا

تم ایسے خطہ[6] میں رہتے ہو، جہاں گرمی کی شدت اور بھی سوا ہے تمہیں وہاں نمازِ ظہر ذرا تاخیر سے پڑھنی چاہئے۔

(75) ایضاًبروایت ابوبکر- ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا کہ اے لوگو! ظہر کی نماز میں تاخیر کر لیا کرو کیونکہ اس وقت کا یہ عالم ہوتا ہے جیسے دوزخ سے ایک بھپارہ پھوٹ نکلا ہو۔

(76) بروایت امام ابو حنیفہؒ- حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ دوپہر کی شدت دوزخ کی بھاپ کی مانند جھلسادیتی ہے۔

عصر کا وقت

(77) بروایت امام شافعیؒ- امیر المومنین سے ایک صاحب نے زورا (مدینہ کے ایک بازار کا نام) پر ملاقات فرمائی، تو آپ نے ان سے پوچھا کہ "آپ کہاں جارہے ہیں"۔ انہوں نے عرض کیا امیر المومنین! میں مسجد میں نماز کے لئے جارہا ہوں۔ فرمایا "جلدی کیجئے"۔ اور جب یہ صاحب نماز پڑھ کر واپس لوٹے، تو ان کی کنیز جو بئیر رومہ پر پانی بھرنے کے لئے گئی ہوتی تھی، ہنوز واپس نہ آئی تھی۔ یہ صاحب خود وہاں گئے۔ جس وقت پھر گھر واپس آئے تو آفتاب پر ابھی زردی کا اثر نہ ہوا تھا۔[7]

مغرب کے لئے

(78) بروایت ابوبکر - امیر المومنینؓ نے فرمایا، کہ ادائے مغرب کے لئے تاروں کے چمکنے کا انتظار نہ کرتے رہو۔

عشاء کے لئے

(79) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عشاء میں تعجیل کرو، نہ یہ کہ کام کرنے والوں پر سستی چھا جائے اور مریض سونے لگیں۔

(80) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب آسمان پر ابر گھرا ہو تو ظہر میں تاخیر اور عصر میں تعجیل کرو۔

عشاء کے بعد عام گفتگو منع ہے

(81) بروایت امام ابو حنیفہؒ - امیر المومنین نے فرمایا کہ عشاء کے بعد نماز اور قرآن کے سوا اور باتیں کرنا سراسر بے برکتی کا سبب ہے۔

(82) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے سلمان بن ربیعہ کو ہدایت فرمائی کہ "میں آپ کے لئے عشاء کے بعد باتوں میں مشغول رہنے کو ناپسند کرتا ہوں"۔

(83) ایضاً بروایت ابو بکر - جناب ابو موسیٰ اشعریؓ عشاء کے بعد امیر المومنین کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ وقت سخن آرائی کے لئے موزوں نہیں۔ ابو موسیٰ نے عرض کیا اے امیر المومنین ! یہ باتیں دین کے متعلق ہوں گی اس پر آپ دیر تک ان سے گفتگو میں مصروف رہے۔

نماز باجماعت کی تاکید

(84) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے فرمایا کہ عشاء اور فجر کی نمازیں باجماعت ادا کرنا مجھے اس سے زیادہ عزیز ہے کہ میں عشاء کے وقت سے لے کر وقت فجر تک زندہ رہوں۔

کم سن بچوں کو صف سے ہٹا کر پیچھے کر دو

(85) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ اگر کسی کم سن بچے کو صف میں دیکھتے تو اسے وہاں سے نکلوا دیتے۔

اقامت شروع ہونے پر دوسری نماز مقبول نہیں

(86) بروایت ابو بکر - نماز کی اقامت ہو رہی تھی کہ امیر المومنین نے ایک

شخص کو علیحدہ (فرادیٰ) نماز میں مصروف دیکھا۔ آپ نے اسے زجر فرمائی کہ جب مؤذن اقامت شروع کر دے، پھر اس نماز کے سوا کوئی اور نماز مقبول نہیں ہوتی۔ (جس کے لئے اقامت کہی جارہی ہے)

اذان کے وقت نوافل

(87) بروایت ابوبکر - مسجد میں اُدھر اذان ہو رہی تھی اور اِدھر ایک صاحب سنتیں پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا تو انہیں زجر فرمائی کہ جب اذان ہو رہی ہے تو صرف وہی نفل پڑھنے جائز ہیں جو سنۃ الاذان میں ہیں۔

جماعت ہو رہی ہے اور نوافل

(88) بروایت ابوبکر - عثمان النہدی کہتے ہیں، میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ مسجد میں آکر ایک طرف نماز پڑھنے لگا۔ اس وقت حضرت عمرؓ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے اور وہ شخص سنت ادا کر کے جماعت میں آکر شریک ہو گیا...... (مگر اس کا مطلب ذرا بعید از فہم ہے کہ آپ نے اسے دیکھ بھی لیا تھا)۔

مقتدی اور امام ہر دو کے درمیان کوئی دیوار وغیرہ حائل نہ ہو

(89) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر مقتدی اور امام کے درمیان گزرگاہ یا دیوار یا نہر ہو تو ایسے مقتدی کے لئے جماعت کا ثواب نہیں۔

عورتوں کے لئے نماز باجماعت کے لئے مسجد میں آنا

(90) بروایت ابوبکر - حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں، میرے والد امیر المومنین کے بعد آپ کی ایک بیوی مسجد میں نماز فجر اور نمازِ عشاء کے لئے آئیں۔ ان سے عرض کیا گیا کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ اور امیر المومنین حضرت عمرؓ تو عورتوں

کے مسجد میں آنے سے بہت غیرت فرماتے تھے؟ بی بی نے جواب دیا پھر وہ ہمیں منع کیوں نہ کرتے تھے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ حضرت عمرؓ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تھی کہ

لا تمنعوا اماء الله مساجد الله.

اللہ کی بندیوں کو مسجدوں میں آنے سے مت روکو۔

امام صلوٰۃ کو قاریٔ قرآن ہونا چاہئے

(91) بروایت امام شافعیؒ - حج کے موقع پر ایک عجمی شخص نماز میں امامت کے لئے آگے کھڑا ہو گیا اور حضرت مسور بن مخرمہ (صحابی) نے اسے وہاں سے ہٹادیا۔ حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا تھا تو آپ نے مسور سے پوچھا آپ نے اسے کیوں ہٹادیا؟ مسور نے عرض کیا کہ یہ شخص عجمی تھا، مجھے خیال گزرا کہ اس کی قرأت حاجی سنیں گے تو اسے اختیار کر لیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، آپ نے اچھا کیا۔

جبکہ مقتدی ایک ہی شخص ہو

(92) بروایت امام مالکؒ و امام شافعیؒ - عبداللہ بن عتبہ فرماتے ہیں، میں دوپہر کے بعد امیر المومنین کے ہاں گیا مگر آپ نماز میں مصروف تھے۔ میں نے بھی آپ کے پیچھے اقتدا کر لی مگر آپ نے مجھے اشارے سے اپنے برابر دائیں سمت کھڑا کر لیا، اتنے ہی میں آپ کا غلام برقا آ گیا تو ہم دونوں امیر المومنین کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔

(93) بروایت امام ابو حنیفہؒ - عن ابراہیم (یعنی) حضرت عمرؓ ہی نے خود ان دونوں کو اپنے پیچھے کھڑے ہونے کا اشارہ فرمایا۔

اگر کھانا اور نماز دونوں بیک وقت درپیش ہوں تو پہلے کھانا کھائیے

(94) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "اگر کھانا اور نماز دونوں بیک

وقت در پیش ہوں تو پہلے کھانا کھانا چاہئے"۔

جبکہ بول و براز کرنے پر طبیعت مائل ہو

(95) بروایت امام مالکؒ - حضرت عمرؓ نے فرمایا، "اگر طبیعت بول و براز کرنے پر مائل ہے تو ان سے یکسو ہو کر نماز میں آیئے"۔

اذان کے مسائل

آغازِ اسلام میں نماز کے لئے مسجد میں جمع ہونے کا طریق

(96) بروایت بخاری - ہجرت کے بعد جب مسلمان مدینہ میں آپہنچے تو مسجد نبویؐ میں نماز کے لئے آنا وقت کے اندازہ پر منحصر تھا، اور کسی قسم کی منادی نہ تھی۔ اسی دوران حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ لوگ اس کے لئے منادی کا انتظام کیوں نہیں کر لیتے۔

اذان کی ابتداء میں حضرت عمرؓ کا رؤیا

(97) بروایت دارمی وغیرہ - اسی اثناء میں حضرت عبداللہ بن زید نے ایک رؤیا دیکھا اور جبکہ عبداللہ بن زید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیا سنا رہے تھے، حضرت عمرؓ بھی آگئے، عرض کیا۔

(98) بروایت ابو بکر - اذانِ مسنون جاری ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو بھی میں کسی نہ کسی قسم کی اذان (صلوٰۃ) مقرر کر دیتا۔

(99) بروایت امام شافعیؒ - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس طرح صبح کے وقت آغازِ سفر کرنے والا مسافر اپنے سفر کا آغاز عجلت سے کرتا ہے، اسی طرح تم لوگ فجر کی اذان کہنے میں عجلت کیا کرو...... (وقت میں عجلت مراد ہے نہ کہ ترتیل میں)۔

(100) بروایت سنن ابو داؤد - حضرت عمرؓ کے مؤذن مسروح (نامی) نے (ایک مرتبہ) فجر کی اذان وقت سے قبل کہہ دی۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ ثواب کا وقت اب آیا ہے، دوبارہ اذان کہئے کیونکہ بندہ (مراد از نفس خود امیر المومنین) نیند میں ڈوب گیا تھا۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں (1) اگر امام کے مسجد میں تشریف لانے میں تاخیر ہو تو تقدیم اذان ناجائز ہے، اور یہ مسلک امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ (2) اور اگر امام موجود ہو تو اذان وقت سے پہلے کہی جا سکتی ہے۔ اور امام شافعیؒ کا یہ مسلک ہے کہ اگر اذان کہہ دی گئی ہے اور امام موجود نہیں تو حضرت عمرؓ کے ارشاد کے مطابق اعادۂ اذان لازم ہے۔

(101) بروایت امام مالکؒ - حضرت عمرؓ نے اپنے مؤذن کو فجر کی اذان میں کہنے کے لئے یہ کلمات بتائے: **الصلوٰۃ خیر من النوم، الصلوٰۃ خیر من النوم**[10]

(102) وبروایت ابو بکر - عہد فاروق اعظم میں حضرت ابو محذورہ نے اذان فجر کہنے کے بعد پھر باآواز بلند یہ کہنا شروع کر دیا **الصلوٰۃ خیر من النوم، الصلوٰۃ خیر من النوم** . مگر جب حضرت عمرؓ نے یہ سنا تو انہیں زجر فرمائی، کہ آپ دیوانے تو نہیں ہیں۔ کیا اذان کافی نہیں جسے سن کر ہم آجائیں اور آپ دوبارہ اور کلموں سے ہمیں بلائیں۔

مکبر تکبیر میں اقامت کے دونوں کلمات جلدی ادا کرے

(103) بروایت ابو بکر - عہد فاروقی میں بیت المقدس کے مؤذن ابو الزبیر کو امیر المومنین حضرت عمرؓ نے ہدایت فرمائی کہ اذان کے کلمات آہستہ آہستہ کہئے مگر اقامت کہنے میں جلدی کیجئے یعنی **قد قامت الصلوٰۃ . قد قامت الصلوٰۃ**.

(104) بروایت امام بغوی یہ مفہوم بالفاظ دیگر منقول ہے[11]

باب المساجد

مسجد میں بیت بازی اور گفتگو کرنا

(105) بروایت بغوی-امیر المومنین عمرؓ نے جب یہ دیکھا کہ مسجد نبویؐ میں باآواز بلند باتیں کی جارہی ہیں تو احترام مسجد کے لئے آپ نے مسجد کی جنوبی سمت ایک کشادہ صحن درست کرادیا جس کا نام "بطیحا" رکھا اور فرمایا جس کسی کو بیت بازی یا ایک دوسرے سے گفتگو کرنا ہو وہ اس صحن میں بیٹھ جایا کرے۔

(106) بروایت امام مالکؒ-ایضاً۔

(107) ایضاً بروایت بغوی-ایک مرتبہ مسجد نبویؐ میں حضرت حسان بن ثابت شعر سنا رہے تھے۔ امیر المومنین عمرؓ کا گزر ادھر ہوا تو آپ نے انہیں زجر فرمائی۔ حسانؓ نے عرض کیا، "اسی مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میں شعر سنایا کرتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بہتر تھے"۔ حضرت حسانؓ نے اتنا کہنے کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف اشارہ کیا کہ "اے ابو ہریرہؓ! میں آپ کو قسم دیتا ہوں، اگر آپ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی فرماتے سنا ہو کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے، "اے حسانؓ! میری طرف سے مدافعت کیجئے، یا اللہ! حسانؓ کی تائید روح القدس سے فرمائی جائے، تو ضرور بیان کیجئے"۔

یہ سن کر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا، بے شک آپ صحیح فرماتے ہیں[12]

(108) بروایت ابو بکر-ایک صاحب مسجد میں باآواز بلند گفتگو فرمارہے تھے۔ امیر المومنین نے سن کر ان سے فرمایا "آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت آپ کس

جگہ تشریف فرما ہیں"۔

(109) ایضاً بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے مسجد میں چلانے سے ان الفاظ میں منع فرمایا کہ ہماری مسجدیں شور و غوغا کے لئے نہیں۔

مسجد میں خوشبو جلانا

(110) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نماز جمعہ کے لئے مسجد میں خوشبو جلاتے۔

مسجد میں صفائی

(111) بروایت ابو بکر - حضرت عمر مدینہ سے گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد قبا میں آئے۔ وہاں نماز پڑھی۔ اس کے بعد اپنے غلام برقا سے جھاڑو منگایا اور اپنی چادر سے دھجی پھاڑ کر اسے باندھا۔ پھر اپنے ہاتھ سے مسجد کو صاف کیا۔

(112) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے ایک صاحب کو راستے میں نماز پڑھتے دیکھ کر فرمایا "مسجد میں نماز پڑھا کیجئے"۔

نماز میں قبر سامنے ہو تو

(113) بروایت ابو بکر - حضرت انسؓ فرماتے ہیں، میں نماز پڑھ رہا تھا اور قبر میرے قبلہ رخ تھی۔ حضرت عمرؓ نے مجھے دیکھ کر فرمایا، اس طرح نماز نہ پڑھئے کہ قبر آپ کے قبلہ رخ ہو۔

(114) بروایت ابو بکر - حضرت معرور بن سوید فرماتے ہیں، میں امیر المومنین کے ہم رکاب حج سے واپس آرہا تھا۔ راہ میں کچھ لوگ ایک مقام پر مل کر نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ لوگ اس احترام کی وجہ سے یہاں نماز پڑھ رہے ہیں کہ اسی مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اتفاق سے ایک مرتبہ نماز ادا فرمائی تھی۔ حضرت عمرؓ نے انہیں فرمایا "ارے غضب! انہی کاموں سے تو پہلے انبیاء کی

امتیں تباہ ہو گئیں کہ ان بد نصیبوں نے اپنے نبیوں کے ایسے اتفاقی مقامات کو زیارت گاہ بنا لیا۔ اگر کسی شخص کو ایسے مقام پر نماز کا وقت آ ہی جائے تو ادائے نماز میں مضائقہ نہیں، ورنہ بہ تکلف و بہ تعمد ایسے مقامات پر کبھی نماز نہ پڑھنی چاہئے۔

امیر المومنین نے حدیبیہ کا وہ درخت جڑ سے اکھڑوا دیا جس سے ٹیک لگا کر رسول اکرم ﷺ نے بیعت (الشجرہ) لی تھی

(115) بروایت ابو بکر۔۔ جس درخت سے ٹیک لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں بیعت (رضوان) لی تھی، جب لوگ اس درخت کی زیارت کے لئے آنا شروع ہوئے اور امیر المومنین عمرؓ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے اس درخت کو جڑ سے اکھڑوا دیا (کہ مبادا یہ بھی ایک عبادت گاہ بن جائے)۔

مسجد میں بدبودار حلال چیزیں کھا کر آنے سے پرہیز

(116) بروایت ابو بکر۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ آپ لوگ پیاز اور لہسن کے بڑے مشتاق ہیں، مگر جب انہیں کچا استعمال کیا جائے تو منہ سے بدبو آتی ہے اور میں نے عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھا کہ ایک شخص خام پیاز یا لہسن کھا کر مسجد میں یا (محفل) میں آ گیا تو لوگوں نے اسے پکڑ کر بقیع[13] میں پہنچا دیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا، کھانا ہی ہو تو پہلے ان کی بو آگ پر رکھ کر زائل کر دیجئے۔

غیر مسلموں کے معابد میں بعد از تطہیر جواز صلوٰۃ

(117) بروایت ابو بکر ۔ نجران سے مسلمانوں کا ایک قاصد یہ خط لایا کہ اے امیر المومنین! یہاں ایک گرجا خالی پڑا ہے جو بہت صاف ستھرا ہے۔ کیا اس میں ہم نماز پڑھ سکتے ہیں؟ آپ نے جواب میں لکھوایا، پڑھ سکتے ہیں، مگر پہلے بیری کے پتے

پانی میں جوش دے کر اس کو اس پانی سے دھو لیجئے۔

مسجد کے اندر دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا

(118) بروایت ابو بکر - جناب قرہ فرماتے ہیں، میں مسجد کے دو ستونوں کے درمیان کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا تھا، حضرت عمرؓ نے مجھے اسی حالت میں گدی سے پکڑ کر ایک ستون کے سامنے کھڑا کر دیا اور فرمایا، اس طرح نماز ادا کرو۔

ستونِ مسجد سے ٹیک لگانا جائز ہے

(119) بروایت ابو بکر - ایک یمنی سے جن کا نام ہداب تھا، امیر المومنین نے فرمایا کہ ستونِ مسجد کے ساتھ ٹیک لگا کر آرام کرنے کے مستحق وہ لوگ ہیں جو نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہوں۔ نہ کہ وہ حضرات جو مجلس گرم کرنے کے لئے یونہی مسجدوں میں بیٹھ جاتے ہیں۔

مسجد نبویؐ میں نماز کا ثواب

(120) بروایت ابو بکر - امیر المومنین عمر فاروقؓ نے فرمایا، مسجد نبویؐ میں ایک نماز کا اجر دوسری مسجدوں سے ایک سو درجہ زائد ہے۔ (بجز مسجد الحرام کے کہ اس میں اور بھی سوا ہے)

(121) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھی۔

نماز میں ضروری لباس

(122) بروایت بخاری - عن ابی ھریرۃ قال قام رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسالہ عن الصلوٰۃ فی الثوب الواحد فقال او کلکم یجد ثوبین؟

قبلہٴ صلوٰۃ

(130) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے (جہت قبلہ کے بارے میں) فرمایا کہ مشرق اور مغرب کا وسط (اہل مدینہ کے لئے) سمت قبلہ ہے۔ (اسی روایت میں ایک لفظ یہ بھی ہے) کہ "جب تو روبقبلہ ہونا چاہے" (یعنی تب سمت مذکور کا اندازہ کر لے)۔

(131) بروایت امام مالکؒ - ایضاً[19]

سترہ

(132) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے کھلے میدان میں نماز ادا کی تو سامنے (سمت قبلہ) اپنا چھوٹا نیزہ (زمین میں) گاڑ لیا۔ اس وقت راہ گزر بھی آپ کے سامنے سے نکل رہے تھے۔

(133) بروایت بیہقی - ایک صاحب غصیف (نام) فرماتے ہیں، میں نے حضرت عمرؓ سے (مسئلہ) دریافت کیا کہ بیابان کے اندر ایک چھوٹے سے گھر میں ہماری بودوباش ہے۔ (موسم سرما کی) بعض نمازوں میں اگر میں گھر سے باہر آکر نماز ادا کرتا ہوں تو مجھے سردی ستاتی ہے اور اگر گھر کے اندر نماز پڑھوں تو بیوی کو باہر بٹھانا پڑتا ہے اور اس وقت وہ جاڑے سے گھبراتی ہے۔

امیر المومنین نے فرمایا: نماز کے وقت اپنے اور اپنی بیوی کے درمیان پردہ لٹکا لیا کرو اور اس طرح تم دونوں نماز ادا کر لیا کرو۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں اس خصوص میں احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر ادائے نماز میں مرد اور عورت دونوں بالمقابل ایک دوسرے کے قریب قریب ہوں تو مرد کی نماز فاسد ہوگی۔

اس پر امام شافعیؒ کا نقض

(1) حضرت عمرؓ کی مرویات میں یہ روایت معروف نہیں۔

(2) نہ اس روایت سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ نے مرد اور عورت دونوں کے ایک ہی نماز میں شریک ہونے پر یہ فتویٰ دیا ہے، البتہ احتمالِ فتنہ کی وجہ سے پردہ لٹکا دینا مستحب ہے۔

نماز کے آداب

تسویۃ الصفوف

(134) بروایت امام مالکؒ وامام شافعیؒ۔ جس وقت امیر المومنین عمر فاروقؓ نماز پڑھانے کے لئے مصلے پر کھڑے ہوتے تو فرماتے "صفیں سیدھی کر لو"۔ جب ان میں سے کوئی شخص یہ عرض کرتا "صفیں درست ہو گئیں" تب آپ تکبیر فرماتے۔

نماز کی دعائیں

(135) بروایت ابو بکر۔ جناب اسود فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ تکبیر سے نماز شروع فرماتے، پھر **سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك و تعالىٰ جدك ولا اله غيرك** پڑھ کر **اعوذ بالله من الشيطان الرجيم** پڑھتے۔

بوقت ضرورت نماز میں بعض کلمات بآواز پڑھنا

(136) بروایت امام ابو حنیفہؒ۔ بصرہ سے کچھ لوگ حضرت عمرؓ کی خدمت میں صرف یہ مسئلہ دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوئے کہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد کون سی دعا پڑھنی چاہئے (اتنے میں نماز کا وقت بھی آ گیا) حضرت عمرؓ نے امامت

کرائی۔ یہ اصحاب بصرہ بھی شریک صلوٰۃ تھے اور امیر المومنین نے ذرا بلند آواز سے **سبحانك اللهم** ...... **لا اله غيرك** تک پڑھ کرانہیں بتادیا (کہ تکبیر تحریمہ کے بعد سبحان پڑھے)۔

امام محمد بن الحسن (صاحب امام اعظم) فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا اسے جہر سے پڑھنا ان کے سوال کا جواب تھا۔

تکبیر تحریمہ میں دونوں ہاتھوں کا کندھوں تک لے جانا

(137) بروایت بیہقی - حضرت عمرؓ تکبیر (تحریمہ) میں دونوں ہاتھ کندھوں تک لے جاتے۔

(138) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے فرمایا، وہ نماز ناکافی ہے جس میں سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ کم از کم دو آیتیں اور نہ ملائی جائیں۔

سہو قرأت

(139) بروایت شافعیؒ - ایک مرتبہ حضرت عمرؓ امامت صلوٰۃ میں قرأت پڑھنا بھول گئے (اور بغیر سجدہ سہو کئے) سلام کے بعد لوگوں سے دریافت کیا کہ رکوع اور سجود میں تو کمی نہیں رہی؟ عرض کیا گیا کہ وہ تو بہت اچھے تھے۔ آپ نے فرمایا، تب (اگر قرأت رہ بھی گئی ہو تو) کوئی مضائقہ نہیں۔

(140) بروایت امام ابو حنیفہؒ - حضرت عمرؓ مغرب کی نماز میں قرأت بھول گئے (بعد میں معلوم ہوا تو) پھر پوری نماز کا اعادہ فرمایا۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں قول قدیم میں امام شافعیؒ کا فتویٰ یہ تھا کہ نماز میں قرأت سنت ہے مگر بعد (قول جدید) میں اس سے رجوع کر کے اسے فرض قرار دیا اور (امام شافعیؒ نے) اپنی مندرجہ بالا روایت نمبر (139) کو اس پر محمول فرمایا کہ حضرت

عمرؓ سے قرأت (سورۂ فاتحہ) کی بجائے سورت ترک ہو گئی تھی (اسی لئے نہ تو آپ نے اعادہ کیا اور نہ ہی سجدہ سہو ضروری سمجھا)۔

جہری نمازوں میں بسم اللہ جہر سے ادا کرنے کا مسئلہ

(141) بروایت امام مالکؒ و شافعیؒ - حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ ہر سہ حضرات (جہری نماز کی قرأت میں) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے ابتدا فرماتے۔ (دوسری روایت میں ہے) یعنی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا جہر نہ کرتے۔

(142) بروایت ابو بکر و اصحاب السنن[20] عبد اللہ بن مغفل فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نمازیں پڑھیں اور خلفائے ثلاثہ میں بھی ہر ایک کے ساتھ! مگر کسی نے قرأت میں بسم اللہ جہر نہ پڑھی[21] پس تم بھی (عبد اللہ سے) جہری نمازوں میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے شروع کرو۔

(143) بروایت ابو بکر - اسود فرماتے ہیں "میں نے حضرت عمرؓ کی اقتدا میں بے شمار نمازیں (یہاں لفظ "سبعین" ہے، جس کے لفظی معنی ستر اور بے شمار ہے) ادا کیں اور کبھی انہوں نے (صلوٰۃ جہری میں) بسم اللہ جہراً نہیں پڑھی۔

(144) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے (جہری نماز میں) بسم اللہ با آواز پڑھی۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ترک جہر والی روایتوں میں مدنی، کوفی اور بصری راوی ہیں اور اختیارِ جہر کی روایت میں مکی راوی ہیں۔ اب فقہائے (اربعہ) کا اختلاف ہوا تو امام شافعیؒ نے جہر بسم اللہ کو ترجیح دی اور امام محمد (صاحب امام ابو حنیفہؒ) نے جیسا کہ نماز کی دعائے افتتاح یعنی سبحانك اللهم وبحمدك ...... میں فرمایا ہے کہ حضرت عمرؓ کا (کسی موقع پر نماز میں بسم اللہ کا بالجہر ادا فرمانے سے) مطلب یہ ہے کہ آپ خود بھی اسے سنت سمجھتے اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم فرمانا چاہتے تھے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، حدیث ہشام بن حکیم میں (مرفوعاً) منقول ہے:

ان القرآن نزل علی سبعة احرف

قرآن مجید سات قرأتوں یا لغتوں پر نازل ہوا ہے۔

اور حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ساتوں قرأت یا لغات تعلیماً حاصل کرلیں، چونکہ اپنی اپنی جگہ (ہر ایک قرأت اور لغت) کافی اور شافی ہے، بدیں وجہ امیر المومنین بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا تعلق قرآنِ مجید کے ساتھ کئی وجہ سے سمجھتے۔ یعنی

الف۔ بسم اللہ - کا سورۂ فاتحہ ہی کا ایک ٹکڑا (آیت) ہونا ایک "حرف" ہے۔ (حدیث کے سات حرفوں میں سے)۔ بدیں وجہ امیر المومنین نے اسے کبھی بالجہر پڑھ لیا۔

ب۔ بسم اللہ - کا تعلق کتابت[22] قرآن اور اس کی تلاوت سے ہے، جو نماز کے باہر کی جائے تو یہ بھی اس روایت (کہ قرآن مجید سات قرأتوں میں نازل ہوا ہے) کے مطابق ایک قرأت یا لغت ہے، بدیں سبب بھی حضرت عمرؓ اسے جہری نمازوں میں ترک فرمادیتے۔

ج۔ بسم اللہ کو (حضرت عمرؓ کا) جزوِ سورۂ فاتحہ نہ سمجھنا بھی حدیث مذکورہ کے مطابق سات قرأتوں میں سے ایک قرأت ہے۔

فاتحہ خلف الامام کی تاکید

(145) بروایت امام بیہقی - کہ یزید بن شریک نے حضرت عمرؓ سے فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: فاتحۃ الکتاب (سورۃ الحمد) امام کی اقتداء میں بھی ضرور پڑھا کرو۔ یزید نے عرض کیا، کیا آپ کی اقتداء میں بھی؟

فرمایا: بے شک میرے پیچھے بھی۔

عرض کیا: اگرچہ جہری نمازیں کیوں نہ ہوں؟

فرمایا: بلاشک وشبہ۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کے اصحاب میں سے منع فاتحہ خلف الامام کی روایات (صرف) ان راویوں نے آپ سے نقل کی ہیں جو کوفہ کے باشندے ہیں اور مسئلہ میں تطابق کی صورت یہ ہے کہ مقتدیوں کا امام کے پیچھے سورۂفاتحہ پڑھنا باعث ہو سکتا ہے اس امر کا کہ امام اور ماموم دونوں کے ساتھ ساتھ قراۃ کرنے سے منازعت (کبھی امام آگے پڑھ رہا ہے تو کبھی ماموم یا منازعت سے مراد مختلف آوازوں کی صوتیاتی حالت) ہو سکتی ہے اور مقتدی کو اس موقع پر مناجات (اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی) مطلوب ہے۔ بدیں سبب ماموم کے قرأت کرنے میں بمصلحت ایک مفسدہ بھی ہے، اس لئے رفع تعارض کی یہ صورت مناسب ہے کہ مقتدیوں میں سے جو شخص اپنی آواز پر قادر ہو وہ تو سورۂ فاتحہ پڑھ لیا کرے لیکن جسے اپنی صوت پر قابو نہ ہو، اسے امام ہی کی قرأت پر اکتفا کرنا چاہئے۔

نماز میں کونسی سورتیں پڑھے؟

(146) بروایت ابوبکر- احنف فرماتے ہیں، میں نے حضرت عمرؓ کی اقتدا میں نماز فجر ادا کی۔ آپ نے دونوں رکعتوں میں سورۂ یونس اور سورۂ ہود پڑھیں۔

زید بن وہب سے مروی ہے، حضرت عمرؓ نے پوری سورۂ کہف ایک نماز میں تلاوت کی۔

عبداللہ بن عامر سے روایت ہے، حضرت عمرؓ نے ایک نماز کی دونوں رکعتوں میں سورۂ یوسف ترتیل کے ساتھ پڑھی۔

حالت قیام میں رقت

(147) بروایت ابو بکر - عبداللہ بن شداد سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کی اقتدا میں نماز پڑھی، جب آیہ :اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّیْ وَ حُزْنِیْۤ اِلَی اللّٰهِ پر پہنچے تو آپ کی آواز رقت سے رک گئی۔

فجر کی سورتیں

(148) بروایت امام مالکؒ و شافعیؒ - حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کی طرف فرمان میں لکھا "نماز فجر تاروں کے سائے میں پڑھو اور فرض نماز میں مفصلات سے کوئی طویل سورت پڑھو"۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، اگر نماز میں گریہ وبکا خوف عقبیٰ کی بنا پر ہو تو نماز باطل نہیں ہوتی۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ کی اس قرأت میں امام شافعیؒ کے لئے یہ استدلال ہے کہ ہر نماز کی پہلی رکعت دوسری رکعت سے بہت زیادہ طویل ہے۔

نماز کی سورتوں کا ایک اور خاکہ

یعنی امیر المومنین نے کونسی نماز میں کونسی سورت پڑھی

نام محدث	نماز فجر	نماز ظہر	نماز عصر	نماز مغرب	نماز عشاء	کیفیت
(149) ابو بکر		ق و ذاریات				
(150) ابو بکر				مفصلات کی آخری سورت		ابو موسیٰ کے نام امیر المومنین کے تحریری فرمان سے دکھایا

نام محدث	نماز فجر	نماز ظہر	نماز عصر	نماز مغرب	نماز عشاء	کیفیت
(151) ابوبکر				التین و الم ترکیف		
(152) ابوبکر					مفصلات کی متوسط سورتیں	ابوموسیٰ کے نام امیر المومنین کے تحریری فرمان سے دکھایا
(153) ابوبکر					اذاالسماء انشقت	
(154) ابوبکر	الم ترکیف ولایلاف					در سفر حج بیت اللہ خواندہ
(155) ابوبکر	یاایھا الکافرون و قل ھو اللہ					
(156) امام ابوحنیفہ	یاایھا الکافرون و لا یلاف قریش					ا۔ امام محمد (صاحب ابو حنیفہ) فرماتے ہیں کہ نماز فجر میں اس قدر چھوٹی سورتیں جائز ہیں، لیکن امام مقیم ہو تو اسے طویل سورتیں پڑھنی چاہئیں۔
(157) ابوبکر				آل عمران دونوں رکعتوں میں		راوی کہتا ہے کہ اس (سورہ) کا تعین میں نے حضرت عمرؓ کی آواز کے بعض جملوں سے کیا۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت پر امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ "نماز میں اخفا و جہر دونوں فی ذاتہ واجب نہیں" مگر احناف کا اس پر نقض ہے کہ اخفا کے موقع پر کسی ایک یا دو کلموں کا لوگوں کو سنا دینا اخفا کی حد سے خارج نہیں

نام محدث	نماز فجر	نماز ظہر	نماز عصر	نماز مغرب	نماز عشاء	کیفیت
(158) امام شافعیؒ		ق				
(159) ابو بکر	کبھی سورۂ بقرہ سے اور کبھی سورۂ آل عمران سے یک صد اور چھوٹی سورتوں میں، ایک اور سورت یا طویل سورتوں میں سے کسی ایک کا ابتدائی حصہ					

(160) بروایت ابو بکر و بخاری - امیر المومنین کے حضور شکایت کی گئی کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (کوفہ کے عامل) نماز پڑھاتے ہوئے طویل سورتیں پڑھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے سعدؓ کو مدینہ بلا کر جواب طلب فرمایا۔ سعدؓ نے عرض کیا کہ میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سی طویل رکعت کے مطابق پڑھاتا ہوں اور میں پہلی دو رکعتوں میں دوسری دو سے زیادہ دیر قیام کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا "اے ابو اسحاق (کنیت سعد) آپ کے متعلق میرا ایسا ہی گمان ہے (یعنی اس قدر تعدیل قیام میں اتباعِ سنت)۔

(161) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ ظہر کی نماز زوال آفتاب کے بعد (فوراً) پڑھتے اور پہلی رکعت طویل کرتے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے اس فعل میں امام شافعیؒ کے لئے دلیل ہے جو پہلی رکعت کو طویل کرنے میں استحباب سمجھتے ہیں۔

سجدہ ہائے تلاوت

(162) بروایت امام مالکؒ و امام شافعیؒ - (خطبۂ جمعہ میں) حضرت عمرؓ نے (منبر پر) سورۂ سجدہ کی تلاوت فرمائی (جب آیت سجدہ پر پہنچے) تو منبر سے اتر کر سجدہ ادا کیا اور انہیں دیکھ کر نمازیوں نے بھی سجدہ ادا کیا۔

اس کے بعد دوسرے جمعہ میں بھی یہی سورۃ (السجدۃ) تلاوت فرمائی مگر آج جب آیت سجدہ پر پہنچے اور نمازی سجدہ کا اہتمام کرنے لگے تو اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا

اے لوگو! توقف کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سجدہ (تلاوت) ہم پر فرض نہیں کیا بلکہ اسے ہم پر چھوڑ دیا ہے، ادا کریں یا نہ کریں۔ اور آپ نے پوری سورہ (سجدہ) تلاوت فرمادی مگر خود بھی سجدہ نہ کیا اور حاضرین کو بھی یہ سجدہ کرنے سے منع فرمادیا۔

(163) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "مفصل[23]" سورتوں میں سجدہ نہیں۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، آپ کا منشا ان سورتوں میں سجدہ کے سنت نہ ہونے سے ہے۔

ایک ہی رکعت میں دو سورتیں

(164) بروایت ابوبکر - حصین بن سبرہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ آپ نے پہلی رکعت میں سورۂ یوسف اور دوسری میں سورۃ النجم پڑھی (النجم کے سجدہ پر) آپ نے (نماز ہی میں) سجدہ ادا کیا، پھر قیام فرمایا اور النجم کے ساتھ سورۂ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ ملا کر پھر رکوع فرمایا۔

(165) بروایت ابوبکر - ابورافع الصائغ فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ نے ہمیں نماز عشاء پڑھائی، سورۂ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ تلاوت کی، اس کی آیت سجدہ پر انہوں نے سجدہ کیا اور ہم سب نے بھی کیا۔

(166) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے سورۂ حج میں درحالت ادائے نماز دو سجدہ ہائے تلاوت ادا کئے۔

(167) بروایت ابوبکر - ابن عباسؓ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے سورۂ ص میں سجدہ تلاوت ادا فرمایا۔

حالتِ قیام صلوٰۃ میں خارجی امور کا ذہن میں آنا

(168) بروایت ابو بکر - جس وقت بحرین سے جزیہ آیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا نماز کی حالت میں بھی میرا گمان[24] اس کی طرف آتا رہا۔

(169) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے فرمایا (بعض اوقات) مجھے نماز میں بھی لشکر کی تیاری کا خیال آہی جاتا ہے۔

رفع الیدین

(170) بروایت ابو بکر و ترمذی - حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نماز میں رکوع جاتے، اس سے اٹھتے ہوئے اور قیام و قعود میں رفع الیدین کرتے ہوئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ دونوں کو دیکھا (قیام و قعود سے منشا یہ ہے کہ رکوع سے اٹھتے ہوئے ایک دفعہ، پھر رکوع سے سجدہ میں جاتے ہوئے، اسی طرح سجدہ سے اٹھتے اور پھر دوسرے سجدہ میں جاتے ہوئے)۔

(171) بروایت بغوی و بیہقی - حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف دو حالتوں میں رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا۔ ایک رکوع جاتے اور اس سے اٹھتے وقت دوسرے تشہدِ اولیٰ میں رفع الیدین کرتے دیکھا۔

(172) بروایت ابو بکر - اسود سے مروی ہے، میں نے حضرت عمرؓ کی اقتداء میں نماز پڑھی اور آپ کو صرف تکبیر اولیٰ میں رفع الیدین کرتے دیکھا۔

حضرت عمرؓ کے اختیار و ترک رفع الیدین پر شاہ ولی اللہ کا محاکمہ

فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ کے اس تضادِ عمل پر شوافع و احناف دونوں اپنے اپنے مسلک کے مطابق ترجیح روایات پر مائل ہیں، مگر میرے نزدیک اس میں تطابق کی یہ صورت ہے کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک رفع الیدین مستحب تھا، اس لئے کبھی اس پر عمل فرماتے

اور کبھی یونہی گزر جاتے، جیسا کہ حضرت عمرؓ نے سجدہ ہائے تلاوت میں عمل فرمایا۔

حالت رکوع میں گھٹنے پر ہاتھ رکھنا

(173) بروایت امام شافعیؒ۔ گھٹنوں کو ہاتھوں سے پکڑے رکھنا سنت ہے۔

اے مسلمانو! اس کا خیال رکھو۔

(174) بروایت امام ابو حنیفہؒ - حضرت عمرؓ رکوع میں اپنی ہتھیلی گھٹنوں پر رکھتے (گھٹنے سے مطلب محض الصاق نہیں بلکہ ان کے زور پر خود کو جھکائے رکھنا بھی ہے)

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، امام ابو حنیفہ اور ابراہیم (نخعی) نے اس روایت پر تطبیق ترک فرمادی[25]

رکوع و سجدہ کی دعا اور عنوان

(175) بروایت ابو بکر - امیر المومنین رکوع وسجود میں **سبحان اللہ وبحمدہ** تقریباً پانچ پانچ مرتبہ پڑھتے۔

(176) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ رکوع سے اٹھ کر پورے قیام سے قبل ہی کلمہ **سمع اللہ لمن حمدہ** ختم کر لیتے۔

(177) ایضا بروایت ابو بکر - امیر المومنین رکوع میں گھٹنوں پر زور دے کر جھکے رہتے۔

(178) ایضا بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ فرماتے کہ ابن آدم کا سجدۂ صلوٰۃ سات اعضا پر ہے، پیشانی، دونوں ہتھیلی، دونوں گھٹنے، دونوں پیروں کی انگلیاں (یعنی ان حصوں کو زمین سے پوری طرح لگائے رکھے جیسا کہ اس کے بعد کی روایت میں منقول ہے)۔

(179) وایضا بروایت ابو بکر - حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ جب کوئی سجدہ کرے تو ہاتھ کی دونوں ہتھیلی زمین سے لگالے۔

سجدہ گاہ پر کسی شے کا استعمال

(180) وایضابروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر زمین زیادہ ٹھنڈی یا گرم ہو تو سجدہ گاہ پر کپڑا رکھ لے۔

دعائے قنوت

(181) بروایت شافعیؒ- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ و جناب عمرؓ صبح کی نماز میں رکوع کے بعد قنوت پڑھتے۔

(182) بروایت ابو بکر -مالک اشجعی فرماتے ہیں ، میں نے اپنے والد سے عرض کیا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہ سب حضرات کا اقتداء کیا ان میں سے کوئی قنوت بھی پڑھتا تھا ؟ فرمایا، اے فرزند من! یہ نئی چیز ہے۔

(183) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھی۔

(184) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نماز فجر میں اکثر مرتبہ قنوت پڑھتے۔

(185) بروایت ابو بکر - حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے کہ اگر پورا عالم ایک فراخ یاد شوار گزار راہ پر گامزن ہو اور جناب عمرؓ ان سب سے ہٹ کر کسی دوسری راہ پر جادہ پیما ہوں تو میں حضرت عمرؓ کی راہ پر چلوں گا، اگر چہ وہ راستہ دشوار گزار ہی کیوں نہ ہو۔ اگر حضرت عمرؓ نے قنوت کیا ہوتا تو عبد اللہ (خود کو فرماتے ہیں) بھی ایسا کرتا۔

(186) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نماز پڑھاتے اور رکوع کے بعد آپ قنوت بھی کرتے ، جس میں اپنے دونوں ہاتھ اس طرح بلند فرماتے کہ آپ کے دونوں بازو ہمیں صاف دکھائی دیتے اور قنوت کی آواز تو مسجد سے باہر بھی سنی جاتی۔

(187) بروایت ابو بکر ، زید بن وہب فرماتے ہیں - حضرت عمرؓ نے نماز فجر

میں رکوع سے قبل قنوت پڑھی۔

(188) اور اسی طرح ابو عثمان النہدی سے مروی ہے (یعنی بروایت ابو بکر)

اختیار و ترک قنوت پر شاہ ولی اللہ کا محاکمہ

فرماتے ہیں اس مسئلہ میں مختلف روایات کی وجہ سے کئی مسلک قائم ہو گئے۔ بعض روایتوں میں ترکِ قنوت ہے اور کسی میں قبل از رکوع اور کہیں بعد از رکوع قنوت پڑھنے کا تذکرہ ہے۔

میرے نزدیک اس مسئلہ میں اختلافِ روایات کو اختلافِ احوال و ظروف پر محمول کرنا چاہئے۔ یعنی

1۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب (مراد از خلفائے اربعہ) کو قومی مصیبت کا سامنا ہوتا تو قنوت فرماتے۔

2۔ مگر زمانۂ امن میں اسے ترک فرمادیتے۔

پس اگر ان حضرات (خلفائے اربعہ) میں سے کسی نے ایک زمانہ میں قنوت فرمائی اور دوسرے عہد میں اسے ترک فرمادیا تو وہ بھی مصیب ہے۔ اور اگر ان میں کسی نے ہمیشہ قنوت فرمائی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام پر حوادث کا تسلسل اس کے عہد میں منقطع نہیں ہوا، تو یہ بھی مصیب ہے۔ الغرض جس صاحب نے جس حالت میں قنوت فرمایا، اسے مصیب ہی سمجھئے۔ کیونکہ قنوت کا مورد حوادث پر ہے نہ کہ وہ بغیر کسی وجہ موجہ کے سنت راتبہ ہے۔ جیسا کہ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نماز فجر میں قنوت کرلے تو مستحسن ہے، مگر خود ثوریؒ کا یہ عمل نہ تھا۔

امام احمدؒ اور اسحاقؒ (ابن راہویہ) کا فتویٰ ہے کہ صلوٰۃ فجر میں قنوت نہ کیا جائے الا یہ کہ مسلمان کسی بلا (نازلہ) میں گھر جائیں تب بھی امام (وقت) اسلامی لشکر کی فیروز مندی کے لئے قنوت میں دعا کرے۔

تشہد کے مسائل

(189) بروایت ابوبکر - محمد بن الحسن نے حمید بن عبدالرحمٰن سے روایت کی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تشہد کے بغیر نماز نہیں ہوتی...... لیکن محمد بن الحسن نے بغیر واسطہ حمید نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو فرماتے ہوئے پایا کہ تشہد کے بغیر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

(190) بروایت امام مالکؒ وامام شافعیؒ - امیر المومنین بر سر منبر لوگوں کو اس تشہد کی تعلیم فرما رہے تھے۔

التحيات لله الزاكيات لله الطيبات الصلوة لله السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله .

مگر بغوی کے الفاظ اس روایت میں الطیبات لله والصلوة ہیں۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ یہی (مذکورۂ صدر) تشہد ہم نے اپنے بچپن میں اس دور کے اہل علم فقہا سے سیکھا تھا، لیکن بعد میں جب خود ہم نے اسی تشہد کی جملہ اسناد پڑھیں تو جو تشہد ہم نے اپنے بچپن کے بعد سنا ان دونوں کی اسناد کا تجزیہ کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ دوسرا تشہد باعتبار سند اس سے زیادہ قوی نہ تھا۔ مگر امام شافعیؒ کا یہ قول قدیم ہے اور قول جدید میں فرماتے ہیں کہ پھر جب ہمارے سامنے ہمارے ہی اصحاب کی مرویات سے حدیث مرفوع آئی تو ہم اس پر عامل ہو گئے۔

مسائل درود

(191) بروایت ترمذی وبغوی - امیر المومنین فرماتے ہیں کہ جس دعا کے بعد تم درود نہیں پڑھتے وہ زمین اور آسمان کے درمیان معلق رہ جاتی ہے۔

(192) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلوات اللہ علیہ ان کلمات سے تعوذ فرماتے: **اعوذ بالله من الجبن والبخل وعذاب القبر وفتنة الصدر.**

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ آپ یہ (مذکورہ) کلمات ختم نماز اور تسلیم سے قبل پڑھتے۔

کیفیتِ "تسلیم"

(193) بروایت ابوبکر - جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ (ختم نماز کے بعد) صرف ایک ہی طرف سلام فرماتے۔

(194) بروایت امام شافعیؒ - حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کو دیکھا کہ ختم نماز کے بعد دائیں اور بائیں دونوں طرف سلام فرماتے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، میرے نزدیک اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ایک تسلیم تو بلا کراہت واجب ہے، مگر دونوں طرف کا سلام زیادہ بہتر اور اکمل ہے۔ رہا امیر المومنین کا گاہے ایک طرف اور کبھی دونوں طرف کا سلام تو اس کی مثال سجدہ سہو کی ہے۔

سجدۂ سہو

(195) بروایت بیہقی - امیر المومنین عمر فاروقؓ نے دوسرے صحابہؓ (کرام)

سے دریافت کیا کہ اگر نماز میں رکعات کا شبہ ہو جائے ؟ اس پر عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا :

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا شك في الاثنين والثلاث فليجعلهما اثنين واذا شك في الثلاث والاربع فليجعلها ثلاثاً، حتى يكون الوهم في الزيادة.

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اگر کسی کو اس میں شبہ پیدا ہو جائے کہ اس نے دو رکعت ادا کی ہیں یا تین تو اسے انہیں دو سمجھنا چاہئے اور اگر تین یا چار میں شبہ پیدا ہوا، تب انہیں تین سمجھے۔ یعنی شبہ میں زیادہ کو وہم سمجھے اور کم تعداد پر بھروسہ رکھے۔

پس امیر المومنین حضرت عمرؓ نے اسی پر عمل فرمایا۔

قصر صلوٰۃ

(196) بروایت امام شافعیؒ و مسلمؒ۔ یعلی بن امیہ فرماتے ہیں، میں نے امیر المومنین سے عرض کیا کہ حکم قصر پر جو یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ :

اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا،

(النساء : 101)

اے مسلمانو ! اگر تمہیں دشمنوں کی طرف سے مقاتلہ کا خطرہ ہو تو نمازوں میں قصر کر لیا کرو۔ مگر اب تو ہمیں کسی دشمن کی طرف سے یہ خوف نہیں، پھر قصر کی کیا گنجائش ہے ؟

فرمایا (اے یعلی) مجھے بھی اسی قسم کا خیال آیا تھا مگر جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور عرض کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

صدقۃ تصدق اللہ بہا علیکم فاقبلوا صدقتہ۔

(اے عمر!) اب (یہ قصر) صدقہ ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا۔ صدقہ قبول کر لینا چاہئے۔

(197) بروایت امام مالکؒ و امام شافعیؒ - ابن المسیب فرماتے ہیں کہ جہاں چار شب تک قیام کی نیت ہو، وہاں پوری نماز پڑھے۔ اس روایت کے بعد امام شافعیؒ نے مسافر کے لئے قصر صلوٰۃ کی مدت چار شب پر، حضرت عمرؓ کے مندرجہ ذیل فیصلہ سے استدلال فرمایا ہے کہ آپ نے مجوس و یہود اور نصاریٰ کے لئے قانون بنا رکھا تھا کہ جو ان میں سے مسافرانہ طور پر مدینہ منورہ میں آئے وہ تین روز سے زیادہ قیام نہ کرے (یعنی مسافر تین یوم تک حالت سفر میں ہے اس لئے قصر بھی تین ہی روز تک کی نیت پر ہے)۔

(198) بروایت بیہقی - حضرت عمرؓ مکہ معظمہ تشریف لائے تو دو رکعت نماز ادا فرمائی مگر اہل مکہ سے فرمایا کہ ہم تو مسافر ہیں آپ لوگ پوری نماز پڑھئے۔

(199) بروایت امام مالکؒ - ایضاً۔

(200) بروایت ابو بکر - ایضاً۔

(201) وبروایت ابو بکر - امیر المومنین نے فرمایا ہے کہ سفر کی دو رکعتیں ہیں اور عیدین و جمعہ کی دو دو رکعتوں میں مسافر کے لئے کوئی قصر نہیں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قصر کے لئے سفر کی مسافت

(202) وبروایت ابو بکر - اللجلاج فرماتے ہیں، ہم نے حضرت عمرؓ کی معیت میں سفر کیا تو تیسرے میل ہی پر آپ نے نماز میں قصر فرمالیا۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں اس روایت نمبر (202) کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص کسی طویل سفر کے لئے گھر سے نکلے تو وہ تیسرے میل سے قصر صلوٰۃ شروع کر دے۔

(203) بروایت امام شافعیؒ - کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے تحریری فرمان بھیجا کہ دو نمازوں کا جمع کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، احناف نے اسی (نمبر 203) سے یہ استدلال کیا ہے کہ سفر میں جمع بین الصلوٰتین نہ کی جائے، لیکن امام شافعیؒ فرماتے ہیں، یہ روایت (نمبر 203) مرسل ہے (جیسا کہ اصل عبارت میں "کہا جاتا ہے" یعنی یُذکر بصیغۂ تمریض ہے) اور اگر حنفیہ کا فتویٰ صحیح مان لیا جائے تو جبکہ سفر اور بارش دونوں میں صعوبت ہے، کیونکہ جمع (بین الصلوٰتین) میں مضائقہ تسلیم کر لیا جائے جبکہ بعینہٖ صحیح روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوۂ تبوک میں جمع صلوٰتین ثابت ہے --اور حضرت عمرؓ خدا اور رسول ﷺ کے احکام کو خوب جانتے تھے۔ اگر یہ منع (جمع بین الصلوٰتین) ہوتا تو امیر المومنین ضرور ایسا ہی کرتے۔ یعنی شاہ ولی اللہ کے نزدیک جمع جائز ہے اور یہ روایت بسبب مرسل ہونے کے ناقابل حجت ہے۔

دورانِ نماز میں نکسیر کا مسئلہ

(204) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے ایسے شخص کے لئے جسے نماز میں نکسیر پھوٹ آئے، یہ فتویٰ دیا کہ وہ نماز چھوڑ کر نکسیر دھولے اور پھر اسی حصہ سے نماز شروع کرے جہاں اس نے ترک کی تھی (یعنی نہ تو نکسیر ناقض وضو ہے، نہ یہ کہ اس سے قبل جو جس قدر نماز ادا کرلی، وہ باطل قرار پا گئی)۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ حنفیہ کا یہ اصرار ہے کہ نکسیر سے وضو باطل ہو جاتا ہے، اس لئے ایسے شخص کو تجدید وضو کر کے از سر نو نماز شروع کرنا چاہئے۔

مگر امام شافعیؒ نے قولِ قدیم میں یہ فرمایا ہے کہ نکسیر سے وضو باطل نہیں ہوتا اور حدیث میں جو لفظِ وضو آیا ہے تو اس سے مراد غسل (دَم) ہے (وضو نہیں) اور جس شخص کو حالتِ نماز میں کسی خارجی نجاست سے سابقہ پڑے (بدن یا کپڑے کے حصہ پر) تو وہ (نماز سے علیحدہ ہو کر اسے دھولے اور پھر نماز شروع کر دے) مگر امام شافعیؒ نے قولِ جدید میں اس فتویٰ سے رجوع فرمالیا تھا۔

حالتِ نماز میں ہاتھ کا اشارہ

(205) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے بیت اللہ میں نماز پڑھتے ہوئے سورۂ لایلاف قریش تلاوت فرمائی اور جب فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَاا لْبَيْتِ پر پہنچے تو کعبہ کی طرف اشارہ فرمایا۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے دورانِ نماز کسی آیت کے مفہوم کی طرف اشارہ کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

عیدین کی تکبیریں

(206) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ عیدین کی نماز میں بارہ تکبیریں کہتے، سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری میں۔

(207) بروایت امام شافعیؒ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین نے عیدین اور صلوٰۃ استسقاء میں بارہ تکبیریں کہیں اور خطبہ سے قبل نماز ادا فرمائی۔ ان میں قرأت جہری تھی۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، اہل کوفہ کا یہ عمل ہے کہ نمازِ جنازہ کی طرح عیدین کی تکبیریں بھی چار چار ہی ہیں (جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ سے مروی ہے)۔

اور میرے نزدیک اس کی توجیہہ یہ ہے کہ شریعت کا منشا دونوں عیدوں میں

(نماز و غیر نماز ہر دو حالات) تکبیرات کی کثرت ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ میں فرمایا:

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ o (البقرہ: 185)

اے مومنو! لازم ہے تم اس موقع پر تکبیرات کی کثرت کا خیال رکھو تاکہ تم اللہ کا شکر ادا کر سکو۔

اور سورۂ حج میں ارشاد ہوا کہ:

لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ o (الحج: 37)

اے مومنو! تاکہ تم اللہ کی فرمودہ ہدایت کے مطابق تکبیرات کہو اور (اے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم) نیکی کرنے والوں کو بشارت دے دو۔

پس جو شخص ہر رکعت میں تین تین تکبیریں کہتا ہے، وہ بھی مصیب ہے، اس لئے کہ تکبیر کی ابتدا تین سے شروع ہوتی ہے اور جو شخص بارہ تکبیریں کہتا ہے، وہ بھی حق بجانب ہے۔

نوافل

صلوٰۃ عیدین کی سورتیں اور خطبہ

(208) بروایت ابو بکر - امیر المومنین عیدین کی پہلی رکعت میں سورۂ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور دوسری میں سورۂ هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ تلاوت فرماتے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔[26]

(209) بروایت امام شافعیؒ - حضرت عمرؓ نے ابو واقد اللیثی سے دریافت فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں کون کون سی سورتیں تلاوت فرماتے؟ عرض کیا عید فطر اور اضحیٰ دونوں میں سورۂ ق، اور سورۂ اقتربت الساعۃ۔

(210) بروایت شافعیؒ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین عیدین میں نماز کے بعد خطبہ ارشاد فرماتے۔

(211) بروایت شافعیؒ - امیر المومنین نے بارش کے موقع پر عید کی نماز میدان کی بجائے مسجد میں ادا فرمائی۔

نمازِ استسقاء کے مسائل

(212) بروایت شافعیؒ - حضرت عمرؓ نے نماز استسقاء پڑھائی اور آپ کی دعا میں زیادہ حصہ استغفار کا تھا۔

(213) ایضاً بروایت شافعیؒ - زمانۂ فاروق اعظمؓ میں زلزلہ آیا، ہم نے امیر المومنین سے عرض کیا، آپ نے نماز پڑھائی اور خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں صدقہ اور توبہ کی تلقین فرمائی۔

(214) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نمازِ استسقاء کے بعد منبر پر تشریف لائے اور آیۂ ذیل کی تفسیر فرمائی:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًاۙ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًاۙ (71:1)

اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، وہ غفار ہے، وہ تم پر آسمان سے مسلسل پانی برسائے گا۔

اس کے بعد آپ منبر سے اتر آئے، اصحاب نے عرض کیا، دعائے استسقاء تو آپ نے فرمائی ہی نہیں؟ فرمایا میں نے اس ستارے[27] کے توسل سے دعائے باران کی ہے، جس کے قرب سے بارش ہوتی ہے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں، امام ابو حنیفہؒ کا فتویٰ ہے کہ استسقاء[28] میں نماز پڑھنا سنت نہیں ہے۔ مگر امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استسقاء کی نماز پڑھنا ثابت ہے اور یہ حدیث ان حضرات سے مروی ہے عبداللہ بن ثابتؓ سے،

ابن عباسؓ سے، جعفر بن محمدؒ سے اور شیخین سے۔

اور میرے نزدیک (شاہ ولی اللہ کا محاکمہ) اس کی توجیہہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص محض دعا پر اکتفا کرے تو وہ بھی مصیب ہے، کیونکہ اصل تو بارش کے لئے دعا کرنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین نے دعا بھی کی۔ اور اگر کوئی شخص نماز اور دعا دونوں پر عمل کرے تو وہ بہت زیادہ مصیب ہے کیونکہ دعا کی قبولیت نماز کے ساتھ بہت زیادہ متوقع ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت عمرؓ کے طریق سے بھی یہی ثابت ہے۔

نمازِ تراویح

(215) بروایت مالکؒ - ابن عبدالقاری فرماتے ہیں، شب رمضان میں مجھے حضرت عمرؓ کے ساتھ مسجد میں جانے کا اتفاق ہوا، وہاں ہر ایک شخص فرادیٰ فرادیٰ (الگ الگ) نوافل پڑھ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر امیر المومنین نے فرمایا، بہتر معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ایک قاری کی اقتدا میں نماز پڑھنے کا مشورہ دوں، امیر المومنین نے انہیں حضرت ابی بن کعب کی اقتدار میں یہ نوافل پڑھنے کا فرمان دیا۔

پھر دوسری شب کو میں امیر المومنین کے ہمراہ مسجد میں آیا، تب لوگ کل کی ہدایت کے مطابق یہ نماز با جماعت ادا کر رہے تھے۔ آج حضرت عمرؓ نے انہیں دیکھ کر فرمایا یہ ایک اچھی بدعت ہے۔ جو لوگ ان راتوں میں سو جاتے ہیں، ان سے جاگنے والے بہتر ہے مگر اس سے منشائے عالی (جناب عمرؓ) آخر شب میں ادائے نماز سے تھا، کیونکہ اس وقت اوّل شب تھی اور لوگ مصروفِ صلوٰۃ تھے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ کے الفاظ میں "بدعت" کا استعمال لوگوں کے یکجا ہو کر نماز پڑھنے کی تحسین پر ہے کیونکہ ان نوافل (رمضان) کا فی ذاتہٖ سنت ہونا مسلم[29] ہے۔

تعدادِ رکعاتِ تراویح

(216) بروایت امام مالکؒ وامام شافعیؒ-امیر المومنین نے حضرت ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو تراویح میں گیارہ رکعتیں پڑھائیں۔ یہ آٹھ نوافل اور تین وتر ہیں۔

(217) بروایت امام مالکؒ - عہد فاروقی میں لوگ تئیس رکعات شب کو نماز تراویح پڑھتے۔ بیس تراویح اور تین وتر۔

لیلۃ القدر

(218) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا، مسلمانو! تمہیں معلوم ہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

(219) بروایت ابوبکر - (عن حبیب) حضرت عمرؓ نے فرمایا (ماہ رمضان کی) راتوں کا آخری حصہ ابتدائی حصہ سے زیادہ بابرکت ہے۔ (اسی طرح سائب اور ابن عباسؓ سے مروی ہے)

(220) بروایت ابوبکر - امیر المومنین نے قاریوں کو طلب فرما کر ہدایت کی کہ زیادہ روانی سے پڑھنے والے قاری تیس، متوسط رفتار والے پچیس اور ان سے کم رفتار قرأۃ والے بیس آیتیں نماز تراویح میں پڑھیں۔

نمازِ چاشت

(221) بروایت ابوبکر - حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے دریافت کیا، آپ چاشت کے نوافل پڑھتے ہیں؟ فرمایا نہیں۔ سائل نے پوچھا، حضرت عمرؓ اور ابوبکرؓ؟ فرمایا نہیں۔ سائل! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فرمایا، میرا خیال ہے کہ نہیں۔

(222) بروایت بغوی - حضرت ابن عمرؓ سے سائل نے پوچھا کہ چاشت کے نوافل پڑھنے چاہئیں؟ فرمایا نہ میں ان سے منع کرتا ہوں، نہ ان کا فتویٰ دیتا ہوں، کیونکہ شہادت عثمانؓ تک تو کسی نے یہ نماز ادا نہیں کی...... بایں ہمہ نئے نئے طریقوں میں سے یہ نماز (چاشت) مجھے زیادہ پسند ہے[30]

نمازِ وتر

(223) بروایت ابوبکر - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ دونوں سے دریافت فرمایا، آپ صلوٰۃِ وتر کب ادا کرتے ہیں؟ ابوبکرؓ نے عرض کیا اوّلِ شب میں، اور عمرؓ نے التماس کی کہ آخر شب میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ سے فرمایا کہ آپ اس میں محتاط رہے، اور عمرؓ سے ارشاد ہوا کہ آپ کو خود پر بھروسہ ہے[31]

(224) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ فرماتے ہیں، مجھے زیادہ مرغوب ہے کہ شب میں وتر ادا کرلوں کہ مبادا پوری رات صلوٰۃ تہجد میں گزر جائے اور وتر پڑھنے کا موقع فجر کے بعد ملے[32]

(225) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے وتر کی تین رکعت ایک سلام کے ساتھ پڑھیں۔

(226) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے صلوٰۃ وتر میں سورۂ فلق اور سورۂ والناس پڑھی۔

(227) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے صلوٰۃ وتر خالی زمین پر ادا فرمائی۔

(228) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے صلوٰۃ وتر میں رکوع سے قبل قنوت پڑھی۔

(229) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے صلوٰۃ وتر میں سب سے پہلے (وتر میں) قنوت پڑھی۔

شاگرد نے اپنے استاذ عطا سے پوچھا، رمضان کے نصف آخر میں ایسا اتفاق ہوا ہوگا۔ عطا نے فرمایا، آپ صحیح کہتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، وتر میں قنوت پر (ائمہ اربعہ کا) اختلاف ہے، مگر میرے نزدیک اس کی توجیہہ یہ ہے کہ وتر میں قنوت (ایک مستقل) دعا ہے۔ پس جس کسی نے اس قنوت پر استمرار کیا، وہ مصیب ہے اور جس نے (صرف) رمضان کے نصف آخر میں اس پر التزام کرلیا، اس نے اہم معاملہ پر عمل کیا، کیونکہ رمضان کے نصف آخر میں اجابت دعا کی بہت زیادہ امید کی جاسکتی ہے۔

سجدۂ شکر کے نوافل

(230) بروایت ابو بکر - ایک عجمی رئیس امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور ملاقات پر سب سے پہلے آپ کے حضور سجدہ کے لئے جھک گیا۔ امیر المومنین نے اسے فرمایا، ارے! اپنا سر اٹھالو۔ سجدہ تو صرف اللہ واحد القہار کے آگے ہے۔

نوافل فجر کا وقت

(231) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز میں تاروں کی روشنی میں دو رکعت سنت ہیں اور مغرب کی نماز میں تاروں کے چمکنے سے قبل دو رکعت سنت۔

(232) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ فرماتے کہ فجر کی دو سنتیں مجھے سرخ اونٹوں کے ریوڑ سے زیادہ محبوب ہیں۔

(233) بروایت ابو بکر - ایک شخص فجر کی سنت پڑھ کر لیٹ رہا تھا، حضرت

عمرؓ نے فرمایا، اسے کنکری مار کر اٹھادو۔[33]

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو اس موقع پر اضطجاع فرماتے تو یہ طریق عبادت نہ تھا بلکہ عادتاً یا رفع کلفت کے لئے تھا۔[34]

نوافل ظہر

(234) بروایت ابوبکر - میں نے حضرت عمرؓ کو ظہر میں فرض سے قبل چار رکعات پڑھتے دیکھا۔

(235) بروایت ابوبکر - امیر المومنین نے ظہر کی پہلی چار سنتوں میں پوری سورہ ق پڑھی۔

(236) بروایت ابوبکر - ابن عمرؓ (حضرت عبداللہؓ) فرماتے ہیں، میں نے امیر المومنین کو دیکھا، ظہر میں آپ نے فرضوں سے قبل چار رکعات پڑھیں۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، غالباً یہ رکعتیں یا تو شکریہ ازالہ زوالِ وقت کی ہوں گی اور ہو سکتا ہے کہ یہ سنت ہائے موکدہ میں سے ہوں۔

(237) بروایت ابوبکر - حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، شیخین اور حضرت عثمانؓ ہر ایک کے ساتھ نماز پڑھی، مگر کسی صاحب نے نماز فجر ادا فرمانے کے بعد طلوع آفتاب سے قبل کوئی اور نماز نہیں پڑھی۔

نماز عصر کے بعد نوافل

(238) بروایت ابوبکر - اگر کوئی شخص عصر کے بعد نوافل پڑھتا تو حضرت عمرؓ اسے سزا دیتے۔

(239) بروایت امام مالکؒ - چنانچہ منکدر (صحابی) نے عصر کے بعد نماز نوافل پڑھی اور امیر المومنین نے انہیں سزا دلوائی۔

نمازِ مغرب سے قبل نوافل

(240) بروایت امام ابو حنیفہؒ - بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین نے مغرب کے فرضوں سے پہلے کوئی نوافل نہیں پڑھے[35]

(241) بروایت ابوبکر - ایک شخص نماز مغرب سے قبل نفل پڑھتے ہوئے ادھر ادھر نگاہ گھمار ہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے دیکھ لیا اور سلام کے بعد اسے طلب فرما کر درے سے ضرب لگا کر فرمایا کہ نماز میں ادھر ادھر نگاہ کرنے کے کیا معنی ہیں؟- لیکن اسے ادائے نوافل پر کوئی زجر نہ فرمائی۔

سفر میں ادائے نوافل

(242) بروایت ابوبکر - حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے ثلاثہ میں سے ہر ایک کے ساتھ سفر کا اتفاق ہوا، مگر ان میں سے کسی صاحب نے سفر میں کوئی صلوٰۃِ نفل فرضوں سے قبل یا ان کے بعد ادا نہیں فرمائی۔ اگر ایسا ہوتا تو میں بھی سفر میں نفل ادا کرتا اور کسی کمی کے بغیر تمام نوافل پورے ادا کرتا۔

(243) بروایت ابوبکر -(عن سالمؒ[36]) بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ سفر میں بھی نوافل ادا فرماتے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، ان روایتوں کے رفع اختلاف کی توجیہ میرے نزدیک یہ ہے کہ پہلی روایت نمبر (242) سنن رواتب (موکد) کے متعلق ہے اور دوسری روایت نمبر (243) نوافل تہجد پر مشتمل۔ (چہ جائے کہ سفر میں ادائے رواتب بھی محل نظر ہے)۔

سجدۂ شکر کے مواقع

(244) بروایت بیہقی - امیر المومنین جب بھی فتح کی خبر سنتے یا کسی درماندہ و بد نصیب شخص کو دیکھتے تو سجدۂ شکر ادا فرماتے۔

(245) بروایت ابو بکر - حضراتِ شیخین شکر کا صرف ایک سجدہ ادا فرماتے۔

حالتِ قعدہ

(246) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ قعدہ میں دو زانو بیٹھتے[37]

نوافل غیر راتبہ میں صرف ایک نفل پر اکتفا

(247) بروایت شافعیؒ - حضرت عمرؓ نے مسجد میں ایک ہی رکعت کے بعد سلام پھیر لیا تو احباب نے اس پر تعجب سے دریافت کیا؟ فرمایا "یہ نفل ہیں جس قدر چاہے ادا کیجئے"۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، امام شافعیؒ نے اس سے یہ دلیل حاصل فرمائی ہے کہ نوافل میں توسع کی کوئی حد نہیں۔

(248) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر تہجد میں معمول سے کوئی رکعت کم ادا ہو اور اسے نماز ظہر سے قبل ادا کرے تو ثواب میں کمی نہ ہو گی۔

اعادۂ نماز

(249) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ ایک نماز ادا کرنے کے بعد اس کا اعادہ مکروہ جانتے۔

التزام و تبلیغ تہجد

(250) بروایت ابو بکر - امیر المومنین خود شب میں دیر تک نوافل ادا

فرماتے اور آخر شب میں اپنے اہل کو (بھی) اس طرح آواز دے کر نماز کے لئے جگاتے

الصلوة ! الصلوة! پھر یہ آیت بآواز تلاوت فرماتے :

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى[38] (طٰہٰ :132)

نوافل غیر راتبہ کتنے کتنے پڑھے ؟

(251) بروایت امام مالکؒ - حضرت عمرؓ فرماتے کہ دن اور رات میں دو دو کر کے نوافل اور ہر دو رکعات کے بعد سلام ہے۔

ادائے نوافل مسجد کی بجائے گھر میں

(252) بروایت ابو بکر - عراق کے چند حضرات نے امیر المومنین سے مسئلہ دریافت کیا کہ اگر مرد گھر میں نوافل ادا کر لے ؟ فرمایا جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ سنا ہے، آج تک کسی نے مجھ سے سوائے آپ کے دریافت نہیں کیا۔

سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال صلو ة الرجل فى بيته نورٌ فنوِّروا بيوتكم .

(حضرت عمرؓ فرماتے ہیں) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر میں نوافل ادا کرنے پر عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ مرد کی نفل نماز اس کے گھر میں نور پیدا کرتی ہے، تمہیں چاہئے کہ اپنے گھروں کو نوافل سے منور کرتے رہو۔

نمازِ جمعہ

نمازِ جمعہ میں مقام کی توسیع

(253) بروایت بیہقی - حضرت ابو ہریرۃؓ (عامل بحرین) نے اپنے مرکز

سے امیر المومنین کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ نماز جمعہ میں تعیین مقام میں اپنا مسلک تحریر فرمائیے۔ حضرت عمرؓ نے ارقام فرمایا کہ جس جگہ لوگ جمع ہو سکیں (وہیں نماز جمعہ پڑھ لو)(ان اجمعوا حیث ما کنتم)

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، امام شافعیؒ نے اس سے استدلال فرمایا ہے کہ اس کے معنی ہر قریہ (بستی) کے ہیں نہ کہ میدان اور جنگل کے[39]

(254) بروایت ابو بکر یحییٰ بن کثیر سے مروی ہے - امیر المومنین نے فرمایا کہ جمعہ کا خطبہ قائم مقام ہے دو رکعتوں کے (جو صلوٰۃ ظہر کی چار فرض رکعتوں میں سے جمعہ میں کم کر لی جاتی ہیں) پس اگر کوئی شخص خطبہ کے وقت نہ پہنچ سکے تو اسے چار رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، میرا خیال ہے کہ آخری کلمہ یحییٰ بن کثیر کا ہے جو انہوں نے امیر المومنین کے فرمان کی شرح میں کہا ہے اور اہل علم میں سے کسی کا اس پر عمل نہیں۔ البتہ اس کے یہ معنی صحیح ہیں کہ جمعہ کے لئے خطبہ ایسی شرط ہے کہ جس کے بغیر یہ نماز پوری نہیں ہو سکتی[40]

(255) بروایت امام مالک وابو بکر - حضرت عمرؓ آیت (جمعہ) فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ کو (تفسیری انداز میں) فامضوا الی ذکر اللہ پیش کرتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ لفظ فامضوا (دوڑو) بصورت تفسیر تھا[41]

(256) بروایت شافعیؒ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ و جناب عمرؓ بھی خطبہ (جمعہ) منبر ہی پر تشریف لا کر ارشاد فرماتے اور دورانِ خطبہ ایک جلسہ (بیٹھ جانا) بھی فرماتے۔

اذانِ جمعہ

(257) بروایت امام مالکؒ و امام شافعیؒ - عہد رسالت مآبؐ اور زمانہ شیخین

میں جمعہ کی اذان ایک ہی تھی، جبکہ آپ حضرات خطبہ کے لئے منبر پر تشریف لے آتے۔

(258) ایضاً بروایت امام مالکؒ و امام شافعیؒ - نماز جمعہ کے لئے عہد فاروقی میں مسجد میں اجتماع ہوتا تو پہلے ہر شخص نوافل پڑھتا۔ پھر امیر المومنین تشریف لاتے، منبر پر رونق فرما ہوتے اور مؤذن اذان پکارتا۔ اب تک نمازی کوئی نہ کوئی بات آپس میں کر بھی لیتے تھے لیکن جونہی اذان ختم ہوتی، حضرت عمرؓ خطبہ شروع فرما دیتے اور حاضرین خاموشی سے سننے لگتے۔

جمعہ کے روز سفر کرنا منع نہیں

(259) بروایت امام شافعیؒ - جمعہ کا روز تھا، ایک شخص مسافرانہ لباس و ہیئت بنائے ہوئے حضرت عمرؓ کے قریب سے گزرا۔ آپ نے دریافت فرمایا تو اس نے عرض کیا کہ مجھے سفر کرنا تھا مگر جمعہ کی وجہ سے التوا کرنا پڑا۔ امیر المومنین نے فرمایا بشوق تشریف لے جائیے، جمعہ سفر سے تو نہیں روکتا۔

غسل جمعہ

(260) بروایت امام مالکؒ - حضرت عمرؓ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ایک صاحب تشریف لائے، انہیں دیکھ کر فرمایا، اب یہ کون سا وقت ہے۔ اس نے عرض کیا، اے امیر المومنین! مجھے بازار جانا تھا جب اذان سنی مسجد کی طرف رخ کر لیا اور صرف وضو پر اکتفا کر سکا۔ فرمایا، وضو بھی تو کافی ہے، مگر آپ کو یہ علم بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج کے لئے غسل کا ارشاد فرمایا ہے۔

حواشی

[1] مثلاً ایک آدمی کا قد 5½ فٹ ہے، تو سایہ بھی 5½ فٹ ہی تک آ جائے، اسی کو "مثل" کہتے ہیں۔ مستفاد از شرح فارسی مؤطا امام مالک، مؤلفہ: شاہ ولی اللہ صاحب، جلد اوّل۔

2ـہ ایک فرسخ مساوی تین میل زمانہ حال کے ہے (ارجح الاقاویل۔از مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی)۔

3ـہ مرادی معنی طویل سورت۔

4ـہ یعنی "فاذا غشی الطنفسة کلها ظل الدار (اصل رسالہ درمذہب فاروق اعظمؓ، ص 89)طنفسہ کے معنی؟ جامہ وبوریامانندے، از شاخ خرمابر پہن یک گز (منتہی الارب، جلد2)اور "پہن" بہ معنیٰ عرض ہے۔

5ـہ مسجد نبویؐ اور مسجد قباکافاصلہ تقریباًدو کوس تک ہے۔

6ـہ مراد از خطہ ٔ مکہ معظمہ بص "ابو محذورہ القرشی الجمعی المکی الموذن" (تہذیب التہذیب جلد12، نمبر1017)

7ـہ مؤلف رسالہ کا مقصوداس روایت سے نمازِ عصر کااوّل وقت متعین کرنا ہے۔

8ـہ یعنی شیخین مصلحتِ وقت کے طور پر غیرت محسوس فرماتے مگر احترامِ حدیث کی وجہ سے منع بھی نہ فرماتے۔

9ـہ مدینہ منورہ میں نمازوں کے لئے اوقات کے اندازے ہی پر نمازی جمع ہو جایا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یوں عرض گزار ہوئے کہ ...... "شب کو رؤیا میں ایک اجنبی شخص آیا، اس نے دو سبز چادریں اوڑھ رکھی تھیں اور وہ ہاتھ میں ایک ناقوس لئے ہوئے تھا۔ میں (عبداللہ) نے اس سے کہا، "آپ یہ ناقوس فروخت کریں گے؟" اس نے کہا "آپ اسے کیا کیجئے گا؟" میں نے کہا "مسلمانوں کو نماز کے اوقات میں جمع کرنے کا کام اس سے لوں گا"۔ اس نے کہا "میں آپ کو اس سے بہتر طریق نہ بتادوں؟" "میں نے کہا، ہاں! ہاں! ضرور!" اس نے کہا "اس موقع پر یوں منادی کرنا چاہئے:

الله اکبر الله اکبر ، اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان محمدرسول الله ، اشهد ان محمد رسول الله ،(پوری اذان مع اقامت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ کی رؤیا سن کر فرمایا "یہ رؤیا انشاء اللہ برحق ہے، عبداللہ تم جاؤ اور بلال کو یہ کلمات بتادو، اس کی آواز تم سے بہتر ہے" (سنن دارمی، باب فی بدا الاذان)

10ـہ مؤلف "رسالہ درمذہب فاروقِ اعظمؓ" (شاہ ولی اللہ) حضرت عمرؓ کا یہی اثر مصفّٰی میں

نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ ...... مترجم گوید رضی اللہ عنہ (وارضاہ) کہ مستحب است در بانگ صبح زیادت "الصلوۃ خیر من النوم" دوبار و امام مالک این کلمہ از حضرت عمرؓ ذکر کردہ است و در حدیث ابی محذورہ آمدہ است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودند فان کان صلوۃ الصبح قلت ...... الصلوۃ خیر من النوم ! الصلوۃ خیر من النوم !واحتمال دارد کہ مؤذن عمرؓ ترک کردہ باشد ایں کلمہ در نفس اذان وبعد اذان گفتہ پس حضرت عمرؓ امر کرد باد خال ایں کلمہ در نفس اذان تا بہ وجہ سنت ادا شود۔ (مصفی شرح مؤطا امام مالک، مؤلفہ: شاہ ولی اللہ۔باب استحباب ادخال الصلوۃ، خیر من النوم فی نداء الصبح)

[11] یعنی فاحذم و معنی الحذر ایضاً ھو قطع الطویل؟ مفہوم (نمبر 103) کے مطابق ہے۔

[12] بات یہ ہے کہ حضرت حسانؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے جو کچھ فرمایا ایسے ہی ہوا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محل ارشاد اور حضرت عمرؓ کے محل منع، دونوں میں زمانے نے جو فرق پیدا کر دیا اس کے ہوتے ہوئے اب یہ موقع نہ تھا کہ مسجد کو بیت بازی کا محل بنالیا جائے۔

[13] بقیع مدینہ منورہ کا قبرستان ہے، یعنی ایسے لوگوں کو قبرستان میں پہنچادیا جائے۔

[14] دراصل اس روایت کے دو حصے ہیں۔ایک حصہ مرفوع (عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہے، دوسرا حصہ موقوف یعنی قول عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ مگر امام بخاری نے اپنی صحیح میں یک جا نقل فرمادیا ہے۔ ملاحظہ ہو باب الصلوۃ فی القمیص والسراویل والتبان والقباء .

[15] عہد فاروق میں غالباً حضرت ابن مسعودؓ اور جناب ابی بن کعبؓ دونوں میں اس مسئلہ پر مکالمہ ہو گیا اور نوبت امیر المومنین تک پہنچی (اب فتح الباری ملاحظہ فرمایئے)

بضمن باب الصلوۃ فی القمیص والسراویل والتبان والقباء ویحتمل ان یکون ابن مسعود، لانه اختلف ھو وابی بن کعب فی الصلوۃ فقال ابیّ الصلوۃ فی الثوب الواحد یعنی لا تکرہ وقال ابن مسعود انما کان ذالک وفی الثیاب قلة فقام عمر علی المنبر فقال القول ما قال ابی ولم بال ابن مسعود ای لم یقصر ، اخرجه عبدالرزاق .

[16] روایت میں لفظ ملتفا ہے۔اس کی شرح شاہ صاحب کی زبانی سنئے۔ یعنی جانبے را از زیر بغل راست بر آوردہ بر کتف چپ انداز دو جانبے را از زیر بغل چپ بر آوردہ بر کتف راست انداز د (مصفی شرح مؤطا، شاہ ولی اللہ۔باب کیف یصلی فی الثوب الواحد کتاب الصلوۃ)

17ھ شاید شاہ صاحب کا یہ مطلب ہے کہ اگرچہ ایک ہی جامہ کیوں نہ ہو۔

18ھ باندی کا کردار اپنے آقا کی خدمت گاری ہے۔ اگر وہ اپنے بناؤ سنگار میں اس قدر اہتمام رکھے تو کتنے فتنے پیدا ہو سکتے ہیں۔

19ھ در موطا کتاب الصلوٰۃ. وجوب استقبال الکعبۃ فی الصلوٰۃ۔

20ھ اصحاب السنن سے مراد یہ حضرات ہیں، امام ابو داوٗد (در سنن ابی داوٗد)، امام نسائی (در سنن نسائی) امام ابن ماجہ (در سنن ابن ماجہ)

21ھ اس مسئلہ میں مؤلف رسالہ ہذا (در مذہب فاروق اعظمؓ) شاہ ولی اللہ کا مسلک ملاحظہ ہو، جس کا تذکرہ انہوں نے اس حدیث (مگر زیر بحث روایت عبداللہ بن مغفلؓ کی بجائے انس بن مالکؓ سے مروی ہے) کے ضمن میں فرمایا ہے کہ ...... مترجم گوید رضی اللہ عنہ وارضاہ، ظاہر ازیں حدیث آنست کہ نے خواندند بسملہ را بجہر ونہ بخفیہ وہمین است مذہب امام مالک، وجمع تاویل کردہ اند بآنکہ "نخواندند" بوجہے کہ مسموع مے شود، پس دلالت کند بر نفی جہر نہ بر نفی قرأۃ مطلقا۔ وفقیر ہیچ دلیلے از فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیافتہ است کہ دلالت کند بر خواندن بسم اللہ خفیہ۔

ودر پیش شافعیؒ خواندنِ بسملہ فرض است زیرا کہ جزو فاتحہ است وجہر بہ بسملہ در صلوٰۃ جہریہ سنت است۔ ودر پیش ابو حنیفہؒ مسنون است خواندنِ آں بطریق اخفا در جہریہ وسریہ واللہ اعلم"۔

(مصفّٰی شرح مؤطا، مؤلفہ: شاہ ولی اللہ، باب لا یقرأ بسم اللہ الرحمن الرحیم اذا افتتح الصلوٰۃ)

22ھ منشا دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا کتابت میں لانے سے ہے۔

23ھ طویل سورتوں میں بعض کے مجموعہ کے لئے لفظ "مفصلات" استعمال کر لیا گیا ہے۔

24ھ اصل نسخہ (در رسالہ مذہب فاروقِ اعظمؓ) میں اس روایت کے لفظ قال عمر انی لاحسب جزیۃ البحرین وانا فی صلوٰۃ میں لفظ "لا حسب" کے نیچے بین السطور "حساب می کنم" لکھا ہے۔ یہ لفظ شاہ ولی اللہ صاحب جامع رسالہ کا نہیں بلکہ کسی غیر کا ہے۔ راقم مترجم کا منشا ظاہر ہے جیسا کہ ترجمہ کر دیا گیا ہے لیکن اگر "حساب می کنم" ہی تسلیم کر لیا جائے تو آخر پوری نماز میں سدا توجہ اور یکسوئی کس کو رہتی ہے۔ یہی معاملہ اس کے بعد کی روایت کا بھی ہے۔

25ھ تطبیق ہے، رکوع میں ہاتھ گھٹنوں کی بجائے دونوں رانوں کے درمیان اس طرح رکھ دینا

کہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں ایک دوسری ہتھیلی سے ملی رہیں۔ یہ معمول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تھا۔

26 مجتہدات حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں یہی ایک حدیث مرفوع نہیں بلکہ بہت سے اور مجتہدات بھی حدیث مرفوع پر مبنی ہیں جس کا منبع یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... ان اللہ تعالٰی جعل الحق علی لسان عمر و قلبه (جامع الترمذی) یعنی بلاشبہ خداوند عالم نے عمرؓ کے دل اور زبان دونوں کو صداقت سے بھر دیا ہے۔

27 اصل روایت میں لفظ "مجادیح" ہے اور مراد اس لفظ سے استغفار کا استعارہ ہے جیسا کہ اسی روایت (214) کے خطبہ میں آیت: اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًاo يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًاo سے واضح ہے۔

28 یہ نکتہ میرے فہم سے بالاتر ہے کہ جو شخص استسقاء کے لئے بستی سے نکل کر جنگل میں جائے اور بغیر نوافل صرف دعا پر اکتفا کرے، بغیر ادائے نماز کے۔

29 یعنی فی ذاتہٖ نماز تراویح بدعت نہ تھی۔

30 اس روایت کو حضرت عمرؓ کے مجتہدات سے بایں وجہ تعلق ہے کہ بقول ابن عمرؓ "شہادت عثمانؓ تک" میں امیر المومنین بھی آجاتے ہیں۔

31 یعنی بلحاظ احوال و ظروف دونوں طریقے مستحسن ہیں۔

32 یہ امیر المومنین کے نزدیک وتر کی اہمیت اور عبادت کے ہر فعل کا اس کے وقت پر ادا کرنے کی اولویت پر دال ہے۔

33 لیکن مرفوع احادیث اضطجاع قولاً و فعلاً بہر دو نوع صحاح میں ہیں۔ ملاحظہ ہو: مولانا ابوالحسنات عبدالحیٔ فرنگی محلی لکھنؤی فرماتے ہیں:

لا شبهة فی ثبوت الاضطجاع عن النبی صلی الله علیه وسلم قولاً و فعلاً بعد رکعتی الفجر او قبلهما بعد صلوٰة اللیل وثبوت الترك عنه اما ثبوته فعلاً بعد رکعتی الفجر ففی حدیث عائشة کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا صلی رکعتی الفجر اضطجع علی شقه الایمن اخرجه البخاری وغیره واما ثبوته قولاً ففی حدیث ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا صلی احدکم رکعتی الفجر

فلیضطجع علی یمینه. اخرجه ابو داؤد والترمذی باسناد صحیح . (حاشیہ مؤطاامام محمد، **باب فضل صلوٰۃ الفجر فی الجماعة و امر رکعتی الفجر**)

34 عرض یہ ہے کہ اگر امیر المومنین نے اس شخص کو بدیں وجہ کنکری مار کر جگایا کہ آپ کے نزدیک یہ اضطجاع تھا، تو آپ پر یہ حدیث مخفی تھی...... اور شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ ارشاد کہ **قلت ما کان النبی صلی الله علیه وسلم یفعله علی وجه العبادة بل علی وجه العادة ودفع الملال.** (تتمہ روایت نمبر 223)

معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب پر بھی حضرت ابو ہریرہؓ کی قولی حدیث (ابو داؤد و ترمذی) مخفی تھی۔ البتہ اگر صرف فعلی حدیث ہی ہوتی تو گنجائش ممکن تھی وہ بھی بصورت محال۔

35 یہ روایت ابراہیم نخعی سے ہے یعنی **ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم ان النبی** اور وہ تابعی ہیں۔ لیکن ...... **انه یرسل کثیرا** ...... (ارسال کرنے کی عادت ذرا زیادہ ہے (تقریب التہذیب ص 29) اور ارسال فی الحدیث یہ ہے کہ سند میں ایک راوی کا نام بیان کرنے سے رہ جائے۔

36 سالم حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے ہیں، راقم مترجم کا منشا اس اظہار سے یہ ہے کہ ان کی روایت مرسل ہے۔ بایں ہمہ سفر میں ادائے نوافل کے جواز میں شاید کلام نہ ہو۔

37 اصل لفظ یہ ہیں **ان عمر صلی محتبیاً** : اس کے حاشیہ میں یوں مسطور ہے۔ احتبابایں طور نشستن کہ ہر دو زانو استادہ باشند و باطن ہر دو قدم بر زمین و ہر دو دست بر ہر دو زانو باشند۔

38 اپنے اہل کو نماز کا امر کیجئے اور اسے مسلسل جاری رکھئے۔ ان کے رزق کی ذمہ داری تم پر نہیں۔ دیکھتے نہیں کہ تم بھی اپنی روزی میں ہمارے ہی دست نگر ہو اور حسن انجام اصحاب تقویٰ کے لئے ہے۔

39 ارشاد عمرؓ **اجمعوا حیث ما کنتم** پر امام شافعیؒ کا یہ استثناء آسانی سے سمجھ میں نہیں آسکا۔ **فهل من مدکر** ۔

40 شاہ صاحب کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص خطبہ کے وقت حاضر نہ ہو سکا اور بعد میں آیا تو وہ دو رکعت جمعہ کی بجائے چار رکعت ظہر تو پڑھتا نہیں۔

41 فاسعوا کے لغوی معنی سعی و کوشش کے ہیں اور فامضوا کے معنی دوڑ کر چلنا۔ دراصل امیر المومنین کا منشا یہ تھا کہ اذان جمعہ سن کر کام سمیٹتے رہنا مناسب نہیں، بلکہ پہلے سے تیاری کیجئے۔ اس وقت تک اذان جمعہ بھی ایک ہی ہوتی تھی۔

كتاب الجنائز

کتاب الجنائز

تلقین بوقتِ نزع

(261) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے فرمایا (مومن کے) نزع کے وقت اس کے اردگرد بیٹھ کر لا الہ الا اللہ پڑھا کرو (تاکہ اس کی زبان پر بھی یہ کلمہ جاری ہو جائے) کیونکہ اسی وقت سے اس سے سوالات شروع ہو جاتے ہیں اور اسے فرشتوں سے سابقہ پڑ جاتا ہے۔

(262) وایضا بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا، نزع والوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو اور جب ان کی روح پرواز کر جائے، تب ان کی پلکیں بند کر دو۔

تدفین موتی کا اجر

(263) بروایت بیہقی - ابن عمرؓ فرماتے ہیں، ایک موقع پر مسلمان مدینہ منورہ کی طرف واپس آرہے تھے کہ سر راہ ایک بی بی مردہ پڑی تھیں۔ (ہم میں سے) ایک شخص کلیب نامی اسے دفن کرنے میں مصروف ہو گئے۔ امیر المومنین نے سنا تو بر سر منبر فرمایا کہ اگر مسلمان اسے دیکھ کر یونہی گزر جاتے تو میں انہیں ضرور سزا دیتا۔

پھر حضرت عبداللہؓ (فرزند خویش) سے پوچھا تو انہوں نے معذرت عرض کی کہ میری نظر اس پر نہیں پڑی، تب آپ نے کلیب کے لئے رحم کی دعا مانگی۔ اس دعا کی قبولیت تھی کہ جس روز امیر المومنین شہید کئے گئے اسی روز کلیب کی بھی شہادت ہوئی۔

غسل میّت کے پانی میں کیا چیزیں استعمال کی جائیں

(264) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے ابو موسیٰ اشعریؓ (عامل بصرہ) کی طرف فرمان میں یہ بھی لکھوایا کہ میّت کے غسل کے پانی میں بیری اور ریحان (خوشبودار گھاس) کے پتوں کو جوش دے لیا کیجئے۔

شوہر کے لئے بیوی کی نمازِ جنازہ میں امامت

(265) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ کی ایک بیوی فوت ہو گئیں تو امامت نماز کے متعلق آپ نے فرمایا کہ ان کی زندگی میں ان کی خدمت صرف میری ہی ذمہ تھی، مگر اب آپ لوگوں میں سے کوئی صاحب امامت کرا دیں۔ (لیکن یہ بر بنائے تاثر غم کے تھا، نہ کہ بصورت مسئلہ)

(266) بروایت امام ابو حنیفہؒ - امیر المومنین نے فرمایا کہ عورت کی نمازِ جنازہ پڑھانے میں اس کے شوہر سے اس کا باپ زیادہ مستحق ہے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، امام ابو حنیفہؒ کا فتویٰ اسی پر ہے مگر ابراہیم نخعی اور شعبی کا فتویٰ ان کے خلاف ہے۔

(267) بروایت ابو بکر - حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ کی میّت کو کفن پہنایا گیا، خوشبو لگائی گئی اور غسل دیا گیا، حالانکہ وہ افضل الشہداء تھے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ احناف کے نزدیک اس قسم کے شہید کی میت پر غسل کی وجہ یہ ہے کہ وہ مجروح ہونے کے بعد کچھ کھا کر یا دوا وغیرہ پینے کے بعد فوت ہوا۔ مگر امام شافعیؒ فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ کی میت پر تجہیز کے یہ معاملات اس لئے تھے کہ آپ معرکۂ جنگ میں شہید نہ ہوئے تھے۔

(268) بروایت ابو بکر - امیر المومنین مجروح ہونے کے بعد جب زندگی سے مایوس ہو گئے تو وصیت فرمائی کہ مسک (کستوری) میری میت میں استعمال نہ کرنا۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، چونکہ مسک مردہ جانور سے حاصل کی جاتی ہے اس لئے حضرت عمرؓ نے اس سے منع فرمادیا۔ لیکن جمہور کا عمل اس پر (فتویٰ منع پر) نہیں کیونکہ شریعت نے مسک کو اس کی خوبیوں کی وجہ سے مردہ جانوروں کے ہر قسم کے اجزا سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

(اور فرماتے ہیں) یوں تو اس کے طیب وطاہر ہونے کے دلائل اقویٰ ہیں، لیکن حضرت عمرؓ کا منع کرنا بدیں سبب تورّع پر مبنی ہے کہ فی ذاتہٖ مسک کی اباحت میں اگر دلیل ہے تو اس کی حرمت میں بھی دلیل ہے، اگرچہ اباحت کی دلیل اقویٰ ہے، اور خوشبو ناک اشیاء، مسک کے سوا اور بھی ہیں۔ (حضرت عمرؓ نے برہنائے احتیاط نفس خوشبو سے منع فرمادیا)۔

پارچاتِ کفن

(269) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے فرمایا کہ مرد کے کفن میں تین چادریں کافی ہیں، ان پر اضافہ نہ کیجئے کہ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ٥ (البقرہ : 190)

واقعی یہ صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کا دوست دار نہیں۔

(270) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عورت کے کفن میں پانچ چیزیں استعمال کیجئے۔ کرتہ، اوڑھنی، چادر، لنگی اور ایک نصف چادر۔

جنازہ کے ہمراہ آتش کی سی کوئی شے نہ ہو

(271) بروایت ابوبکر - امیر المومنین نے فرمایا، میرے جنازے کے ساتھ آگ لے کر نہ چلئے گا۔

احترامِ آدمیت

(272) بروایت ابوبکر - حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کو دیکھا کہ جنازہ میں میّت کے آگے آگے چل رہے ہیں۔

(273). بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے نزدیک اپنے فرزند کو ہدایت فرمائی کہ جب میری میّت اٹھالو تو رفتار میں تیزی سے کام لو۔

(274) بروایت ابوبکر - امیر المومنین نے فرمایا، میرے جنازہ کے ساتھ کوئی عورت نہ آئے۔

تکبیراتِ جنازہ

(275) بروایت امام ابو حنیفہؒ - عہد رسالت مآبؐ میں مسلمان جنازوں پر چار تکبیریں، کہیں پانچ اور کہیں چھ پڑھتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد زمانہ حضرت ابوبکرؓ و عہد حضرت عمرؓ میں بھی تفاوتِ تعداد قائم رہا۔

آخر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ لوگ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اگر آپ ہی کسی مسئلہ میں مختلف العمل رہے تو آپ کے بعد آنے والے تو اور بھی زیادہ اختلاف کریں گے۔ بہتر ہے کہ ان تکبیرات کی تعداد کا تصفیہ کر لیجئے تاکہ بعد والے بھی آپ کے کردار کو نظیر میں کام لا سکیں۔ مشورہ یہ قرار پایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم ہی کا اس معاملہ میں آخر عمل دیکھا جائے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل آخر چار تکبیرات تھیں۔

(276) وبروایت بیہقی - امیر المومنین نے تکبیراتِ جنازہ کی تعداد میں فرمایا کہ یہ کبھی چار کی تعداد میں رہیں، گاہے پانچ! مگر ہم چار پر اکتفا کرتے ہیں۔

(277) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے مجلس مشاورت میں تکبیرات جنازہ کی تعداد پر مشورہ فرمایا تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل چار تکبیریں، پانچ تکبیریں، سات تکبیریں (ان تین اعداد) کی روایتیں معلوم ہوئیں، تب آپ نے سب کی رائے سے چار تکبیروں پر التزام کا فیصلہ صادر فرمایا اور امیر المومنین یہ (نماز جنازہ) بھی دوسری رکعات کی طرح بہت طویل ادا فرماتے۔

(278) بروایت ابوبکر - صحابہ کرامؓ میں تکبیراتِ جنازہ پر اختلاف رونما ہوا تو سب نے چار تکبیروں پر فیصلہ صادر فرمایا۔ (اس روایت سے حضرت عمرؓ کا تعلق لفظ **اختلف اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم** پر مبنی ہے)

(279) بروایت ابوبکر - امیر المومنین کا میت کے جنازے پر دعا کا معمول تھا، یہ کہ اگر وقت شام ہوتا تو اس کی مناسبت سے دعا میں شام کا لفظ استعمال فرماتے اور اگر صبح کا وقت ہوتا تو اس کی مناسبت سے صبح کا لفظ استعمال فرماتے۔ یعنی یہ دعا:

اللهم امسى / اصبح عبدك قد تخلّى من الدنيا وتركها لاهلها واستغنيت منه و افتقر اليك كان يشهد ان لا اله الا الله و ان محمداً عبدك و رسولك فاغفر له ذنبه.

خداوندا! تیرا یہ بندہ شام / صبح کے وقت دنیا کو اس کے اہل کے ساتھ چھوڑ کر علیحدہ ہو گیا ہے۔ الٰہی! تجھے اس کی پرواہ نہیں مگر وہ تیرا محتاج ہے۔ وہ گواہی دیتا رہا

ہے کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ تیرے بندے اور رسول ہیں۔ یا اللہ! اس کے گناہ معاف فرما۔

(280) بروایت ابو بکر - حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین میں سے کسی نے ہمارے سامنے دعائے میّت جہر نہیں پڑھی۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم کسی ایک دعا کا عدم تعین ہے۔

مسجد میں نماز جنازہ

(281) بروایت ابو بکر - حضرت ابو بکرؓ کی نماز جنازہ مسجد نبویؐ میں پڑھی گئی۔

(282) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ کی نماز جنازہ مسجد نبویؐ میں پڑھی گئی۔

عورت کی نعش قبر میں محرم اتارے

(283) بروایت ابو بکر - ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ نے رحلت فرمائی تو حضرت عمرؓ نے آپ کے جنازہ پر چار تکبیریں کہیں۔ پھر امہات المومنین رضی اللہ علیہن سے دریافت کرایا کہ قبر میں ام المومنین کی میّت کون اتارے۔ انہوں نے کہلا بھیجا، ان کا محرم۔

نماز جنازہ کے لئے ورثائے میّت کا انتظار

(284) بروایت ابو بکر - حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے بھائی عتبہ کا جب انتقال ہوا تو امیر المومنین نے ان کے جنازے پر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا انتظار فرمایا۔

(285) بروایت ابو بکر - جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین سب کے لئے قبر میں لحد بنائی گئی۔

(286) بروایت ابو بکر - وفات کے قریب حضرت عمرؓ نے وصیت فرمائی

کہ ان کی لحد گہرائی میں قد آدم اور پھیلاؤ میں زیادہ فراخ رکھی جائے۔

(287) بروایت ابوبکر - امیر المومنین کی موجودگی میں اگر میت لحدِ قبر میں رکھی جاتی تو آپ یہ دعا پڑھتے :

اَللّٰھُمَّ اَسْلَمَہٗ اِلَیْکَ الْاَھْلُ وَالْمَالُ وَ الْعَشِیْرَۃُ وَالذَّنْبُ عَظِیْمٌ فَاغْفِرْلَہٗ.

(الٰہی! اس میت کا اہل و اموال اور تمام قبیلہ اسے تیری سپردگی میں دے رہا ہے۔ خداوندا! یہ بڑا گنہ گار ہے تو اسے بخش دے)۔

میّت کے چھونے پر غسل واجب نہیں

(288) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے شب کے وقت خلیفۃ المسلمین ابوبکرؓ کو خود لحد میں اتارا، وہاں سے ہٹ کر مسجد (نبویؐ) میں آئے اور تین وتر نماز ادا فرمائی۔

غیر مسلم کی میّت کے ساتھ چلنا

(289) بروایت ابوبکر - حضرت وائلؓ نے امیر المومنین سے عرض کیا کہ میری والدہ جو مذہباً نصرانیہ تھیں، انتقال کر گئیں ہیں (میں ان کے جنازے میں مشایعت کر سکتا ہوں؟) فرمایا، کسی سواری پر بیٹھ کر جنازے کے آگے آگے رہیے۔

(290) بروایت ابوبکر - شام میں ایک نصرانی بی بی کا جو مسلمان کی زوجہ تھیں، انتقال ہو گیا اور وہ حاملہ تھیں۔ امیر المومنین سے مسلمانوں کے گورستان میں اس کی تدفین کا فتویٰ دریافت کیا گیا تو فرمایا ایسا کر سکتے ہیں (راوی کہتا ہے اس نصرانیہ سے یہ رعایت اس مسلم بچے کی وجہ سے تھی، جو اس کے بطن میں تھا)۔

موتی کی ہڈیوں پر نمازِ جنازہ

(291) بروایت ابوبکر - امیر المومنین نے مسلمان موتی کی ہڈیوں پر نماز جنازہ ادا فرمائی۔

مرقد کی شکل

(292) بروایت امام ابو حنیفہؒ -ایک صاحب نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب ابو بکرؓ و عمرؓ کے مرقد مبارک کی زیارت کر چکے تھے، فرمایا کہ وہ زمین سے اٹھی ہوئی، وسط میں کوہان سی بنی ہوئی تھیں اور اوپر سفید رنگ مٹی کی بڑی بڑی کنکریاں بھری ہوئی تھیں۔

موتیٰ کا تذکرہ

(293) بروایت ابو بکر -امیر المومنین نے منیٰ (مکہ معظمہ) میں ناقہ پر بیٹھے ہوئے خطبہ ارشاد فرمایا، اس میں یہ تنبیہ فرمائی کہ موتیٰ پر سخت کلامی نہ کرو، اس سے زندہ لوگوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

(294) بروایت بخاری - ابو الاسود الدولی فرماتے ہیں، مدینہ منورہ میں وبا پھیل گئی۔ میں حضرت عمرؓ کی معیت میں تھا کہ ایک میت گزری، لوگ اس کی تعریف کر رہے تھے۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا:

"وجبت" (اس کے لئے واجب ہو گئی) اس کے بعد اسی طرح ایک اور میت ادھر سے نکلی، لوگ اس کی مذمت کر رہے تھے، اس پر امیر المومنین نے وہی الفاظ "وجبت" ارشاد فرمائے۔

ابو الاسود فرماتے ہیں، مجھے بڑا تعجب ہوا اور میں نے عرض کیا۔ کیا واجب ہو گیا اے امیر المومنین؟" فرمایا، میں نے وہی کہا جو ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس مسلم کے لئے چار اشخاص کلمۂ خیر کہیں، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں جگہ عطا فرماتا ہے۔ یہ کہنے کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس پر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر چار کی جائے تین اشخاص ہی ایسے ہوں؟

آپ نے فرمایا تین کی شہادت بھی ویسی ہی ہے۔ پھر میں نے دو افراد کی گواہی پر عرض کیا، فرمایا اسی طرح دو مسلمانوں کی ایسی شہادت بھی کافی ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں مگر میں ایک فرد کی شہادت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض نہ کر سکا۔

(295) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یہ دعا پڑھا کرتے :

اللهم انی اعوذبك من الجبن والبخل وعذاب القبر وفتنة الصدر .

یااللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں بزدلی سے، بخل سے، عذاب قبر سے اور بدکرداری سے۔

(296) بروایت ابو بکر - حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے والد جناب امیر المومنین عمر فاروقؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نوحہ کرنے والوں کی وجہ سے میت کو قبر میں عذاب ہوتا ہے۔

(297) بروایت بیہقی - ایضاً۔

(298) بروایت ابو بکر - جب حضرت عمرؓ کے چہرہ پر رحلت کے آثار نمایاں ہو گئے تو ام المومنین حفصہؓ (آپ کی صاحبزادی) باآواز بلند رو اٹھیں۔ (حضرت عمرؓ نے اسے بھی یک گونہ نوحہ تصور کیا اور) فرمایا :

مهلاً یا بنیّة ! الم تعلمی ان النبی صلی الله علیه وسلم قال ان المیت لیعذب ببکاء اهله علیه [1]

اے میری بیٹی! نوحہ بند کرو، کیا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہیں سنی کہ میت کو اس کے وارثوں کے نوحہ کی وجہ سے مبتلائے عذاب کیا جاتا ہے۔

صرف رونا جائز ہے!

(299) بروایت ابو بکر - ابو عثمان فرماتے ہیں، میں نے امیر المومنین کی

خدمت میں نعمان بن مقرن کی خبر وفات عرض کی۔ آپ نے سنتے ہی اپنا ہاتھ چہرہ پر رکھ کر رونا شروع کر دیا۔

عن ابن عمر عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المیت یعذب فی قبرہ بالنیاحۃ .

جناب ابن عمرؓ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر میں میت کو اس کے وارثوں کے نوحہ کی وجہ سے عذاب کیا جاتا ہے۔

(300) بروایت ابو بکر - حضرت خالد بن ولیدؓ کی میت پر ان کی قرابت دار عورتیں بآواز بلند رونے لگیں، تب امیر المومنین نے فرمایا، اگر ابو سلیمان (خالد بن ولید کی کنیت) پر یہ بیبیاں محض گریہ پر اکتفا کر لیں اور آوازیں بلند نہ ہونے دیں تو زیادہ بہتر ہے۔

حواشی

۱ یہ روایت مکرر ہے، اس حدیث کا جواب ام المومنین حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہے۔

عن عمرۃ انھا اخبرتہ انھا سمعت عائشۃ و ذکر لھا ان عبداللہ بن عمر یقول ان المیّت لیعذب ببکاء الحی علیہ قالت عائشۃ یغفر اللہ لابی عبدالرحمن اما انہ لم یکذب ولکن نسی او خطأ انما مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی یھودیۃ یبکی علیھا فقال انھم یبکون علیھا وانھا لتعذب. (سنن نسائی ، کتاب الجنائز ، باب النیاحۃ علی المیّت)

حضرت عمرہ (نام ایک بی بی) نے انہیں حدیث سنائی جو عبداللہ بن عمرؓ نے ان سے بیان کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت پر عذاب اس کے وارثوں کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ جب ام المومنین حضرت عائشہؓ نے یہ روایت سنی، تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابو عبدالرحمن (ابن عمرؓ کی کنیت) کو معاف فرمائے، انہوں نے کذب سے کام تو نہیں لیا، مگر وہ بھول گئے یا ان سے غلطی ہو گئی۔ بلکہ اس حدیث کا محل بیان یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزر رہے تھے اور ایک یہودی عورت کی میت پر اس کے وارث نوحہ میں مصروف تھے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ اسے رو رہے ہیں اور وہ عذاب میں مبتلا ہے"۔

کتاب الزکوٰۃ

کتاب الزکوٰۃ

نصاب

مصطلحات

الف۔ شتر وبچہ ہائش

1۔بنت مخاض-مادہ بچۂ شتر جس کا سن ایک سال سے دو سال تک ہو۔

2۔ابن لبون-نر

3۔بنت لبون-مادہ در سن از یک تا دو سال

4۔ حقہ ۔ مادہ شتر کہ سن میں سالِ چہارم کے قریب اور بچہ دینے کے قابل سمجھی جاسکے۔

5۔ جذعہ ۔ پنج سالہ مادۂ شتر

ب۔ماپ وکیل

(1۔مد 2۔ من) مساوی 68 تولہ 3 ماشہ

3۔صاع مساوی 270 تولہ

4۔ وسق مساوی 5 من 2½ سیر (80 تولہ کے سیر سے)

ج۔ اوزان

1۔ قیراط۔ مساوی 1 رتی 2۔ واق یا دانگ۔ مساوی 7 رتی تقریباً

3۔ درہم۔ 3 ماشہ 1 رتی 4۔ مثقال۔ مساوی 4 ماشہ

5۔ رطل۔ مساوی 34 سولہ 1½ ماشہ

6۔ استار۔ بحساب درہم ایک تولہ 8 ماشہ 3 رتی

وبحساب مثقال ایک تولہ 8 ماشہ 2 رتی

7۔ اوقیہ۔ مساوی 10½ تولہ[1]

محدث: (301) بروایت امام مالکؒ (302) بروایت امام شافعیؒ	حضرت عمرؓ کے تحریری فرمان میں زکوٰۃ کے احکام بایں طور مسطور تھے (یعنی) بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد (بمطابق خاکہ ہذا)

قسم	تعداد	نصاب	تعریفِ نصاب
اونٹ کا نصاب زکوٰۃ	24 تک	ہر 5 عدد پر یک بز یعنی 5 سے 24 تک چار بز	
//	25 تا 35	یک بنتِ مخاض	
//	36 تا 45	یک بنتِ لبون	
//	46 تا 60	دو حقہ	کہ قابل ضراب نہ شدہ ضراب بہ معنی بالغ
//	61 تا 75	یک جذعہ	
//	76 تا 90	دو بنتِ لبون	

//	91 تا 120	دو حقہ	کہ قابل ضراب نباشد
نوٹ: 120 کے بعد ہر 40 عدد پر یک بنت لبون، ہر 50 عدد پر یک حقہ			
بکری اور بھیڑ کا نصاب زکوٰۃ	40 تا 120	یک عدد مادہ بز یا نر	مگر (1) وصول کنندہ زکوٰۃ میں نر جو جفتی کیلئے مختص ہے نہ لے۔ (2) اصحاب نصاب محصل کو بوڑھی اور عیب دار اس نہ دیں (3) زکوٰۃ کا بار ہلکا کرنے کی غرض سے ایک دوسرا اپنے اپنے ریوڑ یک جانہ کریں۔
//	121 تا 200	دو عدد مادہ بز یا نر	
//	201 تا 300	تین عدد مادہ بز یا نر	
چاندی کا نصاب زکوٰۃ	5 اوقیہ وزن مساوی دو صد درہم	40واں حصہ 1/40	
(303) بروایت ابوبکر	200 درہم وزن کے بعد	ہر 40 درہم پر یک درہم	

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، امیر المومنین کے اس فرمان (تحریری) کی شرح میں اپنی کتاب "المسوّیٰ فی شرح المؤطا" میں مسلک امام ابو حنیفہؒ و مذہب شافعیؒ دونوں کے مطابق بیان کر چکا ہوں۔

شاہ ولی اللہ (نمبر 303 روایت ابوبکر پر) فرماتے ہیں، اس کے معنی یہ ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کے مسلک میں: 200 درہم سے زائد رقم اگر 40 (مزید برآں) تک نہ پہنچے تو اس رقم پر زکوٰۃ نہ ہوگی۔

اور امام شافعیؒ کے مذہب میں: 200 درہم کے بعد 40 سے کم مقدار پر اس رقم کی نسبت کے مطابق زکوٰۃ ہوگی۔ (مثلاً اگر 220 درہم ہیں تو 200 پر 1/40 یا 2½ درہم۔ 20 پر اسی نسبت سے)

بکری اور بھیڑ کے بچے شمار میں محسوب ہوں گے ، مگر مالیہ میں نہ لئے جائینگے

(304) بروایت امام مالکؒ - امیر المومنین نے حضرت سفیان بن عبد اللہ الثقفی کو وصولِ زکوٰۃ کے لئے نامزد کیا تو اس معاملے میں سفیان کا عمل یہ تھا کہ وہ (ہر نوع کے) ریوڑ کی تعداد میں مویشیوں کے بچے بھی شمار کر لیتے ، لیکن مالک شکایت کرتے کہ اگر آپ ان بچوں کو گنتی میں رکھتے ہیں تو انہیں زکوٰۃ میں بھی لیا جائے مگر سفیان ان چھوٹے بچوں کو زکوٰۃ میں نہ لیتے۔ آخر یہ شکایت حضرت عمرؓ کے حضور پہنچی تو آپ نے فرمایا "ہم اس بچے تک کو شمار کریں گے جسے عیالی نے گردن پر اٹھا رکھا ہو ، مگر اسے زکوٰۃ میں نہ لیں گے اور اس کے ساتھ ہم وہ مویشی بھی تو نہ لیں گے جنہیں مالک اپنے کھانے کے لئے پال پوس رہا ہو۔ اسی طرح اپنے بچے کو دودھ پلانے والی مادہ بھی ہم نہ لیں گے۔ اسی طرح وہ نر جو جفتی کے لئے رکھا گیا ہو ، اسے بھی نہ لیں گے۔ (حد اوسط یہ ہے) بلکہ ہم صرف چھ ماہ سے لے کر ایک سال عمر تک (جذعہ[3] ، ثنیہ) کی راس لیں گے ، بکریوں کی زکوٰۃ میں یہی اوسط ہو سکتا ہے۔

(305) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے عمالِ زکوٰۃ کو ہدایت فرمائی کہ جس ریوڑ کی زکوٰۃ لینا ہو ، اس کے دو حصے مالکوں سے کرا دو ، پھر دونوں میں سے وہ ٹکڑی جس سے تم زکوٰۃ لینا چاہو ، اس میں سے اپنی مرضی سے راس چن لو۔

ساگ پات پر زکوٰۃ نہیں

(306) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ، ساگ و ترکاری کی قسم پر زکوٰۃ نہیں۔

اموال یتامی پر وجوبِ زکوٰۃ

(207) بروایت امام شافعیؒ - امیر المومنین فرماتے ہیں کہ جس شخص کے پاس

یتیموں کا مال جمع ہے، وہ اسے تجارت پر لگائے رکھے، ورنہ اس مال کو زکٰوۃ ہی کھا جائے گی۔

(308) بروایت ابو بکر-ایضاً

غلاموں کے اموال پر وجوبِ زکٰوۃ

(309) بروایت بیہقی-امیر المومنین سے دریافت کیا گیا، کیا مالِ غلام پر زکٰوۃ واجب ہے؟ فرمایا: اس پر نہیں! بلکہ اس (غلام) کے مالک پر اس کے مال کی زکٰوۃ دینا واجب ہے۔

زکٰوۃ پر نسیہ (ادھار)

(310) بروایت امام شافعیؒ-حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ خشک سالی وارزانی ہر زمانہ میں زکٰوۃ وصول فرماتے اور کبھی نسیہ (ادھار وعدہ) قبول نہ فرماتے، اسی طرح اگر مویشی کسی وجہ سے دبلے ہو گئے ہیں، ان کی فربہی تک التوانہ کرتے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وقت مقررہ پر وصول زکٰوۃ میں تاخیر نہ فرماتے تھے۔

(311) بروایت امام شافعیؒ-اور یہ جو امیر المومنین سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ قحط پڑ گیا اور آپ نے اس فصل پر اخذ صدقہ میں التوا فرما کر اگلے برس دو سال کا صدقہ وصول کیا تو یہ روایت ثابت نہیں۔

مستثنیات زکٰوۃ

(312) بروایت امام شافعیؒ-عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانہ خلفائے راشدین میں ان اونٹوں پر زکٰوۃ نہ تھی جو آبپاشی کی زراعت کے استعمال میں آتے اور ان کی تعداد انشاء اللہ 5-7 سے زائد کسی کے پاس نہ ہوتی۔

زکوٰۃ اسپاں

(313) بروایت امام مالکؒ و امام شافعیؒ - جب امیر المومنین کے مقرر کردہ حاکم شام حضرت ابو عبیدہ بن الجراح سے وہاں کے باشندوں نے اپنے گھوڑوں کی زکوٰۃ لینے کی درخواست (از خود) کی، تو انہوں نے انکار کر دیا اور ابو عبیدہ نے امیر المومنین کی خدمت میں یہ واقعہ تحریراً عرض کیا تو آپ نے بھی انکار فرمادیا۔ اب اہل شام نے حضرت عمرؓ سے اس معاملے میں زبانی گفتگو کی، تب آپ نے ابو عبیدہ کو فرمان بھیجا کہ اگر انہیں مرغوب ہی ہے تو آپ ان سے یہ صدقہ لے کر ان کے غلاموں پر تقسیم فرما دیجئے۔ (اس روایت میں امام مالکؒ کے الفاظ غلام کی بجائے فقراء کے ہیں)۔

(314) بروایت ابو بکر - ایضاً

اسپ کی زکوٰۃ کا نصاب

(315) بروایت امام شافعیؒ - حضرت عمرؓ نے فرمان صادر کیا کہ زکوٰۃ اسپ میں ایک گھوڑے کے بدلے میں دو بکری ورنہ دس یا بیس درہم لئے جائیں۔ (دس یا بیس غالباً اسپ کی رقم پر ہوگا)۔

(316) بروایت ابو بکر - امیر المومنین کے حضور اسپ کی زکوٰۃ پیش ہوتی اور آپ اسے جمع کر لیتے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، مسلمانوں نے از خود حضرت عمرؓ سے یہ درخواست کی کہ غلام اور اسپ دونوں قسموں کی زکوٰۃ ہم سے لی جایا کرے۔ (اگرچہ یہ واجب نہ تھی) اور امیر المومنین نے اسے قبول فرمالیا۔ ان روایات میں بھی امام شافعیؒ نے تطبیق فرمائی ہے۔

غلہ میں کس وزن یا پیمانے پر زکوٰۃ واجب ہے؟

(317) امام شافعیؒ فرماتے ہیں مجھے کئی لوگوں سے یہ سننے کا اتفاق ہوا کہ

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانہ خلفائے راشدین میں ہر شہر اور بستی سے التزام کے ساتھ سال بسال زکوٰۃ لی گئی مگر ان میں سے کسی نے مجھے (امام شافعیؒ کو) یہ نہ بتایا کہ ماپ والی اجناس میں پانچ وسق ہی سے نصاب شروع ہوتا اور اس سے کم پر نہیں ہوتا جیسا کہ مرفوع احادیث میں منقول ہے، بجز حضرت ابو سعید خدریؓ[4] کی ایک حدیث کے، اگرچہ وہ صحیح ہے۔

بلکہ حضرت جابرؓ بھی اس کے راوی ہیں اور یہ حدیث حضرت عمرو بن حزمؓ کے نام اس وثیقہ میں بھی موجود ہے، جو حضرت عمرؓ نے ابن حزمؓ کی طرف لکھا، پس اس پر عمل واجب ہے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ائمہ فقہاء کے زمانہ میں یہ روایت (پانچ وسق سے زکوٰۃ شروع ہوتی ہے) اگرچہ مشہور ہو چکی تھی، مگر انہوں نے اس پر عمل و فتویٰ کی بجائے اس پر جرح شروع فرمادی۔

پس امام مالکؒ نے اہل مدینہ کی اس سنت کا تذکرہ فرمادیا ہے جو سنت کہ حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت کے مطابق ہے۔ (یعنی پانچ وسق سے زکوٰۃ شروع ہوتی ہے)

اموالِ زکوٰۃ میں سے مستثنیات

(318) بروایت بیہقی - جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین ان پھلوں پر زکوٰۃ وصول نہ فرماتے جنہیں ان کے مالک غرباء کو (کھانے کے لئے) عنایت فرمادیتے[5]

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ایسے درخت اس لئے زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیئے جاتے تھے کہ ان پر جو پھل آتا، وہ حد نصاب پانچ وسق سے کم ہوتا جیسا

کہ آگے چل کر کتاب البیوع میں امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی روایات میں ایک روایت اس کی تائید میں آئے گی۔

(319) بروایت امام شافعیؒ (مگر بفتوائے قدیم)۔امیر المومنین عمر فاروقؓ حضرت خثیمہ (صحابی) کو ان درختوں پر پھلوں کے اندازہ کرنے کے لئے بھیجتے، جن پر زکوٰۃ کا وقت آجاتا۔[6] (یعنی جن درختوں پر پورا پھل توڑنے کا نہ تو وقت آتا ہے، نہ اس کا انتظار ہی کیا جا سکتا ہے) اور خثیمہ سے فرماتے کہ جس باغ میں تم جاؤ، وہاں کے ان مزدوروں کا حق (اندازے میں سے) مستثنیٰ کر دو۔[7]

وہ اجناس جن سے تیل نکل سکتا ہے

(320) بروایت بیہقی۔امیر المومنین نے فرمایا کہ روغن زیتون (اس کے دانے نہیں) پر عشر واجب ہے، جبکہ اس کی مقدار پانچ وسق تک پہنچ جائے۔[8]

شہد پر زکوٰۃ

(321) بروایت بیہقی۔ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مد زکوٰۃ میں شہد لے کر حاضر ہوا اور درخواست کی "یا رسول اللہ ﷺ اس جنگل میں جس کا نام سلبہ ہے، مکھیوں کے چھتے بکثرت لگے رہتے ہیں، اسے میرے لئے خاص فرما دیجئے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی درخواست منظور فرمائی۔

اب حضرت عمرؓ کا عہد شروع ہوا تو اس سرزمین کے عامل سفیان بن وہب نے امیر المومنین کے حضور وادی سلبہ کا مسئلہ از سر نو طے کرنے کے لئے پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے تحریراً جواب دیا کہ اگر اس کے موجودہ قابض اسی طریقہ پر وہاں کی پیداوار میں سے عشر ادا کرتے رہیں جس طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیش کرتے تھے تو انہیں بحال رہنے دیجئے، ورنہ شہد کی مکھیاں تو برسات کا صدقہ

ہیں، جہاں پانی برسا انہوں نے بھی وہاں آکر چھتے لگا لئے۔ پس وادی سلبہ کے چھتے ان لوگوں کے چھوڑ دینے کی صورت میں عوام کی ملکیت ہیں، جو چاہے ان میں سے شہد نچوڑے اور کھائے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، اس روایت کے ہوتے ہوئے اس میں شبہ نہیں رہ سکتا کہ شہد میں عشر واجب ہے۔

دباغت شدہ کھالوں پر زکوٰۃ

(322) بروایت امام شافعیؒ - عمرو بن حماس سے روایت ہے کہ میرے والد حماس دباغت[9] شدہ کھالوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے امیر المومنین کے سامنے سے گزرے، ان سے فرمایا کہ اے حماس! ان کھالوں کی زکوٰۃ آپ نے داخل بیت المال کیوں نہیں کی؟ میرے والد نے عرض کیا، امیر المومنین! میری ملکیت صرف یہ ایک گٹھا ہے یا چند کچی کھالیں جو رنگنے کے لئے ناند میں ڈال رکھی ہیں۔ فرمایا ان کا شمار تو کیجئے اور شمار کر کے فرمایا کہ یہ قابل نصاب ہیں اور ان کی زکوٰۃ وصول کرلی۔

زکوٰۃ میں مالکوں کی روزی پر ہاتھ نہ ڈالئے

(323) بروایت امام مالکؒ و امام شافعیؒ - امیر المومنین نے صدقہ میں وصول شدہ بکریوں کے ریوڑ میں ایک بکری دیکھی جو فربہ اور تھنوں سے دودھ بہنے پر مائل ہے۔ جب معلوم ہوا کہ یہ مال زکوٰۃ میں آئی ہے تو فرمایا: مالکوں نے اپنی خوشی سے تو اسے دیا نہ ہوگا۔ اے لوگو! مسلمانوں کو مصیبت میں نہ ڈالو، جو مویشی انہوں نے اپنی روزی کے لئے پال رکھے ہیں، انہیں زکوٰۃ میں مت لو۔

صدقہ میں دیا ہوا مال پھر خریدنا

(324) بروایت امام مالکؒ - امیر المومنین فرماتے ہیں، میں نے اپنا ایک

اصیل گھوڑا ایک شخص کو فی سبیل اللہ ہبہ کر دیا، مگر اس شخص نے اس کی کوئی پرداخت نہ کی، اور وہ اسپ لاغر ہو گیا۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ شخص اسے سستے مول فروخت کر رہا ہے۔ تب میں نے خریدنے کا ارادہ کر لیا۔ جب اس سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ دریافت کرنا چاہا تو آپؐ نے فرمایا: اگر وہ گھوڑا تجھے (وہی شخص) یک درہم میں بیچنا چاہے تب بھی تم مت خریدو۔ یہ تو اپنے ہبہ میں لوٹنا ہے، اور یہ اتنا برا فعل ہے، جیسے سگ اپنی قے میں رجوع کرلے۔

زکوٰۃ صرف حکومت کے خزانہ میں داخل کیجئے

(325) بروایت ابو بکر - حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جناب عمر فاروقؓ کو وصیت فرمائی کہ جو شخص مالِ زکوٰۃ، عامل حکومت کے سوا کسی غیر کے حوالے کرے، اگرچہ وہ مال پوری دنیا ہی کیوں نہ ہو، مگر عند اللہ قابل قبول نہیں۔

(326) ایضاً بروایت ابو بکر - عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اموالِ زکوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے جاتے یا آپ کے مقرر کردہ عمال کے حوالے کئے جاتے۔ اسی طرح خلفائے ثلاثہ (حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ) کے زمانہ میں معمول تھا۔ مگر حضرت عثمانؓ کے بعد یہ صورت بدل دی گئی۔ بعض لوگ تو حسب سابق عمل کرتے مگر بعض لوگ خود بخود تقسیم کرنے لگے اور یہ دوسری صورت ایک نئی اختراع تھی۔

جب قرض اور نصاب دونوں یک جا جمع ہو جائیں.

(327) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے فرمایا کہ جو شخص مقروض ہو اور صاحب نصاب بھی ہو، اس کے لئے واجب ہے کہ قابل زکوٰۃ مال میں سے قرض وضع کر کے باقی حصہ کی زکوٰۃ ادا کرے۔

صدقات میں اہل کتاب کا استحقاق

(328) بروایت ابوبکر - امیر المومنین نے آیہ انما **الصدقات للفقرآء**[10] کی تفسیر میں فرمایا کہ اس کے مصداق وہ اہل کتاب بھی ہیں، جو کمانے سے معذور ہوگئے ہوں۔

(329) بروایت ابوبکر - امیر المومنین سرکاری صدقات میں صرف نقدی کی بجائے اس کی قیمت کا سامان بھی قبول فرمالیتے۔ یعنی چاندی کی زکوٰۃ پر چاندی اور اسی طرح دیگر اشیاء میں سے سامان۔ اسی طرح ایک اور روایت کے مطابق خود بھی سامان زکوٰۃ میں دے دیتے، اس نصاب کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے معین فرمایا ہے۔

مقروض کی بجائے قرض خواہ پر زکوٰۃ واجب ہے

(330) بروایت ابوبکر - عہد فاروقی کے محافظ خزانہ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری فرماتے ہیں، جب مستحقین کے وظائف کا وقت شروع ہو جاتا تو حضرت عمرؓ ان میں سے تاجر لوگوں کو جمع کر کے ان کے حاضر مال اور وہ مال جو تاجروں کا باہر لگا ہوا ہے، اس میں جلدی وصول ہونے اور تاخیر سے لوٹنے والی ہر ایک - جنس ورقم کا حساب لگا کر سب - کا صدقہ وصول کرتے۔

عطایا میں زکوٰۃ واجب نہیں

• (331) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ بیت المال میں سے جن لوگوں کو زکوٰۃ دیتے، ان سے بروقت صدقہ وصول نہ فرماتے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: (الف) در شرح نمبر (332) جن لوگوں کو یہ صدقات دیئے جاتے ہیں، ان کی ملک میں ایک سال تک رہنے کے بغیر زکوٰۃ واجب ہی نہ تھی۔

(ب) و در شرح نمبر (331) جن لوگوں کو پہلے سال صدقہ دیا گیا ہے، تو سال تمام پر جس قدر مال ان کے قبضے میں باقی رہے، اگر وہ حد نصاب تک ہے تو ان سے

زکوۃ لی جاتی، اگرچہ ان لوگوں کو پہلے سال صدقہ میں سے یہ مال دیا گیا تھا۔

(ج) وایضاً در شرح نمبر (331) یعنی:

ما کان له دینا موجلاً او معجلاً علی احدٍ او موجوداً فی یده

(یعنی صاحب مال کا اوروں کے ذمے قرض کم یا زیادہ مدت میں وصول ہونے والے اموال اور وہ اموال جو صاحبِ مال کے قبضہ میں ہیں)

صدقہ دینے والا اپنا مال خرید سکتا ہے جبکہ وہ ایک مرتبہ فروخت ہو چکا ہو

(332) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ صدقہ میں دیا گیا مال اگر پہلے شخص کے قبضے سے منتقل ہو جائے تو صدقہ دینے والا اسے خرید سکتا ہے۔

پوشیدہ اموال کی تفتیش

(333) بروایت ابوبکر - زیاد بن جدیر (وصول کنندہ عشر) فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے مجھے بحسب احوال حکم دیا کہ کسی کے اموال میں بے جا تفتیش نہ کرو۔

عشور میں بحسب احوال تفاوتِ درجات

(334) بروایت ابوبکر - ایضاً (زیاد ممدوح فرماتے ہیں) امیر المومنین نے مجھے یہ ہدایت بھی فرمائی کہ سوادِ عراق کے مسلمانوں سے سالم عشر نہ لوں۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

(الف) حربی پر کامل عشر 1/10 ہے۔

(ب) ذمی پر 1/20 ہے

(ج) مسلم پر 1/40 ہے۔

(یہ نقود و ناض پر ہے، اجناس و مویشی پر نہیں)

(335) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے قبیلۂ بنو تغلب کے نصرانیوں سے

اس رقم پر مصالحت فرمائی کہ وہ اپنے اموال میں سے ہر ششماہی کے بعد مقررہ نصاب زکوٰۃ سے دوگنا ادا کریں گے۔

(336) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ کا صاع آٹھ رطل کا تھا۔

(337) بروایت بیہقی - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے خلفاء کا صاع 5 رطل کا تھا۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ہر بستی کا صاع ان کے عرف یعنی معمول پر تسلیم کیا جائے گا۔

لقیط میں خمس

(338) بروایت ابو بکر - عہد امیر المومنین میں ایک لڑکے نے ایسی تھیلی پائی، جس میں دس ہزار سکے تھے۔ یہ مال حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا تو آپ نے اس میں سے اس کا 1/5 (خمس) جس کی تعداد دو ہزار تھی، بیت المال کے لئے وصول کر لیا اور بقیہ آٹھ ہزار اسی لڑکے کو سونپ دیے۔

حواشی

۱ منقول از رسالہ ارجح الاقاویل فی اصح الموازین والمکائیل یعنی مقادیر شرعیہ در اوزان ہندیہ (مؤلفہ، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی)

۲ شاہ ولی اللہ نے مؤطا امام مالک (بترتیب خود نہ بترتیب موطائے متداول) کی دو شرحیں لکھیں۔

(1) المسوّیٰ (شرح مؤطا متن کے اوپر - عربی)

(2) مصفّیٰ (شرح مؤطا متن کے نیچے - فارسی)

یہ دونوں شرحیں ہمارے برصغیر میں دو مرتبہ طبع ہو چکی ہیں اور بآسانی دستیاب ہیں۔ صرف المسوّیٰ (کامل) مکہ معظمہ میں بھی طبع ہو چکی ہے۔ یہ بھی سہل الحصول ہے۔

3ھ جذعہ وہ بھیڑ ہے، جس کا سن چھ ماہ سے زائد ہو۔

ثنیہ وہ گوسفند جس کا سن ایک سال سے کم نہ ہو۔ (منقول از حاشیۂ روایت)

4ھ **عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس فیما دون خمس اوسق من التمر صدقۃ** (متفق علیہ) حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم کھجوروں پر صدقۂ زکوٰۃ واجب نہیں۔

5ھ مثلاً آپ کے باغ میں اتنے سو کھجور کے درخت ہیں، جن میں سے آپ نے اتنے درخت محتاجوں کے لئے مستثنیٰ فرما دیئے۔ ایسے درختوں کو عرایا کہتے ہیں۔

6ھ جب پاکستان میں صدقات زکوٰۃ ہماری حکومت وصول کرے گی اور امید ہے کہ ایسا ہوگا ہی، تب قابل زکوٰۃ پیداوار پر اسی طرح "زکوٰۃ" قائم کی جائے گی، نہ یہ کہ کسان اور مزارع درخت یا خوشوں سے اجناس نکال کر پہلے انبار لگا دیں، تب عمال حکومت زکوٰۃ وصول کرنے آئیں۔

7ھ مثلاً ایک باغ میں ایک ہزار من کھجور کا اندازہ کیا گیا لیکن اس میں دس مزدور پھل کی رکھوالی کر رہے ہیں، جو اس میں سے کھائیں گے اور مزدوری میں بھی کچھ نقد اور کچھ جنس لیں گے، جس کا مجموعی تول بالفرض دو سو من ہوگا، پس خارص (اندازہ کرنے والے) کو ایک ہزار من کی بجائے آٹھ سو من محسوب کرنا ہوگی۔

8ھ وسق ایسا ماپ ہے جس سے غلہ اور سیال دونوں قسم کی چیزوں کا ماپ کیا جا سکتا ہے، جیسے پنجاب میں "ٹوپا" اور "دڑوپا"۔ اگرچہ یہ دونوں صرف ان اجناس کی پیمائش کے لئے ہیں، جو دانے کی شکل میں ہوں، مثلاً گندم، دھان، سرسوں، تارامیرا وغیرہ۔

9ھ اصل میں لفظ "آدمۃ" ہے جمع آدیم بہ معنی "چرم سرخ یا چرم دباغت یافتہ"۔ (از منتہی الادب) اور چونکہ امیر المومنین نے ناندوالی کھالوں کا تجسس نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ کچی کھال زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے۔

10ھ زکوٰۃ فقراء کا حق ہے۔ الیٰ آخر الآیۃ۔

كتاب الصيام

کتاب الصیام

روزہ میں بعض انعامات کا سبب حضرت عمرؓ ہیں

(مثلاً اوائل اسلام میں ماہ رمضان میں افطار روزہ کے بعد سحر تک مباشرت پر کچھ پابندیاں تھیں، جو امیر المومنین حضرت عمرؓ کی وجہ سے انعام سے بدل دی گئیں)۔

(239) بروایت بیہقی۔اوائل عہد اسلام میں روزہ دار کے لئے پابندی تھی:

(الف) کہ اگر مرد نے روزہ افطار کر لیا اور اس کی بیوی سو چکی ہے تو وہ اسے مباشرت کے لئے بیدار کرنے کا مجاز نہیں۔

(ب) اسی طرح اگر کوئی شخص (مرد یا عورت) افطار کے بعد تناول طعام کے بغیر سو گئے یا خواہ ذرا دیر بعد پھر بیدار ہو گئے، مگر اب وہ طعام تناول نہیں کر سکتے، سوا اس وقت کے جبکہ وہ گزشتہ سونے پر مائل ہوئے تھے...... اور حضرت عمرؓ کو بھی یہی سانحہ پڑا...... افطار روزہ کے بعد انہوں نے بیوی کی طرف دیکھا تو وہ نیند میں ڈوب چکی تھیں، آپ نے اسے جگا کر فرمایا کہ تم تو سوئی ہی نہ تھیں۔

اور اسی طرح ایک انصاری آدمی نے افطار کے بعد کھانا طلب کیا تو خادم کھانا

گرم کرنے لگا۔ ادھر انتظار میں انصاری پر نیند چھا گئی جس سے بیدار ہونے کے بعد وہ تناول نہ کر سکتے تھے، پس یہ انعامی آیت نازل ہوئی:

اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآءِ کُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ط عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَکُمْ فَتَابَ عَلَیْکُمْ وَعَفَا عَنْکُمْ ج

(الف) فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا کَتَبَ اللّٰهُ لَکُمْ ص

(ب) وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ص

(ج) ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ ج

(د) وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاکِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ کَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ○ (البقرہ : 187)

اے مومنو! شب ہائے صیام میں تمہارے لئے تمہاری بیویوں کے ساتھ مباشرت کی (اب) اجازت ہے۔ تم دونوں ایک دوسرے کا پیرہن ہو، اللہ نے تمہارے امیال و عواطف سے یہ بھی جان لیا کہ تمہیں کس امر کا میلان ہے۔ مگر تم اسے مخفی رکھنا چاہتے ہو، اس لئے اللہ نے تم پر انعام فرمایا اور تمہارے اس میلان کی وجہ سے تمہاری گزشتہ مرتکب شدہ لغزشیں معاف کر دیں۔

(الف) اب تمہیں باہمی مباشرت کی اجازت ہے، مگر مقصود تولید بھی ہو۔

(ب) اور بغیر کسی قدغن کے (افطار سے لے کر) طلوعِ سحر تک، جس وقت تک چاہو خورد نوش جاری رکھو۔

(ج) اس کے بعد پھر آغازِ شب تک اپنا روزہ پورا کرو۔

(د) اور اگر تم مسجدوں میں معتکف ہو جاؤ تو مباشرت ترک کر دو۔

یہ (احکام) حدود اللہ سے ہیں، ان سے تجاوز مت کرو۔ اسی طرح خداوند عالم اپنی آیات کو لوگوں کے لئے واضح فرماتا ہے تاکہ وہ مردانگی سے کام لے کر ان پر عمل پیرا ہو سکیں۔

یوم شک میں روزہ رکھنا منع ہے

(340) بروایت ابو بکر - امیر المومنین حضرت علیؓ کا معمول تھا کہ ماہِ رمضان کا زمانہ قریب آتا تو آپ خطبہ میں فرماتے کہ:

(الف) نہ رمضان کا روزہ رؤیت ہلال سے قبل رکھو۔

(ب) اور نہ رؤیت ہلال عید کے بعد روزہ رکھو۔

(ج) اور اگر رؤیت ہلال کی شب کو آسمان پر ابر چھا گیا ہو تو پھر گنتی پوری کر لو[1]

(341) بروایت ابو بکر - اور اسی طرح (بحسب روایت نمبر 340) حضرت عمرؓ سے مروی ہے، یعنی صرف یہ کہ رؤیت ہلال سے قبل روزہ مت رکھو۔

(342) بروایت بیہقی - حضرت عمرؓ اور جناب علیؓ (ہر دو خلفائے کرام) ماہِ رمضان میں یوم شک کے روزہ سے منع فرمایا کرتے تھے۔

ایک مہینے کے دن

(343) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ فرماتے کہ ایک مہینہ کے تیس یا انتیس دن ہوتے ہیں۔

(344) بروایت بیہقی - ابو وائل (شفیق بن سلمہ الاسدی[2]) فرماتے ہیں، ہمارے ہاں امیر المومنین کا یہ تحریری فرمان پہنچا کہ مہینے کے دن کبھی کم اور کبھی زیادہ (29 یا 30) ہوتے ہیں، اگر (29 کی) شب کو ہلال عید نظر نہیں آیا اور تم نے وہ روزہ رکھ لیا ہے تو اب دن میں اگر دو گواہوں نے شب کو رؤیت ہلال کی شہادت دی ہے تو

روزہ توڑ دو (ورنہ اسے پورا کرلو)۔

(345) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے رؤیت ہلال میں ایک شخص[3] کی شہادت تسلیم کرنے کی اجازت دی۔

(346) بروایت امام شافعیؒ - حضرت عمرؓ سے روایت ہے :

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دبر النهار واقبل الليل و غربت الشمس فقد افطر الصائم .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جونہی دن کی روشنی اپنا منہ چھپالے اور رات کی تاریکی بے نقاب ہونا شروع کردے اور آفتاب غروب ہو جائے تب روزہ دار افطار کرے۔

(347) بروایت ابو بکر و بخاری - اسی طرح (بحسب روایت نمبر 346) حضرت عمرؓ بھی فرماتے ہیں۔

(348) بروایت امام مالکؒ و امام شافعیؒ - ایک دفعہ افطار کے قریب ابر گھر رہا تھا۔ امیر المومنین نے یہ سمجھ کر کہ وقت ہو چکا ہے، روزہ افطار فرمالیا۔ اتنے ہی میں ایک صاحب باہر سے آپہنچے اور عرض کیا اے امیر المومنین! ابھی تو آفتاب چمک رہا ہے ۔ فرمایا، مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ ہم اس معاملہ میں غور کریں گے کہ اس کی تلافی کیا ہو سکتی ہے (یعنی یسیرٌ و قد اجتهدنا)۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، اس مسئلہ میں امام مالکؒ و امام شافعیؒ دونوں کا فتویٰ یہ ہے کہ صرف ایسے روزہ کی قضا کافی ہے۔

(349) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے اپنے چند دوستوں کے ساتھ یہ سمجھ کر روزہ (رمضان پانی سے) افطار کر لیا کہ دن غروب ہو ہی چکا ہے، مگر جب مؤذن

اذان پڑھنے کے لئے منبر پر گیا تو اس نے شور مچا دیا کہ ''اے امیر المومنین! سوگند بخدا! آفتاب تو ابھی چمک رہا ہے!'' حضرت عمرؓ نے فرمایا ''اے مؤذن! ہمیں اس شر سے اللہ نے محفوظ رکھنے کی صورت سمجھا دی ہے'' (یعنی قضا) یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ پھر دوستوں سے کہا کہ جس نے ابھی افطار نہیں کیا وہ غروب کا انتظار کرے مگر جس نے افطار کر لیا ہے وہ اس روزہ کی قضا کرے گا۔

(350) بروایت بیہقی - (ہمثلہ) ...... اور امام بیہقی نے یہ روایت متعدد اسناد سے نقل فرمائی ہے ...... جس کے بعد ممدوح فرماتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ ایسے بے وقت افطار پر قضا واجب نہیں تو اسے صحیح نہ کہا جائے گا، کیونکہ اس واقعہ کو متعدد رواۃ نے بیان کیا ہے اور ظاہر ہے کہ خبر واحد پر خبر متواتر بہت زیادہ قابل ترجیح ہے۔

اور طلوعِ سحر کے شک پر

(351) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے فرمایا کہ اگر ایک ہی جگہ دو اشخاص جمع ہوں اور دونوں کو طلوعِ سحر میں شک ہو (صرف ایک ہی کو نہیں) تو وہ اپنا خورد و نوش جاری رکھ سکتے ہیں جب تک کہ ان دونوں کا شک یقین سے نہ بدل جائے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ کا یہ استدلال آیۂ ذیل سے ہے:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (البقرۃ: 187)

اے مومنو! واضح طور پر طلوعِ سحر ہونے تک تم اپنا خورد و نوش جاری رکھ سکتے ہو۔

روزہ میں مبادی مباشرت

(352) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے تقبیل فرمائی (مگر دل میں ڈر گئے مبادا یہ معصیت ہو) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے واقعہ عرض کیا۔آپ نے فرمایا، اگر روزہ کی حالت میں ایسا اتفاق ہو تو کلی کر لینے میں کیا مضائقہ ہے ؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا، ذرا بھر نہیں ! رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر اس میں تردد کیوں ہوا (یعنی روزہ کی تضییع کا کوئی احتمال نہیں)۔

(353) بروایت امام شافعیؒ-ایضاً

(354) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے روزہ دار کو اس کی بیوی کی تقبیل سے منع فرمایا۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، روایات نمبر 352و نمبر 353(دونوں) تقبیل کے جواز پر دلالت کرتی ہیں اور روایت نمبر 354 نہی تنزیہہ پر رہبری کرتی ہے۔

تعجیل افطار

(355) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا، افطار صوم میں تعجیل میری امت کے لئے بھلائی کا سبب ہے۔

(356) بروایت شافعیؒ-جونہی شب کی تاریکی نمودار ہوتی حضرت عمرؓ اور جناب عثمانؓ (اپنے اپنے عہد میں) نماز مغرب کے لئے قیام فرمالیتے اور روزہ (ماہِ رمضان) بعد نماز افطار فرماتے۔

(357) بروایت ابو بکر - (بمثل روایت مذکورہ نمبر 356الا یہ کہ دونوں خلفائے عظام قیام صلوٰۃ سے قبل بھی افطار فرماتے۔

(358) بروایت ابو بکر -امیر المومنین اپنے عمال کی طرف تحریری فرمان بھیجا کرتے کہ مبادا تم افطار میں تاخیر کرو اور نماز مغرب کے لئے تاروں کے چمکنے کا انتظار کرتے رہو۔

روزہ میں ترکِ معاصی

(359) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ روزہ صرف خورد و نوش سے ہاتھ کھینچ لینا ہی تو نہیں بلکہ کذب، باطل، یاوہ گوئی اور جھوٹی قسم کا ترک کرنا بھی روزہ میں داخل ہے۔

یومِ عاشورِ محرم کا روزہ

(360) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ یومِ عاشورِ محرم کا روزہ نہ رکھتے۔

(361) بروایت ابوبکر - امیر المومنین نے عبد الرحمٰن بن الحارثؓ کی طرف فرمان بھیجا کہ شب عاشورِ محرم میں سحری کھاؤ اور دن میں روزہ رکھو[5]

(362) بروایت ابوبکر - ابن عباسؓ فرماتے ہیں :

عن عمر لقد علمتم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فى ليلة القدر اطلبوها فى العشر الاواخر .

حضرت عمرؓ سے مروی ہے تمہیں معلوم ہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب قدر کے متعلق فرمایا کہ اسے آخری عشرہ (رمضان) میں طلب کرو۔

(363) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ، جناب حذیفہ الیمانیؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ تینوں اصحاب کو یقین تھا کہ لیلۃ القدر ستائیس شبِ رمضان ہے۔

صومِ رمضان کی قضا عشرہ ذوالحجہ میں

(364) بروایت ابوبکر - امیر المومنین نے فرمایا کہ رمضان کے قضا شدہ روزے عشرہ ذوالحجہ میں بھی رکھے جا سکتے ہیں۔

صوم الدہر

(365) بروایت ابوبکر - ایک صاحب صائم الدہر بن گئے۔ جب امیر

المومنین حضرت عمرؓ نے سنا تو انہیں تعزیر فرمائی۔

(366) بروایت ابو بکر۔(مگر) خود حضرت عمرؓ نے وفات سے قبل دو سال تک روزے رکھے۔

محبتِ صوم

(367) بروایت ابو بکر۔امیر المومنین نے فرمایا، میرے آخری سانس ہوں تب بھی میں روزہ رکھنا محبوب سمجھوں گا، اور اگر روزہ رکھ لیا ہے اور اجل آجائے تو افطار نہ کروں گا۔

اعتکاف میں پردہ کی نوعیت

(368) بروایت ابو بکر۔چند حضرات مسجد میں معتکف تھے اور بڑے اہتمام سے پردے لٹکا رکھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے یہ دیکھ کر دریافت فرمایا تو (انہوں نے) عرض کیا، ہم لوگ کھانا کھا رہے ہیں، فرمایا کھانے سے فارغ ہو کر یہ پردے ہٹا دیجئے گا۔

عورت نفلی روزہ شوہر کی اجازت سے رکھے

(369) بروایت ابو بکر۔ حضرت عمرؓ نے فتویٰ ارشاد فرمایا کو شوہر کی اجازت کے بغیر کوئی عورت نفلی روزہ نہ رکھے۔ (کیونکہ روزہ میں ضعف کی وجہ سے امور خانہ داری کی بے ترتیبی کا اندیشہ ہے)

نفلی روزہ کا ثواب

(370) بروایت ابو بکر۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ نفلی روزہ کا اجر بھی صوم رمضان کے برابر ہے اور اسی قدر ثواب ہے مسکین کو کھانا کھلانے میں۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: اس کی تطبیق یہ ہے کہ (مثلاً) کسی نے رمضان کا

روزہ بعذر شرعی ترک کر دیا حتی کہ دوسرا رمضان بھی ختم ہو گیا اور اس نے بغیر عذر ترک شدہ صوم کی قضا نہ کی۔ امام شافعیؒ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

صومِ ماہِ رجب، التزاماً رکھنا رسومِ جاہلیت سے ہے

(371) بروایت ابوبکر - جو لوگ ماہِ رجب کے اعزاز میں روزے رکھتے، امیر المومنین ان کے ہاتھوں پر درّے مارتے اور فرماتے کہ رجب کی تعظیم جاہلیت کی رسوم سے ہے (اسلام کو اس سے کوئی واسطہ نہیں)۔ حتی کہ ایسے لوگ روزہ ترک کر دیتے۔ حتی یضعوها فی الجفان (یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے ہاتھ ظروفِ طعام میں رکھ دیتے، یعنی روزہ توڑ کر کھانا کھا لیتے)۔

عیدین کے دنوں میں روزہ منع ہے

(372) بروایت ابوبکر - ابو عبید (مولیٰ ابن ازہر) فرماتے ہیں، میں ایک موقع پر حضرت عمرؓ کے ساتھ صلوٰۃِ عید میں شریک ہوا۔ آپ نے خطبہ عید نماز کے بعد پڑھا اور اس میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں عیدوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمادیا ہے۔ (پھر فرمایا) اب رہی عید رمضان، تو یہ افطار کا دن ہے ......اور قربانی کی عید! تو اس میں اپنی ذبح کردہ قربانیوں کا گوشت کھاؤ۔

روزہ میں مسواک کرنا

(373) بروایت ابوبکر - زیاد بن حدیر فرماتے ہیں، میں نے جن حضرات کو دیکھا، ان سب میں حضرت عمرؓ روزہ کی حالت میں مسواک کا استعمال زیادہ فرماتے۔

حواشی

لہ یعنی اگر ہلالِ رمضان کے وقت ایسا ہو تو ماہ شعبان کے تیس دن شمار کر لو اور اگر ہلالِ عید

کے وقت ابر چھایا ہو تو بھی ماہِ رمضان کے تیس دن پورے شمار کرلو۔

ﮧ[2] الاصابہ، ابن حجر جلد 3 نمبر 3976

ﮧ[3] روایات نمبر 344و345 میں وجہ تطبیق حجیت خبر صدوقِ واحد پر ہے کہ اگر رؤیت میں صرف ایک ہی شاہد ہے اور وہ مشہور بہ عدالت ہے، تب اس کی توثیق (دوسرے شاہد کے انتظار میں) ضروری نہیں، جیساکہ اذانِ صلٰوۃ میں خبر واحد صدوق متیقّن ہے. شاہ ولی اللہ صاحب (مؤلف رسالہ ہذا) نے اس پر مصفّٰی شرح مؤطا میں ایک لطیف سا اشارہ فرمایا ہے۔ درباب من افطر فی یوم غیم وهو یریٰ انه قد امسی ثم تیقن بقاء النهار قضٰی ولا کفارة علیه.

ﮧ[4] فقہائے کرام نے نہی کی دو قسمیں متعین فرمائی ہیں (1) نہی تحریمی-دال بر حرمت (2) نہی تنزیہی-دال بر احتیاط اور گنہ سے مبرا۔

ﮧ[5] وجہ تطبیق بین الروایتین یہ ہو سکتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس دن کے صوم کا علم حاصل ہونے کے بعد خود بھی التزام کیا اور دوسروں کو بھی ارشاد فرمایا۔

كتاب الحج

کتاب الحج

ثوابِ حج

(374) بروایت ابوبکر - امیر المومنین فرماتے ہیں، جس کسی نے بیت اللہ کا حج خالصاً اللہ کے لئے کیا وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو گیا کہ گویا ابھی اس کی مادر نے اسے جنا ہے۔

(375) بروایت ابوبکر - جس وقت عراق کے حاجی سعی (صفا و مروہ) کر چکے تو حضرت عمرؓ نے انہیں اپنے پاس بلا کر پوچھا، یہاں حج کے سوا کسی اور غرض سے تو آپ لوگ نہیں آئے؟ عرض کیا اے امیر المومنین! ہم لوگ حج کے سوا کسی اور غرض کے لئے یہاں نہیں آئے۔

پھر فرمایا تمہارے اونٹوں کے کھر اور پشت صعوبت سفر سے ماؤف ہو گئے ہوں گے؟ عرض کیا، جی ہاں! ہمارے شتر واقعی بعد مسافت سے چور ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تب آپ لوگ اعمال حج کی جا آوری شروع کر دیجئے۔

(376) بروایت ابوبکر - امیر المومنین نے فرمایا، حج، عمرہ اور جہاد سے

فارغ ہو کر واپس لوٹنے والوں سے دعا کرانے میں عجلت کرو، اس سے پہلے کہ وہ لوگ پھر گناہوں میں ملوث ہو جائیں [1]

(377) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ادائے حج کے بعد ماہِ ذوالحجہ کے بقیہ ایام، ماہِ محرم، ماہِ صفر اور ماہِ ربیع الاوّل کا عشرۂ اولیٰ حاجی کی قبولیت دعا میں اس قدر موثر ہیں کہ ان ایام میں وہ اپنے لئے دعا کرے یا کسی اور کے لئے تو ضرور مقبول ہوتی ہے۔

ماہِ ذوالحجہ کے سوا دوسرے مہینوں میں عمرہ کا جواز

(378) بروایت امام مالکؒ - ایک صاحب نے جن کا نام عمر (بن ابو سلمہ) ہے، امیر المومنین سے ماہِ شوال میں عمرہ کرنے کا فتویٰ دریافت کیا تو آپ نے اس پر صاد فرمادیا اور وہ عمرہ سے واپس آکر اپنے مسکن تشریف لے گئے [2]

(379) بروایت بیہقی - حضرت عمرؓ نے آیۂ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً (153:2) کے معنوں میں فرمایا کہ سفر حج کی استطاعت سے مراد سواری اور سفر کے مصارف ہیں۔

(380) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے فرمایا، اے مسلمانو! اپنی ذریت کو بھی حج کراؤ، مبادا تم صرف خود کو ان کے خورد و نوش کی کفایت تک ذمہ دار سمجھتے رہو اور ان کے فرائض کی رسّی انہی کی گردنوں میں پڑی رہنے دو۔

سفر حج میں عورت کے لئے محرم اور محافظ دونوں ضروری ہیں

(381) بروایت بغوی - حضرت عمرؓ کے آخری حج میں امہات المومنین بھی شریک سفر تھیں، امیر المومنین نے اس قافلہ کے ساتھ حضرت عثمانؓ و حضرت عبد الرحمنؓ (بن ابو بکرؓ) دونوں کو متعین کر دیا۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ عورت محرم کے

بغیر سفرِ حج کر سکتی ہے یا نہیں ؟

(الف) امام شافعیؒ فرماتے ہیں اگر ان کے شریک سفر ایسے مرد ہوں جن کے ہمراہ ان کی بیبیاں بھی ہیں اور وہ عورتیں ثقہ ہیں، تب محرم کے بغیر بھی جائز ہے۔

(ب) دوسرے فریق کا فتویٰ یہ ہے کہ امیر المومنین نے حضرت عثمانؓ اور عبدالرحمٰنؓ کو امہات المومنین کی حفاظت و تعظیم کے لئے متعین فرمایا، اگرچہ امہات المومنین کے ہمرکاب ان کے محرم بھی تھے[3]

میقاتِ احرام

(382) بروایت بخاری - جب عہد فاروقی میں بصرہ اور کوفہ فتح ہو گئے تو اس نواح کے مسلمان امیر المومنین کی خدمت میں بدیں غرض حاضر ہوئے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہم) اہل نجد[4] کا میقات[5] قرن (نام میقات) نامی متعین فرمادیا تھا، مگر یہ مقام (قرن) ہماری راہ سے دور ہٹا ہوا ہے جس سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ امیر المومنین نے فرمایا، قرن ہی کے متوازی دیکھو کون سا مقام مناسب ہو گا اور آپ نے ان کے لئے ذاتِ عرق تجویز فرمادیا[6]

اپنے مہل سے اِدھر احرام باندھنا

(383) بروایت ابو بکر - عمران بن حصین (صحابی) بصرہ سے حج کے لئے نکلے اور وہیں سے احرام باندھ لیا، جب حضرت عمرؓ سے حج کے موقع پر ان کی ملاقات ہوئی تو آپ نے یہ معلوم کر کے انہیں زجر فرمائی کہ غیر صحابی یہ بات گرہ میں باندھ لیں گے کہ اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی اپنی بستی ہی سے احرام حج باندھ لیتے تھے[7]

(384) بروایت ابو بکر - ایک شخص نے حج کے لئے کوفہ ہی سے احرام

باندھ لیا۔ امیر المومنین کو اطلاع ہوئی تو اسے حاجیوں کے سامنے پیش کر کے فرمایا ”اس پریشان حال کی طرف دیکھو، اس نے خود پر کیا مصیبت ڈال لی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر وسعت کر رکھی تھی۔ (کہ یہ اپنے میقات ”ذات عرق“ سے احرام باندھتا۔ ملاحظہ ہو : روایت نمبر 383)

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ کی اس تنبیہ کی تعبیر یہ ہے کہ مقتدائے جماعت اور ایسے اشخاص کے لئے یہ اہتمام مکروہ ہے کہ مبادا (آخر الذکر یوں گھر سے احرام باندھ کر) حقوقِ احرام کا تحفظ نہ کر سکے۔

حالتِ احرام میں معطرات کا استعمال

(385) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے حج کے موقع پر مقام ذوالحلیفہ[8] پر خوشبو کی مہک محسوس کر کے دریافت فرمایا تو یہ امیر معاویہؓ کے بدن سے آرہی تھی، ان سے فرمایا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ عرض کیا اے امیر المومنین! مجھے زجر فرمانے میں عجلت نہ کیجئے، میں نے یہ از خود نہیں کیا بلکہ ام حبیبہؓ نے یہ خوشبو میرے بدن پر مل کر مجھے قسم دی ہے کہ میں اسے خود سے زائل نہ کروں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ”میں بھی آپ کو یہ قسم دیتا ہوں کہ اب آپ انہی سے کہیں کہ وہ اسے آپ کے بدن سے اسی طرح دھوئیں، جس طرح انہوں نے اسے آپ کے بدن پر لگایا ہے۔ امیر معاویہؓ اسی طرح تعمیل کر کے پھر حضرت عمرؓ سے آکر ملاقی ہوئے۔

(386) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ کو اپنے ہمراہی حاجیوں سے خوشبو کی مہک محسوس ہوئی جبکہ وہ سب احرام باندھے ہوئے تھے، یہ مہک امیر معاویہؓ کی طرف سے آرہی تھی۔ (امیر المومنین کی تنبیہ پر) (امیر معاویہؓ) نے اپنا وہ لحاف علیحدہ کر دیا جس میں خوشبو لگی ہوئی تھی۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، فقہاء نے اس فتویٰ پر بدیں وجہ عمل نہیں کیا کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی مرویات میں سے اس کے خلاف مندرجہ ذیل حدیث ان کے سامنے تھی۔

کانی انظر الی و بیض الطیب فی مفرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ثلث من احرامہ . (اخرجہ الشیخان)

حضرت ام المومنین فرماتی ہیں گویا کہ میں آج بھی اس خوشبو کو دیکھ رہی ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں چمک رہی تھی جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام باندھے ہوئے تیسرا دن گزر چکا تھا۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ احرام میں بدن پر خوشبو کا اثر رہ جانا جائز ہے، اس لئے کہ یہ خوشبو بدن کی میل سے خود بخود دب جاتی ہے، لیکن لباس کے کسی حصے پر خوشبو کا اثر رہ جانا ناجائز ہے کیونکہ وہ (خوشبو) پیرہن پر بدستور جمی رہتی ہے۔

تلبیہ

(387) بروایت ابوبکر۔ حضرت عمرؓ کا تلبیہ حج یہ تھا:

لبیک! اللھم لبیک ! لا شریک لک لبیک ! ان الحمد والنعمۃلک ! والملک لا شریک لک لبیک ! مرغوباً و مرھوباً الیک لبیک! یا ذا النعماء و الفضل الحسن .

حاضر ہوں میں اے اللہ! تیرے حضور میں، الٰہی تو لاشریک ہے۔

خداوندا! میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں اور تیری گرفت سے ترساں! میں حاضر ہوں اور اے صاحب اکرام عمیم! اے قابل ستائش اور خوبی کے مالک!

اہل مکہ کے لئے وقتِ حرام

(388) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ (حج کیلئے تشریف لائے اور آپ) نے اہل مکہ سے فرمایا کہ لوگوں نے توبالوں میں تیل بسار کھا ہے مگر حاجیوں کا یہ حال ہے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے اور خاک آلودہ ہیں۔اے اہل مکہ !جونہی تم لوگ ہلال ذوالحجہ دیکھو، احرام باندھ لیا کرو۔

اہل آفاق کے لئے احرام میں توسیع

(389) بروایت ابوبکر - امیر المومنین مکہ معظمہ تشریف لائے (احرام باندھے ہوئے) کعبہ کے سات طواف کئے، سعی صفاو مروہ کی، اور احرام کھول دیا۔اسی طرح چار پانچ دن گزرے۔ پھر ساتویں ذوالحجہ کو احرام باندھا اور تکمیل حج فرمائی۔

دوسری مرتبہ پھر اسی موسم میں بیت اللہ حاضر ہوئے، مگر بغیر احرام آئے اور ترویہ کے روز (آٹھویں ذوالحجہ کی صبح کو) احرام باندھا اور اونٹ پر سوار ہو کر منیٰ تشریف لے گئے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، مذکورۂ صدر پہلی مرتبہ جو (حضرت عمرؓ) احرام باندھ کر مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو یہ احرام صرف داخلہ مکہ معظمہ کے لئے درجۂ استحباب تک ہے[9]

حجِ افراد[10]

(390) بروایت ابوبکر - صحابہ کرامؓ نے حج افراد پر عمل شروع کر دیا، حالانکہ خلفائے ثلاثہ یعنی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ سنت نبویؐ پر عمل کرنے کے زیادہ حریص تھے[11]

(391) بروایت ابوبکر - حضرت ابوبکر صدیقؓ اور جناب عمر فاروقؓ دونوں نے حج افراد بھی کیا۔

حج قران

(392) بروایت ابو بکر - حضرت ابو وائل (شفیق الاسدی) فرماتے ہیں، ہم لوگ حج کے لئے روانہ ہوئے اور صبی ابن معبد نے (اس قافلے میں) حج قران (عمرہ اور حج دونوں) کا احرام باندھا۔ یہ تذکرہ جب حضرت عمرؓ سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تو نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا۔

حج تمتع

(393) بروایت ابو بکر - حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے ثلاثہ میں سے ہر ایک نے حج تمتع فرمایا اور سب سے پہلے حضرت معاویہؓ نے لوگوں کو اس سے منع کیا۔

حج و عمرہ کی تاکید

(394) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر تم ایک عمرہ کر لو، پھر دوسرا اس کے بعد ایک اور! پس اب حج کرو تو یہ حج تمتع ہے۔

قران، افراد، تمتع

(395) بروایت امام ابو حنیفہؒ - ابراہیم نخعی فرماتے ہیں، امیر المومنین عمرؓ نے حج افراد سے منع فرمایا ہے، مگر قران سے نہیں روکا، امام محمد (شاگرد امام ابو حنیفہؒ) فرماتے ہیں حج افراد سے منع فرمانے کا یہ مطلب ہے کہ "افراد عمرہ سے روکا" (قال محمد یعنی بقوله نهی الافراد افراد العمرة)[12]

(396) بروایت امام احمد بن حنبلؒ - حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ میں فرمایا "اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس حد تک چاہا، شعار دین میں سہولت و

رخصت مرحمت فرمادی- لیکن اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی منزل زیست ختم کر چکے ہیں، پس (اے لوگو!) تم حکم قرآنی کے مطابق تکمیل حج وعمرہ کرو[13]

(397) بروایت احمد بن حنبلؒ- حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ دونوں کی مشایعت میں حج تمتع کیا مگر جب حضرت عمرؓ کو خلافت تفویض ہوئی تو آپ نے موقعۂ حج پر ایک خطبہ میں فرمایا:

"اے مسلمانو! قرآن کی عظمت قابل تسلیم ہے اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف سزاوار صد ستائش! میں کہتا ہوں کہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں صرف دو تمتع ہی جاری تھے۔

(الف) تمتع حج (ب) متعۃ النساء (...... اس کے معنی یہ ہیں کہ اب یہ دونوں ختم ہو چکے ہیں[14] جیسا کہ متن کتاب میں ہے یعنی معناہ لیستا بعدہ)

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی دونوں (متعوں) کا نسخ ہے۔

(398) بروایت امام مالکؒ- حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، امیر المومنین نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنے اپنے حج اور عمرہ کے درمیان وقفہ رکھو، کیونکہ یہ وقفہ تمہارے حج کی تکمیل ہے اور حج کے مشہور مہینوں کے سوا دوسرے ایام میں عمرہ کرنا اس کی تکمیل ہے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ کے مجتہدات میں اس مسئلہ پر فقہاء کا بے حد اختلاف ہے۔ میرے نزدیک اس کی توجیہہ یہ ہے کہ جس طرح ہر بات کا ایک محل ہے، اسی طرح حضرت عمرؓ کا اپنا عمل تو (حج) افراد ہے، مگر آپ حج تمتع اور قران کے جواز کے بھی قائل تھے۔

رہی عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کہ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین ہر ایک نے حج تمتع فرمایا...... تو اس کے معنی طوافِ قدوم کا تقدم ہے طواف افاضہ پر۔ اور سعی (صفاو مروہ) پر طوافِ قدوم کا تاخر۔

اور رہا حضرت عمرؓ کا یہ فرمان کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس حد تک چاہا شعارِ دین میں سہولت ورخصت مرحمت فرمادی[15]۔ تو یہ جاہلیت کی اس رسم کو مٹانا تھا کہ حج اور عمرہ ایک ہی دفعہ میں نہیں کئے جا سکتے۔ پس حج کے ساتھ ہی عمرہ کا یہ لزوم صرف عہد نبوت تک تھا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں شعار کے پے در پے ادا کرنے کا منشا جاہلیت کی اس رسم کو ختم کرنا تھا، جس میں کفار کہا کرتے، کہ "حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا گناہِ کبیرہ ہے"۔

اور حضرت عمرؓ کا (بحسب روایت نمبر 395) یعنی **قال محمد یعنی لقوله نهى عن الافراد افراد العمرة** تو اس سے مراد یہ ہے کہ مبادا طوافِ قدوم ترک کر دیا جائے اور صرف وہ طواف رہ جائے جو تکمیل مناسک کے بعد کا ہے۔

(399) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے صبی بن معبد سے فرمایا کہ جس جگہ سے اس نے احرام قران باندھا ہے، وہیں پر ایک قربانی (بھیڑ) ذبح کریں۔

حج تمتع کے بعد قیامِ مکہ نہ ہو تو اجر تمتع باطل ہو جاتا ہے

(400) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو شخص عمرہ کر لینے کے بعد مکہ معظمہ میں رہ کر ادائے حج تک انتظار کرے، اس کے لئے تمتع کا اجر ہے اور اگر وہ درمیان میں کہیں چلا جائے تو پھر حج تمتع نہیں رہا۔

عمرہ اور حج دونوں کا میقات ایک ہے

(401) بروایت ابوبکر - امیر المومنین سے ایک صاحب نے فتویٰ پوچھا کہ

میں عمرہ کا احرام کس مقام سے باندھوں؟ فرمایا، حضرت علیؓ یہاں تشریف فرما ہیں، یہ فتویٰ ان سے دریافت کیجئے! حضرت علیؓ نے سائل سے فرمایا کہ جس مقام سے تم آئے ہو، (اس کے میقات سے احرام باندھئے) سائل نے آکر امیر المومنین سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ علیؓ ابن ابی طالب فرماتے ہیں، اس سے ہٹ کر میں آپ کے لئے کچھ اور نہیں کہہ سکتا۔

عمرہ بعد از فراغِ حج

(402) بروایت ابو بکر۔ حضرت عمرؓ سے (کسی نے) فتویٰ پوچھا، کیا حج سے فارغ ہونے کے بعد بھی عمرہ کیا جا سکتا ہے؟ فرمایا نہ کرنے سے بہتر ہے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر عمرہ کا احرام اپنے نواح کے متعین مقام سے باندھا جائے تو بہت زیادہ افضل ہے، اس سے کہ وہ شخص اپنا احرام تنعیم[16] یا کسی اور ایسی قریبی جگہ سے باندھے۔

مکہ معظّمہ میں حج کے ابتدائی رسوم

(403) بروایت ابو بکر۔ امیر المومنین نے فرمایا جو شخص مکہ معظّمہ میں بہ نیت حج وارد ہو، سب سے پہلے وہ خانہ کعبہ کا طواف سات مرتبہ کرے، اس کے بعد مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کرے۔ (اور اب دوسرے اعمال و مناسک!)

طوافِ کعبہ بمنزلہ صلوٰۃ ہے

(404) بروایت امام شافعیؒ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، دورانِ طواف باتیں نہ کرو، کیونکہ اس وقت بھی تم گویا کہ "صلوٰۃ" (بہ معنی عبادت) میں مصروف ہو۔

تعمیرِ کعبہ کی ابتدائی کیفیت

(405) بروایت امام شافعیؒ۔ امیر المومنین نے ایک معمر شخص سے

دریافت کیا کہ آپ نے بیت اللہ کی ابتدائی تعمیر کا واقعہ سنا ہو تو فرمائیے گا۔ اس نے کہا جب قریش نے اس کی تعمیر شروع کی تو پھر کچھ عرصہ بعد وہ تھک کر اسے چھوڑ بیٹھے اور پتھر ادھر اُدھر بکھر گئے! امیر المومنین نے فرمایا، آپ سچ فرماتے ہیں۔

سعی صفاو مروہ

(406) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے صفاو مروہ کے درمیان سعی فرمائی۔

طوافِ کعبہ میں رمل (شواط) کی تثبیت

(407) بروایت امام احمد بن حنبلؒ - حضرت عمرؓ نے طوافِ قدوم میں رمل میں کندھے ہلا ہلا کر چلنے پر فرمایا کہ یہ صورت ابتدائے اسلام میں تھی، اگرچہ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو (عرب میں) مستحکم فرمادیا ہے اور کفر یہاں سے بالکل مٹ چکا ہے، بایں ہمہ ہم کسی ایسے شعار کا ترک نہ کریں گے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا ہو[17]

حجر اسود کی تقبیل والتزام سنت ہے

(408) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے حجر اسود سے معانقہ فرما کر اس کی تقبیل فرمائی۔

(409) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے حجر اسود کو ہاتھ سے چھوا، پھر اس کی تقبیل کے بعد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعمال کرتے نہ دیکھا ہوتا تو خود بھی نہ کرتا۔

(410) بروایت ابو بکر - حضرت یعلی بن امیہ سے امیر المومنین نے فرمایا، آپ کو تو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کے سوا کسی اور منسک و غیر منسک کی تقبیل نہیں فرمائی۔ یعلی نے عرض کیا، بے شک! پھر فرمایا: اے یعلی! کیا

آپ کے لئے اس میں اسوۂ حسنہ نہیں ؟ انہوں نے عرض کیا : بے شک !

عنوانِ سعی

(411) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ سعی میں آغاز صفا سے کیجئے اور کعبہ رخ ہو کر سات تکبیریں کہئے، جن میں ہر دو تکبیر کے درمیان اللہ تعالیٰ کی حمد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہو، اس کے بعد اپنے لئے دعا! اور اسی طرح صفا سے مروہ پر آیئے تو یہی اعمال بجا لایئے۔

(412) بروایت ابو بکر - بکر فرماتے ہیں، میں نے امیر المومنین کی معیت میں بطن[18] مسیل میں سعی کی۔

(413) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ سعی میں مروہ پر جاتے ہوئے مبرک البعیر (حاجیوں کے اونٹوں کا پڑاؤ) کو اپنی دائیں طرف چھوڑتے۔

(414) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ سعی میں صفا و مروہ پر آتے تو بلند آواز سے تلبیہ (لبيك اللهم لك لبيك) پکارتے۔ اگر شب میں سعی فرماتے تو اپنی آواز سے پہچانے جا سکتے، اگرچہ تاریکی کی وجہ سے دیکھنے میں نہ آتے۔

(415) بروایت ابو بکر - حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ ہر دو حضرات مکہ معظمہ میں احرام کی حالت میں داخل ہوتے اور جب تک قربانی نہ کر لیتے، احرام نہ کھولتے۔

عرفات میں جمع بین الصلوٰتین

(416) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے عرفات میں ظہر و عصر جمع کر کے ادا کیں، پھر وہیں قیام فرما رہے۔

(417) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے ظہر و عصر کی نماز جمع کر کے ادا کی۔[19]

(418) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے مزدلفہ میں صرف مغرب کی

نماز (بغیر ملائے عشاء کے) ادا کی۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، عرفات میں ظہر اور عصر جمع کر کے پڑھنا افضل ہے اور اگر کوئی شخص ان نمازوں کو اپنے اپنے اوقات میں ادا کرے تو بھی جائز ہے۔

یومِ عرفہ میں روزہ

(419) بروایت ابوبکر - حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے عرفہ کے صوم کا فتویٰ پوچھا گیا تو فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہ میں ہر ایک کی معیت میں حج کیا اور عرفہ کے روز نہ تو ان میں سے کسی نے روزہ رکھا اور نہ میں نے، مگر میں از خود نہ اس دن کے روزہ سے منع کرتا ہوں، نہ اس پر صاد کرتا ہوں۔

مزدلفہ کے اعمال

(420) بروایت احمد بن حنبلؒ - حضرت عمرؓ نے مزدلفہ میں جونہی صبح کی نماز پڑھائی، یہ فرماتے ہوئے روانگی کے لئے کھڑے ہو گئے کہ مشرکین اس مقام سے طلوعِ شمس کے بعد لوٹتے تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں بھی ان کی مخالفت فرمائی اور طلوعِ شمس سے قبل واپس تشریف لے گئے۔

(421) بروایت امام مالکؒ - امیر المومنین نے عرفہ[20] میں جو خطبہ دیا، اس میں لوگوں کو حج کرنے کی تاکید کے بعد فرمایا، جب تم منیٰ میں آجاؤ، تو جو شخص رمی جمرہ سے فارغ ہو جائے اسے ممنوعاتِ حج میں سے عورتوں کے ساتھ مباشرت اور خوشبو کا استعمال ابھی نہ کرنا چاہئے۔ بقیہ امور اب سے اس کے لئے مباح ہیں۔ (مثلاً غسل یا تبدیلیٔ پوشاک و حجامت وغیرہ) ...... اور مباشرت و معطرات طواف (افاضہ) کے بعد حلال ہوتے ہیں۔

(422) بروایت امام مالکؒ - ایضاً (مگر باضافہ) یعنی امیر المومنین نے فرمایا

کہ جس شخص نے رمی جمرہ کے بعد بال کٹوائے یا پوری حجامت اور قربانی بھی ذبح کرلی جو اس کے ہمراہ ہے تو اس کا احرام کھل گیا۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، فقہاء نے حضرت عمرؓ کے اس فتویٰ پر کہ وہ خوشبو بھی نہ چھوئے (بحسب روایت نمبر 421) بدیں وجہ عمل نہیں کیا کہ ان کے سامنے حضرت عائشہؓ اور دوسرے حضرات کی یہ صحیح حدیث تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طوافِ افاضہ[21] سے قبل خوشبو استعمال فرمائی۔

تلبیہ کا آخری وقت

(433) بروایت ابوبکر - حضرت عکرمہؒ سے دریافت کیا گیا کہ اہلال (لبیك ، لبیك) کب تک جاری رکھا جائے ؟ فرمایا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین نے اسے رمی جمرہ کرنے تک جاری رکھا۔

قربانی کا وقت

(424) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ تمام اعمالِ حج کر لینے کے بعد واپس تشریف لاتے، تب قربانی ذبح کرتے۔

رمی جمرہ کس مقام سے کی جائے ؟

(425) بروایت ابوبکر - عمرو بن میمون فرماتے ہیں ، امیر المومنین کی مشایعت میں مجھے دو مرتبہ حج کرنے کا اتفاق ہوا جن میں ایک موقع آپ کے زخمی کئے جانے کا سال تھا اور دونوں مرتبہ حضرت عمرؓ نے رمی جمرہ عقبہ پر کھڑے ہو کر فرمائی۔

(426) بروایت ابوبکر - اور حضرت عمرؓ نے رمی جمرہ عقبہ کی بلندی پر کھڑے ہو کر فرمائی۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے بلند مقام پر کھڑے

ہو کر رمی فرمائی۔

میں (شاہ صاحب) کہتا ہوں، صورت اول میں میدان میں کھڑے ہو کر (بحسب روایت نمبر 426) مستحب اور بصورت دیگر (بروایت نمبر 425) جائز ہے۔

احرام میں سر کے بال گوندھنا

(427) بروایت امام مالکؒ - حضرت عمرؓ نے فرمایا، جو شخص (احرام باندھنے کی حالت میں) سر کے بالوں کو گوندھنا چاہے، کوئی مضائقہ نہیں، لیکن یہ مینڈھی اس طرح نہ گوندھے کہ گویا ان کو چپکا دیا گیا ہے۔

(428) بروایت امام مالکؒ - امیر المومنین نے فرمایا کہ جو حاجی سر کے بال چوٹی کی شکل میں باندھے (جوڑا) یا انہیں گوندھے یا انہیں چپکائے، اس پر بالوں کا منڈانا واجب ہے۔

عقبہ میں قیام شب

(429) بروایت امام مالکؒ - امیر المومنین نے فرمایا کہ کوئی حاجی منیٰ میں اس عقبہ کی اوٹ میں رات نہ گزارے۔

(430) بروایت امام مالکؒ - عمرؓ بن الخطاب فرستاد مردماں را تا داخل کنند مردماں را از آں طرف عقبہ۔ (منقول از مصفیٰ، شاہ ولی اللہ)

(431) بروایت ابو بکر - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین رمی جمرہ کے موقع پر (سواری پر نہ ہوتے بلکہ) پیادہ پا ہوتے۔

رمی میں سواری بغیر عذر کے منع ہے

(432) بروایت ابو بکر - ایک عورت ناقہ پر سوار ہو کر رمی کر رہی تھی اور

اس کا شوہر مہار ناقہ پکڑے تھا، حضرت عمرؓ نے انہیں دیکھا تو مرد کو درّہ مار کر متنبہ فرمایا کہ یہ شخص اسے سواری پر نہ لے جائے۔

(433) بروایت امام مالکؒ - حضرت عمرؓ جمرۂ اولیٰ و ثانیہ پر دوپہر میں اتنی دیر تک کھڑے رہے کہ کوئی دوسرا ہوتا تو تھک کر گھبرا جاتا۔[22]

(434) بروایت ابوبکر - سلیمان بن ربیعہ فرماتے ہیں، رمی جمرہ کے موقع پر ہم لوگ امیر المومنین کے اعمال دیکھ رہے تھے، جب آپ عقبہ ثالثہ پر آئے تو وہاں وقوف نہیں فرمایا۔

رمی جمار کے آخری اوقات

(435) بروایت امام مالکؒ - امیر المومنین قربانی کے دوسرے روز ذرا دن چڑھے باہر تشریف لائے، تکبیریں کہیں اور آپ کے ساتھ دوسروں نے بھی کہیں، ذرا دیر بعد اسی روز پھر باہر تشریف لائے اور اسی طرح تکبیریں کہیں۔ اس سے ذرا بعد پھر، مگر زوالِ شمس کے بعد تیسری مرتبہ باہر نکلے، پھر تکبیریں کہیں اور آپ کے ساتھ اوروں نے بھی یہی عمل کیا، یہاں تک کہ ان کی آواز بیت اللہ میں پہنچی، جس سے لوگوں نے سمجھا کہ حضرت عمرؓ رمی جمار کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔

منیٰ میں قیام شب

(436) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے ان چرواہوں کو جو تقریب حج میں شریک تھے، یہ اجازت فرمادی کہ وہ (ایام تشریق میں) منیٰ کے اونچے حصہ میں شب بسر کر سکتے ہیں۔

منیٰ میں قصر صلوٰۃ

(437) بروایت ابوبکر - حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں، میں نے منیٰ میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین ہر ایک کی معیت میں (نماز قصر) دو دو رکعتیں ادا کیں۔[23]

(438) بروایت ابوبکر - یہ واقعہ ان تین اصحاب نے ان الفاظ میں روایت فرمایا ہے کہ حضرت عمرؓ نے منیٰ میں جمع بین الصلوٰتین کیا، عمران بن حصینؓ نے، عبداللہ بن عمرؓ نے اور انسؓ نے (عن عمرو بن شعیب)

منیٰ و محصّب میں ادائے جمعہ

(439) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے منیٰ میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔

(440) بروایت ابوبکر - امیر المومنین نے وادی محصب میں جمعہ کے وقت میں نماز ظہر ادا فرمائی۔[24]

وادیٔ محصّب میں استراحت شب

(441) بروایت ابوبکر - جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین ہر ایک نے محصّب میں شب کے وقت کچھ دیر استراحت نیند فرمائی۔

طوافِ وداع

(442) بروایت امام مالکؒ - امیر المومنین نے حاجیوں کو تاکید فرمائی کہ طوافِ وداع (مکہ معظمہ سے واپس ہونے کے وقت) کئے بغیر کوئی شخص واپس نہ جائے۔ یہ طواف مناسک حج کا تتمہ ہے۔

(443) بروایت امام مالکؒ - حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو موضع مر الظہران سے واپس بیت اللہ بھیجا، کیونکہ وہ طوافِ وداع کر کے نہ آیا تھا، تاکہ وہ طوافِ وداع کر کے واپس لوٹے (اور یہ بستی مکہ معظمہ و عسفان کے درمیان واقع ہے)۔

(444) بروایت ابوبکر - امیر المومنین بیت اللہ سے نمازِ فجر کے بعد طوافِ کعبہ فرما کر سواری پر طویٰ میں تشریف لائے، جونہی آفتاب قدرے بلند ہوا، آپ نے

دو رکعت نماز (اس مقام پر) ادا کر کے فرمایا کہ یہ دو رکعتیں ان دو رکعتوں کے عوض میں ہیں جو مجھے طوافِ کعبہ کے بعد (اسی تقریب پر) ادا کرنا تھیں۔

بحالتِ مجبوری عورت کا آخری عمل

(445) بروایت ابوبکر - حارث (بن عبداللہ بن اوس الثقفی) فرماتے ہیں، میں نے امیر المومنین سے فتویٰ پوچھا، اگر عورت طوافِ افاضہ کے بعد حائضہ ہو جائے؟ فرمایا: بہر صورت اس کے مناسک میں آخری عمل طواف ہونا چاہیے[25]۔ میں نے عرض کیا "بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی فرماتے"۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: "اے حارث! کیا تمہیں دین میں شک ہے؟ اور کیا تم نے مجھ سے اس لئے دریافت کیا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف فتویٰ دوں گا"۔

(446) بروایت ابوبکر - قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیقؓ سے مسئلہ دریافت ہوا کہ اگر عورت طوافِ افاضہ کے بعد قربانی بھی ذبح کر لے مگر اب وہ حائضہ ہو گئی، اور ادھر واپسی کا وقت آ گیا؟ قاسم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ پر رحم کرے، اس مسئلہ میں اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرماتے کہ وہ (عورت) اپنے اعمالِ حج سے فارغ ہو چکی ہے، مگر امیر المومنین فرماتے "**یکون اخر عهدها بالبیت**" (کہ اس کا آخری عمل طوافِ وداع ہے)۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ کا یہ فتویٰ[26] حدیثِ ام المومنین حضرت صفیہؓ اور بعض دیگر وجوہ سے اہل علم نے چھوڑ دیا ہے مگر میرے نزدیک اس کی تطبیق یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے فتویٰ کے مطابق عورت کو اندریں حالت بھی طوافِ وداع تک یہاں قیام کرنا چاہئے (ہر چند کہ وہ طوافِ افاضہ کر چکی ہے)۔ اِلا یہ مجبوری کہ وہ کسی عنوان قیام نہیں کر سکتی۔

رنگین احرام

(447) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ احرام میں زعفرانی رنگت اور کسوم میں رنگے ہوئے کپڑے سے منع فرماتے۔

محرم کے لئے نکاح

(448) بروایت امام مالکؒ - ابو غطفان المری کے والد نے احرام کی حالت میں اور اسی سفر میں نکاح کر لیا۔ جب امیر المومنین کو اس کا علم ہوا، تو آپ نے یہ نکاح رد کر دیا۔

حالتِ احرام میں غسل کرنا

(449) بروایت ابو بکر - حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں، سفر حج اور حالتِ احرام میں ہم میں سے کئی حضرات نے سمندر کی خلیج میں غوطہ لگایا، امیر المومنین دیکھ رہے تھے مگر کوئی تعرض نہیں فرمایا۔

(450) بروایت امام مالکؒ - یعلی بن امیہ فرماتے ہیں، میں بھی احرام میں تھا اور حضرت عمرؓ بھی، آپ نے غسل کیا، میں نے ان کے سر میں پانی انڈھیلا، آپ نے فرمایا ابھی اور پانی انڈھیلو۔ مگر یوں سر میں پانی ڈالنے سے تو بال اور بھی بکھر نے لگ جاتے ہیں[27]

محرم کے لئے غیر محرم کا کیا ہوا شکار

(451) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ ایسے پرندے کا گوشت محرم کے لئے جائز سمجھتے، جسے غیر محرم نے شکار کیا ہو۔

(452) بروایت امام ابو حنیفہؒ - حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں، بحرین میں مجھ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ اگر غیر محرم شکار کرے تو محرم اس میں سے استعمال کر سکتا

ہے ؟ میں نے اس کے جواز کا فتویٰ تو دے دیا مگر میرے دل میں یہ خلش باقی رہ گئی کہ شاید یہ صحیح نہ ہو۔ اس کے بعد میں حضرت عمرؓ بن الخطاب کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ واقعہ بتایا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر آپ اس کے سوا اور فتویٰ دیتے تو آپ نیابت امارت کے قابل نہ رہتے۔

احرام میں ایک اور استثناء

(453) بروایت امام مالکؒ - عبداللہ بن حدیر فرماتے ہیں، امیر المومنین احرام میں تھے جب سقیا (مقام) پر پڑاؤ ہوا، آپ کو دیکھا تو اپنے اونٹ کی کلیاں[28] نکال رہے ہیں۔

حالت احرام میں مختلف جانوروں کے شکار پر فدیہ

(454) بروایت امام مالکؒ - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حالت احرام میں مندرجہ ذیل جانوروں کے شکار پر فدیہ ٔ قربانی یہ ہے :

(1) بجو پر ایک مینڈھا (2) خرگوش پر ایک بچہ بز

(3) ہرن پر ایک مادہ بکری (4) جنگلی چوہے پر 4 ماہ کا بچہ بز

شکار بالتعمد پر فدیہ جبکہ شکار کرنے میں ایک سے زائد محرم شریک ہوں

(455) بروایت امام مالکؒ - ایک شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں سوال لایا کہ ہم دو دوست جو محرم تھے، ہم نے راہ میں ایک جنگلی بکری کے شکار پر گھوڑے چھوڑ دیئے ،وہ (بکری) تو بچ گئی مگر ایک ہرن ہماری زد میں آ گیا ، جسے ہم ذبح کر کے کام میں لے آئے۔ اب ہم پر کیا فدیہ ہے ؟

اس وقت حضرت عمرؓ کے پاس ایک اور صاحب تشریف فرما تھے۔ آپ نے

ان سے فرمایا: آیئے ہم دونوں اس مسئلہ پر غور کریں اور ذرا دیر بعد امیر المومنین نے سائل سے فرمایا، تم ایک شتر نر[29] قربانی کرو۔ سائل یہ کہتا ہوا واپس لوٹا، یہ امیر المومنین بنے بیٹھے ہیں، جو اتنا بھی نہیں جانتے کہ اگر محرم ہرن کا شکار کر بیٹھے تو اس پر کیا فیصلہ دینا چاہئے۔ یہاں تک کہ آپ نے دوسرے شخص کو مشورہ میں ساتھ بٹھالیا۔ حضرت عمرؓ نے سائل کو واپس بلا کر فرمایا:

کیا آپ نے سورۂ مائدہ پڑھی ہے؟

جواب: میں نے یہ سورت نہیں پڑھی۔

فرمایا: **هل تعرف هذا الرجل الذى حكم معى**؟ آپ اس شخص کو پہچانتے ہیں جس نے فتویٰ میں مجھے مشورہ دیا ہے؟

جواب: میں ان صاحب کو نہیں پہچان سکا۔

فرمایا: اگر آپ نے سورۂ مائدہ پڑھی ہوتی جس میں اسی مسئلہ پر یہ آیت موجود ہے تو میں آپ پر تعزیر جاری کر دیتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَن قَتَلَهُ مِنكُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ ۗ (المائدہ: 95)

اے مومنو! حالت احرام میں عمداً کسی جانور کو جان سے نہ مارو، ورنہ اس کی سزا مساوی بدلہ ہے (یعنی) ایک چوپائے کے بالعوض ایک چوپائے کی قربانی۔ جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل اشخاص کریں، یہ کہ ان لوگوں پر قربانی ہے، یا مساکین کو کھانا دینا ہے یا اس کے عوض میں روزے رکھنا ہیں۔

یہ میرے ساتھی دوسرے صاحب حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہیں۔

ٹڈی پر فدیہ

(456) بروایت امام مالکؒ -ایک سائل آیا اور اس نے حضرت عمرؓ سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ میں نے حالت احرام میں اپنے کوڑے سے کئی ٹڈیاں شکار کی ہیں اگر ان پر فدیہ ہو تو فرمائیے ؟ فرمایا : ایک مٹھی غلہ۔

(457) ایضاً بروایت امام مالکؒ - دوسرے موقع پر ایک اور سائل یہی صورت سوال (مگر صرف ایک ٹڈی کا) لے کر حاضر ہوا۔ حضرت عمرؓ نے جناب کعب بن مالکؓ سے فرمایا، آئیے دونوں مل کر اس مسئلہ پر غور کریں۔ کعبؓ نے عرض کیا، ایک درہم بصورت فدیہ۔ امیر المومنین نے (حضرت کعبؓ سے) فرمایا : آپ ایک درہم تجویز کرتے ہیں اور میں کہتا ہوں ایک ٹڈی کا فدیہ ایک کھجور بھی زیادہ ہے[30]

فدیہ میں تورّع کی مثال

(458) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ (حالتِ احرام میں) بیت اللہ کے اندر تشریف فرما تھے کہ ایک کبوتر اڑتا ہوا آیا اور آپ کے ہاتھ پر بیٹھ گیا۔ آپ نے ہاتھ ہلایا تو وہ اڑ کر شہر کے ایک مکان پر جا بیٹھا جہاں سانپ اسے نگل گیا۔ حضرت عمرؓ نے یہ سنا تو اس پر ایک بکری قربانی کا فدیہ فرمایا[31]

اگر متمتع وقت پر روزہ نہ رکھے تو اس پر ایک قربانی واجب ہے

(459) بروایت ابو بکر - ایک شخص جو حج تمتع کا احرام باندھے ہوئے تھا، امیر المومنین کی خدمت میں یہ سوال لایا کہ میں عشرہ ذوالحجہ میں روزہ نہیں رکھ سکا ؟ آپ نے اسے فرمایا ایک بکری قربانی کیجئے۔ سائل نے کہا، مجھے اتنی سکت نہیں کہ میں بکری خرید سکوں۔ فرمایا : اپنی قوم سے کہئے ! اس نے عرض کیا، میری قوم کا ایک شخص

بھی اس وقت یہاں موجود نہیں ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے (خزانہ دار) معیقیب سے فرمایا کہ اسے ایک بکری (بیت المال) سے دے دو۔

اگر ہدی کو راستہ ہی میں ذبح کرنے کی مجبوری در پیش ہو جائے؟

(460) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی طرف سے ہدی (قربانی کا جانور) نفلی صدقہ کے طور پر کسی کے ساتھ کر دے (اور وہ خود حج کے لئے نہیں جا سکا) اگر راستہ میں وہ ہدی کلفتِ سفر سے عاجز آ کر بیٹھ گئی تو محرم اسے ذبح کر سکتا ہے مگر اس میں سے خود نہ کھائے، ورنہ اس پر بدل واجب ہے (یعنی قربانی)۔[32]

منیٰ سے واپسی کے بعد قیام مکہ کی تحدید

(461) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے فرمایا کہ منیٰ سے فارغ ہونے کے بعد مکہ معظمہ میں تین روز سے زائد قیام نہ کرو۔

جو شخص حج کی نیت سے آئے مگر راستہ میں بہ مجبوری تاخیر ہو جائے

(462) بروایت امام مالکؒ - حضرت ابو ایوب انصاریؓ حج کے لئے نکلے تو راہ میں چشمہ نازیہ پر ان کی سواری کی اونٹنیاں گم ہو گئیں، جن کی تلاش میں اس قدر تاخیر ہو گئی کہ حضرت ابو ایوبؓ مکہ معظمہ میں یوم نحر (قربانی ذبح کرنے کے روز) ہی کو پہنچے، جبکہ مناسکِ حج کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ سے ملاقی ہوئے اور اپنی وجہ تاخیر بیان کی۔ امیر المومنین نے فرمایا: اب آپ صرف عمرہ کر کے احرام کھول دیجئے۔ آئندہ سال اگر آ سکیں تو حج کیجئے اور اپنی وسعت کے مطابق ہدی ساتھ لائیے۔

جو شخص قربانی کے روز نحر بھول جائے

(463) بروایت ابو بکر - امیر المومنین ہدی ذبح کر رہے تھے کہ ہبار بن اسود

آئے اور یہ دیکھ کر عرض کیا، اے امیر المومنین! ہم لوگ تو آج قربانی کرنا بھول گئے، کیونکہ ہمارے خیال میں آج یوم عرفہ تھا (مگر آپ کو قربانی کرتے دیکھ کر معلوم ہوا کہ وہ (عرفہ) تو کل گزر چکا ہے اب ہمیں کیا کرنا چاہئے ؟)

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب آپ اور آپ کے دوسرے ساتھی مکہ معظمہ واپس جائیں، طواف کریں اور اگر قربانی میسر ہو تو اسے ذبح کر کے حلق یا قصر کریں (حلق پورا سر منڈھانا، قصر مثلاً ریش و برودت وغیرہ کے زائد بال کٹوانا) اور اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔ اگلے سال آپ حضرات پھر حج کریں اور اپنے ہمراہ ہدی لائیں، البتہ جس شخص کو آج ہدی میسر نہ ہو، اس پر دس دن کے روزے واجب ہیں جن میں سے وہ شخص تین روزے ایام حج میں ادا کرے اور سات اپنے مسکن میں لوٹ کر رکھے۔

سفر حج میں حدی خوانی کا جواز

(464) بروایت ابو بکر - امیر المومنین سفر میں کسی نہ کسی ہمراہی سے فرماتے کہ وہ حدی خوانی کرے۔

(465) بروایت ابو بکر - ایک سفر میں حضرت عمرؓ نے کسی راہ گیر کو حدی خوانی کرتے سنا تو فرمایا کہ یہ (حدی) اس مسافر کا زادِ راہ ہے جو سواری پر سفر کر رہا ہو۔

سفر حج میں خیمہ استعمال کرنے کا جواز

(466) بروایت ابو بکر - حضرت عبداللہ بن عامر فرماتے ہیں، مجھے ایک مرتبہ امیرالمومنین کی مشایعت میں سفر حج کا اتفاق ہوا، مگر آپ نے کسی منزل میں قیام گاہ پر خیمہ نصب نہیں فرمایا حتی کہ مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ اس وقت ابن عامر سے کسی نے پوچھا، پھر امیر المومنین دھوپ سے اپنا بچاؤ کیونکر کرتے تھے؟ عبداللہ نے فرمایا، جس درخت کے نیچے ٹھہرتے اس پر کھال پھیلا کر سایہ کر لیتے۔

حواشی

ؔ1 یعنی یہ اعمالِ ثلاثہ مومن کو معاصی سے پاک کر کے قربِ خداوندی سے فائز کر دیتے ہیں۔

ؔ2 یعنی عمرہ کے بعد حج کے لئے قیام ضروری نہیں۔

ؔ3 حضرت عبدالرحمٰنؓ جناب ام المومنین عائشہؓ کے برادر زادہ ہیں۔

ؔ4 مگر یہاں لفظ "نجد" کی مناسبت سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ نجد تو محمد بن عبدالوہاب نجدی کا مسکن ہونے کی وجہ سے نواحی حجاز کا علاقہ ہے۔ پھر باعتبار سمت نجد اور کوفہ وبصرہ میں جو اختلاف جہات ہے اس پر اور بھی تعجب ہے۔

ؔ5 میقات (ومہل) ان مقامات کا اصطلاحی نام ہے، جہاں سے لوگ احرام باندھ کر تلبیہ شروع کرتے ہیں، مثلاً پاکستان وہند کا میقات یلملم ہے، اسی طرح ہر جہت وسمت کا ایک مقام مقرر ہے اور اسی کا نام میقات یا مہل ہے۔

ؔ6 من وجہ یہ بحث قدرے دلچسپ ہے کہ اہل عراق (نواح کوفہ وبصرہ) کا میقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام متعین فرمادیا، مگر حضرت عمرؓ نے وہ مقام بدل کر دوسرا مقرر کر دیا اور اس بحث میں بوجوہ سخن گسترانہ باتیں ہیں، یعنی:

(الف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں تو عراق میں اسلام ہی نہ پھیلا تھا پھر یہ سوال کیونکر پیدا ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علاقہ کے لئے ایک مقام میقات متعین فرمایا دیا۔

(ب) جب حدیث زیر بحث پر نقد و نظر کی گئی تو مختلف علمائے حدیث واجتہاد نے اپنی اپنی رائے بیان فرمائی، کسی نے حدیث کے ارسال کی طرف اشارہ کیا مگر دوسروں نے کچھ اور کہا۔

(ج) بعض نے تثبیت سند کے ساتھ حضرت عمرؓ کے اجتہاد کو سراہا۔

امام ابن حجر نے فتح الباری (ضمن کتاب المناسک باب ذات عرق لاہل العراق) میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔

راقم مترجم، اس حدیث کے متصل السند ہونے کا اطمینان کر لینے کے بعد صرف اتنا کہہ سکتا ہے کہ مصالح وقت و زمانہ کے بعد تغیر فتویٰ جائز ہے، کیونکہ میں اسے بھی تسلیم کرتا ہوں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عراق کے لئے "قرن" کو میقات مقرر فرمادیا، مگر مجھے اس کا بھی اقرار ہے کہ یہ میقات (اولیٰ) ذاتِ عرق اس وحی خفی کا کرشمہ تھا جسے حدیث رسولؐ میں ...... "مثلہ معہ" ...... سے تعبیر کیا گیا ہے، حالانکہ رسول پاکؐ کے دور حیات تک عراق میں اسلام نہ پہنچا تھابلکہ یہ تعیین میقات مستتر تھا اس امر کا کہ یہاں بھی اسلام پھیلے گا۔ اور جو لوگ حج کے لئے آئیں تو ان کا ایک میقات بھی ہونا چاہئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی خفی کی مدد سے یہ راز آشکار فرما دیا، مگر محل میقات غیر متبدل مسائل سے نہیں، بدیں سبب حضرت عمرؓ نے اہل بصرہ و کوفہ کی سہولت کے پیش نظر یہ میقات بدل دیا لیکن اس میں بھی دونوں کی سمت کا خیال رکھا۔

[7] یعنی عمران بن حصینؓ نے مہل و میقاتِ معلوم کا قصہ ہی نظر انداز فرمادیا تھا اور جس سے دین کا ایک شعار ختم ہو جائے گا۔

[8] ذوالحلیفہ اہل مدینہ کا میقات ہے اور یہ مقام مدینہ منورہ سے چھ میل پر ہے۔

[9] یعنی شاہ صاحب کے نزدیک واجب نہیں۔

[10] حج بیت اللہ کی مندرجہ ذیل تین قسمیں ہیں :

(1) حج قران : جس کے لئے عمرہ اور حج دونوں کی نیت سے ایک ہی احرام باندھئے، پہلے عمرہ کر لیجئے، اور اسی احرام میں رہئے جب تک کہ آپ حج سے فارغ نہ ہوں۔

(2) حج تمتع : جس میں عمرہ کا احرام کھول دیجئے ، پھر (ترویہ کے روز) حج کا احرام باندھئے۔

(3) حجِ افراد : صرف حج کا احرام باندھئے اور تکمیل حج کے بعد از سر نو عمرہ کے لئے دوسرا احرام باندھئے۔

[11] مطلب یہ ہے کہ حضرات خلفاء جو عام صحابہؓ سے سنت کے زیادہ حریص تھے وہ حجِ افراد پر عامل نہ تھے، بلکہ حج تمتع فرماتے۔

[12] منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مبادا کوئی شخص صرف عمرہ در عمرہ ہی پر مکتفی رہے اور حج نہ کرنا چاہے۔

[13] اس میں اشارہ ہے آیہ وَاَتِمُّوا الحَجَّ وَالعُمرَةَ لِلّٰہِ۔ (البقرۃ: 196) لیکن حضرت عمرؓ کا ارشاد کسی تعیین پر نہیں ماسوا اس کے کہ حج اور عمرہ دونوں کئے جائیں۔

[14] امام ابن تیمیہ نے یہی بحث قدرے وضاحت سے فرمائی ہے، جس کا اقل قلیل حصہ یہ ہے

وقد ثبت عن عمر انه قال "لو حججتُ لتمتعتُ" وانما كان مراد عمر رضی الله عنه ان يامر بما هو افضل وكان الناس لسهولة المتعة تركوا العمرة فی غير اشهر الحج ، فاراد ان لا يعرى البيت طول السنة فاذا افردوا الحج اعتمروا فی سائر السنة.

والاعتمار فی غير اشهر الحج، مع الحج فی اشهر الحج افضل من المتعة باتفاق الفقهاء الاربعة وغيره فكان نهيه عن المتعة علی وجه الاختيار لاعلی وجه التحريم . (منہاج السنۃ ج2 ص155، یہ پوری بحث ص154 سے شروع ہوتی ہے)

(حضرت عمرؓ سے یہ ثابت ہے کہ "کاش میں حج کے لئے جاؤں تو عمرہ بھی ساتھ ہی کروں" اس (قول) سے مراد یہ ہے کہ حضرت عمرؓ افضل الامر کی تلقین واظہار فرمارہے ہیں۔ ایام حج میں تمتع اولاً عمرہ ، بعدہ حج (یعنی حج تمتع) اسی عہد (فاروقی) میں مسلمانوں نے یہ دستور بنالیا تھا کہ جب وہ حج کے لئے آتے تو اسی دوران عمرہ بھی کر لیتے ، نتیجہ یہ ہوا کہ موسم حج کے سوابقیہ سال بھر بیت اللہ زائرین سے خالی ہی پڑارہتا تھا۔ پس اگر زائر حج کے موسم میں صرف افراد کی نیت کریں گے ، تو سال بھر میں کسی نہ کسی دوسرے موقع پر عمرہ کے لئے بھی آئیں گے اور غیر موسم میں عمرہ کے لئے آنا ایام حج میں عمرہ کرنے سے افضل ہے ، جس پر فقہائے اربعہ کا اتفاق ہے۔ پس تمتع (حج) سے حضرت عمرؓ کی نہی بر بنائے مصلحت ہے نہ کہ بروجہ حرمت۔

[15] یعنی حسب روایت الفاظ خطب عمر الناس فقال ان الله عزوجل ارخص لنبيه ماشاء.

[16] یہ مقام مکہ معظمہ سے تین میل پر ہے اور اس نواح کے لوگوں کا میقات بھی (تنعیم) ہے۔

[17] طواف کعبہ کی تعداد سات ہے۔ پہلے تین طواف (چکر) ذرا تیز رفتار سے اور کندھے ہلا ہلا کر چلنا ہے۔ جس کا پس منظر یہ ہے کہ حدیبیہ میں جو معاہدہ ہوا اس میں ایک دفعہ یہ تھی کہ اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے لئے مکہ معظمہ کا سفر ملتوی فرمادیں اور اگلے سال اسے پورا کرلیں مگر جب دوسرے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی معیت میں عمرہ کے لئے تشریف لائے تو مدینہ کی آب وہوا کے غلیان سے وہاں موسمی بخار عام ہو گیا تھا اور صحابہ اس سے کمزور ہو چکے تھے ، کفار مکہ نے انہیں یوں نحیف ونزار دیکھا ، تو حسد سے آوازے کسنا شروع کردیئے۔ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمانو! طواف میں پہلے تین پھیرے تیز رفتاری سے اور

کندھے ہلا ہلا کر ہوں۔ (تفصیل کیلئے بخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء ملاحظہ ہو)۔

18ھ "بطن مسیل" علم نہیں، بلکہ ہر ایک چھوٹے یا بڑے کوہ کا دامن ہے۔ پس اگر سعی میں صفا سے اتر کر مروہ پر آیئے تو بطن مسیل پر گزرنا ہوگا، اور اگر مروہ سے اتر کر صفا پر آیئے تو اسی طرح ہر دامن کوہ "بطن مسیل" ہے اور مسیل بہ معنی گزرگاہ آب باران۔

19ھ یعنی مزدلفہ میں۔

20ھ بطن عرف وادی است جانب غرب از مسجد عرفات و شیطان درآنجا برائے حضرت اسمٰعیل متمثل شد و وسوسہ انداخت کہ حضرت ابراہیم ارادۂ ذبح تو دارند۔ (مصفٰی، شاہ ولی اللہ)

بضمن باب عرفة كلها موقف الابطن عرفة و مزدلفة كلها موقف الابطن محسر

21ھ طواف افاضہ، عرفات سے لوٹ کر بقیہ اعمال سعی و رمی کے بعد پھر ایک طواف کیجئے یہ طواف افاضہ ہے بحوائے آیۂ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ (البقرة: 199)

22ھ عقبہ ایک مقام ہے مناسک میں اور یہ تین ٹکڑوں میں بنا ہوا ہے، عقبہ اولیٰ، عقبہ وسطیٰ، عقبہ ثالثہ۔

23ھ یعنی جمع ظہر و عصر۔

24ھ اس روز نمازِ جمعہ کی رعایت ہے۔

25ھ یعنی اب اسے بقیہ اعمال کے لئے مزید قیام کا اہتمام نہ کرنا چاہئے، اگرچہ آخری عمل مناسک طوافِ وداع ہے۔

26ھ وہ حدیث ام المومنین حضرت صفیہؓ یہ ہے، جس کی طرف شاہ صاحب نے اشارہ فرمایا ہے۔ یعنی:

عن عائشة ام المومنين ان صفية بنت حي حاضت فذكرت ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال احابستنا هي فقيل انها قد افاضت فقال فلا اذاً.

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب صفیہ بنت حی حائضہ ہوگئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ انہوں نے تو ہمیں واپسی سے روک دیا، پھر اطلاع ہوئی کہ آپ طوافِ افاضہ سے فارغ ہو چکی ہیں۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تب سفر واپسی میں تاخیر کی کوئی وجہ نہیں۔

(مؤطا امام مالکؒ بشرح مصفٰی، شاہ ولی اللہ، باب **رخص للحائض فى ترك طواف**

الوداع ان کانت افاضت)

27 مؤلف رسالہ ہذا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی دوسری کتاب مصفٰی شرح موطا امام مالکؒ میں یہی مسئلہ بایں طور حل فرماتے ہیں۔ عن نافع ان عبداللہ بن عمر کان **لا یغسل رأسه وهو محرم الامن الاحتلام.** عبداللہ بن عمرؓ نمی شست سرِ خود را، حالانکہ او محرم بودے، مگر بسبب احتلام یا موجبے دیگر چناں گزشت کہ برائے دخول مکہ و وقوف عرفہ غسل می کرد۔ بغوی گفتہ کہ جائزست محرم را غسل کردن و دخول حمام، نزدیک علماء (شاہ ولی اللہ صاحب) گوید کہ نزدیک فقیر تاویل عدم اغتسال ابن عمرؓ آنست کہ گفتہ شود مکروہ نمی داشت ابن عمرؓ غسل را، مگر از جہت خوف پراگندہ شدن موےہا و فی المنہاج مکروہ نیست غسل بدن محرم و سرِ او بخطمی و فی الہدایہ نشوید محرم سر خود را و ریش خود را بخطمی زیراکہ آں قسمے از خوشبوست و برائے آں کہ می کشد آں ہوام را۔ (مصفٰی شرح موطا، باب المحرم یغسل رأسہ و یغتسل)

28 اصل میں لفظ یقر ہے : یعنی قرا : نکالنا۔ شاہ صاحب نے مصفی میں اس کے معنی کنده کے لکھے ہیں۔ جانورست کوچک کہ بر سگ و دیگر جانوراں چسپید، بعربی آنرا۔ قرا گویند بضم قاف" (غیاث اللغات)

29 حالت احرام میں شکار کے تعمد و غیر تعمد میں فرق ہے، شاید اس لئے روایت (454) میں ہرن کے فدیہ پر ایک مادہ بکری کی قربانی ہے اور یہاں (نمبر 455) میں ایک شتر بالغ (واللہ اعلم)

30 مگر دونوں روایات میں بظاہر کوئی تفاوت نہیں، یعنی نفس فدیہ ضرور ہے کم یا زیادہ۔

31 یہ تورعاً ہے وجوباً نہیں۔

32 اس مضمون میں مرفوع حدیث ترمذی، باب ما جاء **اذا عطب الهدى ما يصنع به** (ابوب الحج) میں ہے جس میں حضرت عمرؓ کے قول (460) سے مستزاد یہ الفاظ ہیں ......**ثم اغمس نعلها في دمها ثم خل بين سبيل الناس بينها ليا كلوها** . (ذبح کرنے کے بعد اس کے خون میں وہ پوائی تر کر دو جو بصورت نشان ہدی کے گلے میں لٹکائی گئی تھی اور اپنا سفر جاری کر دو تاکہ دوسرے لوگ اگر اسے دیکھ لیں تو اسے استعمال کر لیں)۔ یعنی ذبح کرنے والا اور اس کے ساتھی اس میں سے کچھ نہ استعمال کریں۔ اب یہ عام ہے کہ ایسی ہدی محرم کی اپنی ہو یا اس کے ساتھ کسی ایسے شخص نے کر دی ہو جو خود حج کے لئے نہ آسکا۔

کتاب البیوع

کتاب البیوع

تجارتی منڈیوں کے آداب

(467) بروایت امام مالکؒ-امیر المومنین نے فرمایا، ہماری منڈیوں میں وہ شخص اپنا سامانِ تجارت نہ لائے جو شرعی طور پر بیع و فروخت کے مسائل فقہ سے ناواقف ہے۔

شاہ ولی اللہ اس مقام پر لفظ "فقہ" کی تاویل فرماتے ہیں کہ اس کے معنی تاجر کے لئے شرعی طور پر مسائل بیوع کا جاننا ہے۔

حرام چیزوں کی بیع لعنت ہے

(468) بروایت امام شافعیؒ-ایک شخص نے شراب فروخت کی۔ جب اس کی اطلاع امیر المومنین کو پہنچی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت (قاتل الله فلاناً) فرمائے۔ یہ تو بے فروشی کرنے لگا؟ اسے معلوم نہیں؟ (استفہام انکاری) کہ

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال قاتل الله اليهود حرمت عليهم الشحوم فجملوها فباعوها .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہود پر اللہ کی لعنت ہو کہ جب ان پر چربی (حلال جانوروں) حرام کر دی گئی تو انہوں نے اسے پگھلا کر اس کی بیع و فروخت شروع کر دی۔

فروخت کنندہ اور خریدار دونوں کب تک اپنا حقِ خرید و فروخت واپس لے سکتے ہیں[1]

(469) بروایت امام شافعیؒ - حضرت عمرؓ فرماتے ہیں، بائع اور مشتری دونوں کا حق ہے کہ اس مجلس میں جس میں کہ سودا ہوا ہے، جب تک بیٹھے رہیں، بغیر قطع سخن خریدار اور فروخت کنندہ دونوں کو بیع کرنے اور واپس لینے کا حق حاصل ہے۔

خریداری کے بعد بائع اور مشتری دونوں کی طرف سے تکمیل

(470) بروایت امام شافعیؒ - امیر المومنین نے فرمایا کہ تکمیل بیع کا ایک عنوان، بائع اور مشتری دونوں کا ایک دوسرے کے ہاتھ سے ہاتھ لگانے پر بھی موقوف ہے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، امام شافعیؒ نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد اس کی تضعیف میں فرمایا ہے کہ بیع صفقة (بہ معنی بائع اور مشتری کا ہاتھ سے ہاتھ لگانا) کے بعد دونوں کے لئے تفریق کا حق بھی ہے اور خیار کا حق بھی۔ مگر میں (شاہ صاحب) کہتا ہوں، "صفقة" کے بعد قبل از تفریق دو چیزیں ہوں گی، ایک بیع، دوسری فسخ بیع کا خیار[2]

مشتری کی ذمہ داری کب تک ہے؟

(471) بروایت بیہقی - امیر المومنین نے ایک صاحب سے ایک اسپ کی خریداری پر گفتگو کی اور بغیر بیع کئے ایک اور شخص سے فرمایا کہ وہ اسپ پر سوار ہو کر اس کی چال دیکھے، مگر چال دیکھنے دکھانے میں گھوڑا مر گیا اور فروخت کنندہ نے قیمت کا

مطالبہ کیا، تو حضرت عمرؓ نے اس میں تامل کرتے ہوئے فرمایا کہ اس معاملہ میں آپ ہی کسی کو حکم مقرر کر لیجئے۔ مالک اسپ نے شریح العراقی پر اپنی رضامندی ظاہر کی، فریقین ان کے پاس پہنچے۔ شریح نے حضرت عمرؓ سے فرمایا:

"جب آپ نے اس سے اس حالت میں اسپ لیا کہ وہ صحیح سالم تھا تو آپ ذمہ دار ہیں کہ اس کے مالک کو اس کا اسپ اسی حالت میں لوٹائیں جس طرح آپ نے اس کے ہاتھ سے لیا تھا"۔

قاضی شریح کے اس فیصلہ پر امیر المومنین بہت خوش ہوئے۔ (بائع کو اسپ کی قیمت ادا کر دی) اور شریح کو قاضی مقرر کر کے باہر (کوفہ) میں بھیج دیا۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، امام شافعیؒ نے اس واقعہ سے یہ دلیل حاصل کی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شے کو بغرض خریداری لے اور وہ شے اس سے تلف ہو جائے تو یہ شخص اس شے کا ذمہ دار ہے (کہ اس کی قیمت مالک کو ادا کرے)۔

حرام است فروختن نقد بجنس آں یعنی طلاء بطلاء یا نقرہ بہ نقرہ مگر دست بدست ہر یکے برابر، دیگر در وزن پس اگر مختلف شوند اجناس[3]

(472) بروایت امام مالکؒ - امیر معاویہؓ نے (زمانۂ قیام دمشق میں) سونے (یا چاندی) کا ایک برتن فروخت کیا اور اس کی قیمت میں سونا (یا چاندی) برتن کے وزن سے (خریدار سے) زائد وصول کی۔ حضرت ابو درداءؓ (صحابی) کہ حضرت عمرؓ کی جانب سے دمشق کے قاضی مقرر تھے، انہوں نے امیر معاویہؓ سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس قسم کی کمی یا زیادتی میں منع کے الفاظ سنے ہیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے سودے میں برابر وزن پر لین دین کا حکم فرماتے تھے۔

امیر معاویہؓ نے ان سے فرمایا کہ میرے نزدیک ایسے سودے میں وزن کے

اعتبار سے کم یا زیادہ لینے دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

حضرت ابو درداءؓ نے یہ سن کر فیصلہ کیا کہ معاویہؓ کے سامنے میری مدد کوئی نہیں کر سکتا! (کیونکہ وہ صوبہ کے عامل تھے اور یہ صرف قاضی ، وہ بھی ان کے ماتحت) میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنا رہا ہوں اور وہ اپنی رائے سے فیصلہ فرما رہے ہیں۔

حضرت ابو درداءؓ نے کہا اے معاویہؓ ! میں اس سرزمین میں نہیں رہ سکتا جہاں آپ کا قیام ہو اور وہ یہ کہہ کر امیر معاویہؓ کے ہاں سے مدینہ تشریف لے آئے۔ اور مدینہ پہنچ کر ابو درداءؓ نے امیر المومنین سے پورا واقعہ بیان فرمایا تو حضرت عمرؓ نے امیر معاویہؓ کی طرف یہ تحریری فرمان بھیجا کہ :

ترجمہ : مفروش مانند ایں رامگر آں کہ فروشی ہم وزن ربا ہم وزن[4]

(473) بروایت امام مالکؒ- نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المومنین نے فرمایا: نہ تو سونے سے سونے کی خریداری میں تفاضل قائم رکھو، نہ چاندی ہی میں[5] اور فرمایا کہ سونے اور چاندی دونوں کی باہم خرید و فروخت میں دونوں طرف حاضر مال ہونا ضروری ہے یعنی اگر خریدار کے ہاتھ میں اشرفی یا پونڈ موجود ہے، تو فروخت کنندہ کے پاس چاندی یا سونا بھی حاضر ہی ہونا چاہئے، حتی کہ اگر دونوں طرف سے کوئی ایک دوسرے سے سکہ یا ڈلی لانے کی گھر تک مہلت مانگے، تو دوسرا اس پر اعتبار نہ کرے۔

فرمایا مگر اے مسلمانو ! میں ڈرتا ہوں، مبادا تم ربا میں گھر جاؤ اور ربا سود کا دوسرا نام ہے[6]

(474) وایضاً بروایت امام مالکؒ - عن عبداللہ بن دینار عن ابن عمر ......

مشکل نمبر 473)

نقود کے مختلف اجناس میں دست بدست تبادلہ

(475) بروایت امام مالکؒ - کہ مالک بن اوس کو اپنے ایک سو دینار کے عوض درہم تڑوانا پڑے۔ جب طلحہ بن عبید اللہ کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے مالک بن اوس سے معاملہ کر لیا اور طلحہ نے دینار مالک کے ہاتھ سے لے کر انہیں پرکھنا شروع کر دیا۔ جب اپنا اطمینان کر لیا تو مالک سے فرمایا کہ میرا خزانہ دار باہر سے لوٹ آئے تو آپ کو درہم دے دوں۔

امیر المومنین نے ان کا یہ معاملہ دور سے دیکھ لیا۔ آپ نے مالک کو بلوا کر فرمایا کہ آپ کو اس جگہ سے جہاں سودا ہوا ہے، نہ خود ہٹنا چاہئے، نہ ان کو یہاں سے ٹلنے دیجئے حتی کہ ان سے اسی جگہ درہم لے لیجئے! کیونکہ حدیث میں ارشاد ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

(١) الذهب بالورق ربواً الا هآ وهآء

(٢) والبر بالبر ربواً الا هآء و هآء

(٣) والتمر بالتمر ربواً الا هآء هآء

(٤) والشعير بالشعير ربواً الا هآء و هآء.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسم نے فرمایا (مندرجہ ذیل اجناس کی خرید و فروخت دست بدست ہونا ضروری ہے)

(1) سونے اور چاندی دونوں کا اپنی اپنی جنس سے تبادلہ

(2) گندم سے گندم کا تبادلہ

(3) کھجور سے کھجور کا تبادلہ

(4) جو سے جو کا تبادلہ[7]

مشابہ رِبا

(476) بروایت ابن ماجہؒ - امیر المومنین نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور سود کی تفصیلات تشنہ رہ گئیں۔ اے مسلمانو! تمہیں چاہئے کہ سود اور جو صورت سود کے مشابہ ہو، اسے بھی ترک کردو۔

بیع سلم[8]

(477) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے فرمایا، محض خوشے پھوٹ نکلنے پر جنس کی بندھنی نہ باندھ لو، بلکہ خوشوں کے اندر اچھی طرح دانہ بن جانے تک کوئی سودا (بیع سلم) مت کرو۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں :

(1) امام مالکؒ کے نزدیک اس کی تعبیر یہ ہے کہ جب تک دانہ خوشہ میں پکنے کے قریب نہ آجائے، اس جنس کی بندھنی ممنوع ہے اور اسی طرح کھجور جب تک خوشہ میں تیاری کی حد تک نہ پہنچ جائے، اس کی بیع سلم (بندھنی) بھی ممنوع ہے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں ہاس روایت میں لفظ "سلم" کے باب یعنی "اسلام" اس بیع کے معنوں میں آتا ہے جس میں مبیع کا وجود ظہور پذیر ہونے سے قبل بیع وجود میں آجائے۔

(2) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک، جب تک مبیع اپنا وجود قائم نہ کرلے، اس کی بندھنی ممنوع ہے۔[9]

غلام کی بیع پر غلام کے مال کا معاملہ

(478) بروایت امام مالکؒ - حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، امیر المومنین نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایسے غلام کو فروخت کرے جس (غلام) کے پاس کچھ

اندوختہ بھی ہو تو اس اندوختہ کا حق دار مالک ہے، البتہ اگر شرط بیع میں اس کا مال بھی شامل کر لیا گیا ہے تب خریدار غلام کے اندوختہ کا بھی حق دار ہو سکتا ہے[10]

یہی روایت ابن عمرؓ نے از خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نقل فرمائی ہے اور بخاری نے ان دونوں روایتوں یعنی "ابن عمر عن عمر بن الخطاب" اور "عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کی صحت کا اعتراف فرمایا ہے، جیسا کہ امام بیہقی سے منقول ہے۔

خرید کردہ مال[11] پر قبضہ کرنے سے قبل اس کی دوسرے کو بیع منع ہے

(479) بروایت امام مالکؒ - امیر المومنین نے حضرت حکیم بن حزام کو حکم دیا کہ وہ اتنا غلہ غرباء میں تقسیم کرنے کے لئے خرید لیں، انہوں نے ایک جنس کا صرف سودا کر لیا (مگر قبضہ نہیں کیا) اور اسے اُدھر فروخت کر دیا (یعنی وہ بھی زبانی، یہ بھی زبانی)۔ اس پر امیر المومنین نے جناب حکیم سے فرمایا کہ مبیع (جنس) پر قبضہ کئے بغیر تکمیل بیع نہیں ہوتی۔

سودے میں بعض[12] شرطوں کی تاثیر

(480) بروایت امام مالکؒ - حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنی بیوی (زینب الثقفیہ) سے ان کی ایک کنیز کی خریداری کا معاملہ کیا۔ بیوی نے عرض کیا کہ اگر آپ یہ کنیز کسی اور شخص کو فروخت کرنا چاہیں تو مجھے حق ہو گا کہ اس قیمت پر میں ہی اسے آپ سے خرید لوں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے یہ شرط امیر المومنین سے بیان کی، تو آپ نے فرمایا کہ (شرط قابل قبول ہے، اگر آپ کو منظور ہو تو) اس کنیز کے ساتھ مباشرت نہ کیجئے، کیونکہ اس میں ایسی شرط ہے جو مانع مجامعت ہے[13]

کسی مال یا جنس کے لئے پیشگی رقم دینا

(بیع سلم کی ایک اور قسم بر نمبر 476 گزر چکی ہے)

(481) بروایت بغوی - ابن ابی اوفی فرماتے ہیں کہ ہم لوگ عہد رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانہ ہائے ابو بکرؓ و عمرؓ میں ایک دوسرے کو پیشگی رقم ان اجناس پر دے دیا کرتے تھے۔ گندم پر، جو پر، کھجور پر اور روغن زیتون پر۔

نرخ کی کمی بیشی

(482) بروایت امام مالکؒ - امیر المومنین بازار سے نکلے تو حضرت حاطبؓ (بن ابی بلتعہ) منقیٰ فروخت کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے نرخ پوچھ کر فرمایا کہ یا تو اس سے سستا بیچیے یا ہمارے بازار سے اٹھا کر اسے گھر لے جائیے۔

(483) بروایت امام شافعیؒ - ایضاً (بواقعہ مذکور) حضرت حاطبؓ کے پاس منقی کے دو بورے تھے۔ امیر المومنین نے ان سے نرخ پوچھا تو انہوں نے فی درہم دو مد کے حساب سے بتایا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے طائف کے ایک ایسے قافلہ کی اطلاع ملی ہے جس کے پاس یہی جنس ہے اور وہ بھی (آپ کی دیکھا دیکھی) یہی نرخ بتا رہے ہیں۔ اے حاطب یا تو نرخ میں کمی کیجئے یا اسے اپنے گھر لے جا کر جس بھاؤ میں چاہئے اسے نکالئے۔

آخر جب حضرت حاطبؓ بازار سے چلے گئے، تب امیر المومنین نے کچھ دیر غور کرنے کے بعد ان کے گھر تشریف لے جا کر ان سے فرمایا "اے حاطبؓ! میں نے جو کچھ آپ سے کہا، یہ حکم یا قضا نہ تھی، بلکہ محض اہل شہر کی بھلائی کے لئے کہا تھا۔ اب میں یہ کہتا ہوں کہ تم جس نرخ اور جس مقام پر چاہو، اسے بیچ سکتے ہو"۔

منع احتکار[14]

(484) بروایت امام مالکؒ - امیر المومنین نے فرمایا، ہماری منڈیوں میں احتکار کی کوئی گنجائش نہیں، کوئی مال دار اس ارادہ سے بازاروں میں نہ آئے کہ جو رزق، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے ہماری سرزمین میں اگایا ہے، مال دار اپنے سیم و زر کے

زور سے اسے خرید لیں اور مدتِ مدید تک اس کے بیچنے سے رکے رہیں کہ نرخ بڑھ جائے، تب اسے فروخت کردیں۔

البتہ اس محتکر (نفع اندوزی کی غرض سے غلہ وغیرہ بند رکھنے والے) کے سوا وہ غریب محنت کش جو ہمارے بازار میں گرمی اور سردی کے موسم میں اپنی کمر پر غلہ لاد کر فروخت کرنے کے لئے آئے، وہ کسان (حضرت) عمرؓ کا مہمان ہے، اور اسے اختیار ہے کہ جس نرخ پر اس کی خوشی ہو فروخت کرے اور اگر اپنی ذاتی ضروریات خوراک کے لئے اسے یہ غلہ جمع رکھنا ہے تب بھی وہ اس کا مختار ہے۔

مالِ مفلس کی تقسیم اس کے قرض خواہوں میں[15]

(485) بروایت امام مالکؒ وبغویؒ ہر دو - امیر المومنین نے ایک خطبہ میں اسیفع نامی بیوپاری کے متعلق فرمایا (جس کا کام یہ تھا کہ وہ موسم حج میں کچھ دن پہلے آ کر) شہر (مکہ) اور نواح کے جانوروں کا حق سواری ان کے مالکوں سے خرید لیتا اور جب حاجی لوگ آتے تو اسیفع انہیں عام نرخ سے گراں قیمت پر (استعمال کا حق) فروخت کرتا۔ آخر وہ خود ہی اس سے مقروض ہو گیا اور معاملہ حضرت عمرؓ کے حضور پہنچا۔ آپ نے فرمایا "ہاں ہاں! اسیفع!" "مرد سیاہ فام حقیر قدرا"[16] (میں اس سے واقف ہوں، وہ قبیلہ جہینہ میں سے ہے۔ وہی جو اپنے دین وامارت پر نازاں ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے!)- مگر اس نے شیوہ یہ اختیار کر لیا کہ حاجیوں کے آنے سے پہلے مکہ معظمہ جا پہنچتا اور شہر ونواح کے تمام جانوروں کا حق سواری خرید لیتا اور وہ ہر سال ایسے ہی کرتا رہا، مگر اب وہ (الٹا) لوگوں کا مقروض ہو گیا ہے۔ پس جس شخص کا قرض اس کے ذمے ہو، کل صبح کے وقت وہ یہاں آجائے، ہم اس کا مال قرض خواہوں میں تقسیم کر دیں گے۔

اور اے مسلمانو! قرض لینے سے خود کو بچاؤ؟ اس کی ابتداء ندامت ہے اور

اس کی انتہاء قرض خواہ سے لڑائی۔

ایسی شرط جو مدیون کو زیر بار کرتی ہے

(486) بروایت امام مالکؒ -ایک شخص نے (دوسرے سے) اس شرط پر غلہ ادھار لے لیا کہ وہ اسی مقدار میں اسے فلاں شہر میں ادا کر دے گا۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ سنا تو اسے ناپسند کرتے ہوئے فرمایا کہ اتنی دور سے غلہ لانے کی مزدوری کون دے سکتا ہے۔

مضاربت

(487) بروایت امام مالکؒ - (یعنی) جبکہ حضرت عمرؓ کے دونوں صاحبزادے جناب عبداللہ اور عبیداللہ ایک لشکر میں عراق تشریف لے گئے اور وہاں کے عامل حضرت ابو موسیٰ (اشعری) نے انہیں کچھ رقم بطور قرض دے دی جس سے (ان) دونوں حضرات نے تجارت کا سامان خرید لیا اور اس میں کچھ رقم دونوں کو منافع میں آئی۔

معاملہ امیر المومنین نے اپنے حضور میں لے کر دونوں صاحبزادوں سے پوچھا، کیا ابو موسیٰؓ نے ہر ایک لشکری کو اسی طرح رقم ادھار دی ہے یا صرف تم ہی دونوں کو؟ عرض کیا جی ایسا تو نہیں ہوا کہ انہوں نے ہر سپاہی کو رقم دی ہو۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پھر تم دونوں کو اس خصوصیت کی وجہ سے قرض دیا گیا ہے کہ تم امیر المومنین کے فرزند ہو۔ اور فیصلہ میں فرمایا کہ اصل مال اور منافع دونوں بیت المال میں جمع کرا دیجئے۔ یہ فیصلہ سننے کے بعد حضرت عبداللہ تو جیسے تھے ویسے ہی خاموش رہے، مگر حضرت عبیداللہ نے عرض کیا:

امیر المومنین! آپ کو یہ حکم نہیں دینا چاہئے، کیونکہ خسارے کی صورت میں آخر ہم دونوں اس کے ذمہ دار بھی تو تھے۔ مگر حضرت عمرؓ نے دوبارہ اپنا وہی فیصلہ دہرا لیا۔

حاضرین مجلس میں سے ایک صاحب عرض گزار ہوئے "اے امیر المومنین!

امام زہری (ابن شہاب) فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں جو چراگاہ تھی، اس میں بیت المال کے شتر پرورش پاتے۔

مصالح زمان کے مطابق اراضی یا چراگاہ کی ضبطی بحق سرکار، جس کے معاوضہ میں اصل مالکوں کو کوئی معاوضہ نہ دیا جائے

(491) بروایت امام مالکؒ - اس روایت میں موجودہ وقت کے اس اہم مسئلہ سے بحث ہے، جو بحق اسلامی حکومت تنسیخ زمینداری اور جاگیرداری کا مدار ہے۔ چونکہ یہ روایت مؤطا میں بھی اسی طرح منقول ہے، بدیں سبب اس کا ترجمہ اس سے نقل (فی المتن) کیا جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ بن الخطاب عامل ساخت آزاد کردہ را ازاں خود گفتہ می شود او راہنی بر حمی (یعنی چراہ گاہ)۔

پس گفت اے ہنی! بند کن بازوئے خود را از ایذائے مردمان و بترس از دعائے مظلوم۔ پس ہر آئینہ دعا قبول کردہ شدہ است۔

(الف) داخل کن صاحب گلۂ خورد را از شتران

(ب) و صاحبِ رمۂ خورد را از بزہائے

(ج) و دور دار مرا از شتران پسر عفان و پسر عوف

پس ہر دو را اگر ہلاک شوند شتران ایشان باز گردند بسوئے مدینہ، بسوئے زراعت و خرمانیاں۔

وہ ہر آئینہ صاحب گلۂ خورد و رمۂ خورد اگر ہلاک شود مواشی ایشاں بیارد پیش من فرزندان خود را، پس بگوید، یا امیر المومنین! آیا ترک کنندۂ ایشانم من!" پدر نیست ترا "۔ (یہ عربی زبان میں کلمہ "لا ابا لک" کا ترجمہ ہے، پیار کی دشنام) پس آب و گیاہ

آسان تراست نزدیک من از زرونقرہ!

وقسم بخدا ہر آئینہ مردماں گمان می کنند کہ من ظلم کردہ ام بر ایشاں در معین کردن حمی ومنع کردن مردمان ازوے۔ ہر آئینہ ایں موضعہائے شہر ہائے ایشاں است، قتال کردہ بودند بر اں در جاہلیت واسلام آوردند بر آں در دولت اسلام، قسم بذات پاک کہ نفس من در دستِ اوست اگر نبودے مواشی کہ سواری کنم بر اں در راہ خدا تعالیٰ حمی نمی ساختم بر ایشاں از شہر ہاے ایشاں یک وجب۔ (منقول از مصفّٰی شرح موطا، ص405و 406،ج1) [19]

(492) بروایت بغوی۔ حضرت عمرؓ نے دو چراگاہیں سرف اور ربدہ محدود و محصور کرلیں۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، اس میں وجہ تطبیق یہ ہے، جیسا کہ امام شافعیؒ اور جمہور کے نزدیک مسلم ہے کہ اگر امام وقت ذاتی منافع کے لئے کوئی اراضی ضبط کرلے تو یہ اس کے لئے حرام ہے، لیکن بیت المال کے مویشی اور مسلمانوں کی خستہ حالی کی اصلاح کے لئے ایسا کرے تو یہ جائز ہے۔ یہی معنی ہیں حدیث مرفوع کے (بعنوان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) لا حمیٰ الا للہ ولرسولہ.

چراگاہیں اللہ اور اس کے رسولؐ کی ملکیت ہیں۔

عطائے جاگیر

(493) بروایت بغوی۔ حضرت عمرؓ نے ایک زمین بصورت جاگیر بخشی، جس میں شرط یہ تھی کہ مزارع سے مسلسل تین سال تک کوئی لگان (یابٹوارہ) نہ لیا جائے گا۔

اگر کسی نے ایسا غلام خرید لیا ہو جو خریدار کا محرم ہے

(494) [20] بروایت ابوبکر۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایسا غلام

اگر آپ منافع میں مضاربت (دائن اور مدیون دونوں کی حصہ داری) فرمادیں تو کیا مضائقہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے اسے تسلیم کر لیااور حکم دیا کہ منافع کا نصف بیت المال میں داخل کرادو اور نصف حضرت عبداللہ اور عبیداللہ دونوں نے لیا۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، مزنیؒ[17] لکھتے ہیں، امیر المومنین کی منافع میں یہ تقسیم کہ ½ بیت المال اور ½ ان دونوں (فرزندانِ امیر المومنین) کو دیا جائے، تو اس کی توجیہہ میرے (امام مزنی کے) نزدیک یہ ہے کہ حضرت عبداللہ اور عبیداللہ نے بھی یہ فیصلہ بطیب خاطر منظور کر لیا۔

مزارع اور متولی کا پیداوار میں حصہ (تخم کی مقدار وضع کرنے کے بعد)

(488) بروایت بخاری وبغوی (ہر دو)-امیر المومنین نے مزارعوں کے ساتھ تقسیم پیداوار میں طے کیا کہ فریقین میں سے جو کوئی تخم ریزی کے لئے بیج دے، وہ (پیداوار میں سے) اس مقدار کے مساوی غلہ لینے کے بعد بقیہ غلہ میں نصف کا حق دار ہو گا۔(یہ تخم مزارع اپنے پاس سے دے یا متولی اراضی)

مزارعوں پر شحنگی

(489) بروایت امام مالکؒ وامام شافعیؒ-امیر المومنین نے اپنے ایک غلام کو جن کا نام ہنی تھا، شحنہ مقرر فرمایا۔

چراگاہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ملکیت ہیں

(490) بروایت بغوی-صعب بن جثامہ سے روایت ہے

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا حمی الا للہ ورسولہ[18]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ چراگاہیں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ملکیت ہیں۔

خریدے جو قرابت میں خریدار کا محرم ہے تو اسے یہ غلام آزاد کرنا ہوگا۔

دوسری دھات سے ملی ہوئی چاندی کی بیع

(497) بروایت ابو بکر - حضرت انسؓ فرماتے ہیں، ہم فارس میں تھے کہ امیر المومنین عمر فاروقؓ کا ہمیں یہ حکم ملا کہ جن کی تلواروں کے قبضوں پر چاندی کے چھلے ہوں، انہیں (درہموں) کے عوض فروخت نہ کیا جائے۔

نیلامی کا جواز

(498) بروایت ابو بکر - ہشام الجراحی فرماتے ہیں، امیر المومنین نے میرے بالمواجہ بیت المال میں سے صدقہ کا ایک اونٹ نیلام کیا۔

(500) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے فرمایا، احتکار کرنے والا اگر اپنا تمام اندوختہ کردہ مال اور اس کا منافع بھی خیرات میں لٹادے، جب بھی وہ بار گنہ سے سبکدوش نہ ہوگا۔

در جوازِ مضاربت

(503) بروایت امام شافعیؒ - حضرت عمرؓ نے ایک یتیم کا مال جو آپ کی کفالت میں تھا، اسے مضاربت پر دیا۔ (تقسیم منافع و نقصان ہر دو پر)۔

سواری کے کرایہ دار کا ذمہ کہاں تک ہے[21]؟

(504) بروایت بیہقی - امیر المومنین نے فرمایا کہ جو شخص جو شے کرایہ پر لے اور اس سواری پر ذوالحلیفہ تک پہنچ جائے، اب اس پر مقررہ کرایہ واجب ہوگیا اور ضمان سے وہ بری ہے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ کا منشا یہ ہے کہ جو کرایہ اس نے مقرر کرلیا ہے (کرایہ دار ذرا دور تک اگر اس سواری پر نکل گیا ہے تو اب وہ اس کرایہ کی پوری

رقم کا ذمہ دار ہو گیا) اسی وقت اسے ادا کر دینا چاہئے، اور وہ (کرایہ دار) حدود معینہ کے اندر تک اس شے کے نصف کا ذمہ دار نہیں، بشرطیکہ وہ از خود اس شے (سواری) میں لاپرواہی یا سختی نہ برتے۔

افتادہ زمین پر قبضہ

(505) بروایت امام مالکؒ و امام شافعیؒ - امیر المومنین نے فرمایا کہ جو شخص افتادہ (غیر مزروعہ و غیر مقبوضہ) زمین میں کسی طرح کاشت کا ڈول ڈال دے، اس میں اسی مزارع کا حقِ کاشت ہے، دوسرے کا نہیں۔

حواشی

ؔ[1] یہاں صورت مسئلہ یہ ہے کہ بائع اور مشتری جب تک اس (مقام) مجلس میں بیٹھے ہیں سودا واپس کرنے اور واپس لینے کے دونوں مختار ہیں، جونہی دونوں میں سے ایک یا دونوں وہاں سے ہٹ گئے، دونوں کا اختیار واپسی ختم ہو گیا۔

[2] یعنی اگر "صفقہ" کے بعد وہ مجلس کو ختم کر کے ذرا دور ہٹ جائیں تو یہ تفرق ہوا اور تفرق سے قبل دونوں میں سے کوئی یا دونوں بیع فسخ کر دیں تو یہ خیار ہوا۔

[3] یہ عنوان مصفّٰی شرح مؤطا سے نقل کیا گیا ہے، از باب یحرم بیع الطعام بجنسہ والنقد بجنسہ الخ

[4] منقول از مصفّٰی باب مندرجہ حاشیہ نمبر3۔

[5] مثلاً جبکہ سکہ زر خالص یا سیم خالص میں ایک تولہ وزن میں ہو تو ان کے عوض میں ایک ہی تولہ زر خالص و سیم خالص خرید کیا جائے تب تو بیع جائز ہے، اور اگر دونوں (سکہ اور ڈلی) کے وزن میں کمی بیشی ہو جائے تب بیع ناجائز ہو گی۔

[6] ایقاظ! کچھ عرصہ سے مسلمان جدید فقہ کی تدوین پر مائل ہیں، اگر ایسا ممکن ہو تو انہیں اس قسم کے مسائل پر بھی توجہ کرنی چاہئے کہ موجودہ دور میں بیع و فروخت کے اندر مبیع کا تو کیا: کر

خریدار کے ہاتھ میں ایک حبہ تک نہیں ہوتا۔ اگر ایسے مجتہدات جو احادیث مرفوعہ پر مبنی ہیں کو مضبوط پکڑا جائے تو ایک طرف موجودہ طریق تجارت کے تمام نظام سے مسلمانوں کو مقابلہ کرنا پڑتا ہے لیکن اگر ان آثار واحادیث کو چھوڑ دیا جائے تو اور مشکل ہے۔ نبئنا بتاویلہ انا نراك من المحسنینo(یوسف :36)

7ء ظاہر ہے کہ قسم (1) کے سوابقیہ طریق تبادلہ اس دور میں تقریباً ختم ہو چکے ہیں۔ (یعنی غلے سے غلے کا تبادلہ کہیں نہیں رہا) اب صرف نمبر (1) نے جو صورت اختیار کر رکھی ہے، وہ علمائے عصر کے لئے غور طلب ہے۔

8ء کسی جنس کی پیداوار (فصل) سے قبل ہندھنی پر سودا کر لینا۔

9ء یعنی دانہ اپنی شکل اختیار کر لے، اس کے کدرے پن سے غرض نہیں۔

10ء لیکن اس شرط میں پھر ایک شرط یعنی غلام کے مالک کی اجازت ہے۔ ہمارے اوطان میں غلام کی خرید و فروخت کا معاملہ تو خارج از بحث ہے تاہم یہ روایت ہنوز فائدہ سے خالی نہیں۔ مثلاً ایک مکان فروخت کیا گیا، جس میں دو قسم کا سامان ہے (1) خالصتاً منقولہ یعنی بکس، پلنگ، ظروف وغیرہ (2) تقریباً غیر منقولہ جیسے پانی کے نل، وہ بکس اور الماری جو دیوار میں ہیں وغیرہ۔ جب بیع ہو گی تو دوسری نوع مکان میں شامل ہو گی لیکن قسم اوّل کے لئے خریدار اگر اپنی طرف سے داخل مبیع نہ کرا سکے تو اس کا حق نہ ہو گا۔

11ء امام بخاری کی صحت کا اعتراف ان کی صحیح میں منقول ہونے پر مستلزم نہیں، خارج از صحیح بخاری بھی ہے۔

12ء مبیع کی موجودگی کو ان دنوں "حاضر مال" کہا جاتا ہے اور خرید و فروخت پر اسلام کی پابندیاں بعض حضرات کے ذوق پر قدرے بار ہیں، لیکن "حاضر مال" کے مفقود ہونے پر جو قباحتیں ہیں، آج ان کا تذکرہ عام ہے۔ ایجنٹ نمونہ میں کچھ دکھاتے ہیں، پارسل میں کچھ نکلتا ہے بلکہ بعض اوقات اُدھر پوری پیشگی رقم غائب اور ادھر دکان میں وہ شے نہ آنے سے دکان کی ساکھ خطرہ میں! اگر "حاضر مال" کی خرید و فروخت میں کوئی غل و غش نہیں۔

13ء یعنی اگر کنیز ام الولد کے درجہ تک پہنچ گئی (حاملہ ہو گئی) تو آپ اسے بیع نہ کر سکیں گے۔

14ء احتکار ہے، انسان اور مویشی کے کھانے کی چیزیں ذخیرہ کرنے کے بعد ان کی فروختگی بند

کر دینا، اس لالچ میں کہ نرخ اور بڑھ جائے۔ فقہاء نے صرف انہی دو قسموں "ودر ہدایہ آوردہ کہ احتکار مکروہ است در اقوات آدمی و بہائم"۔ (مصفیٰ باب النہی عن الاحتکار) کو احتکام میں محصور فرمایا ہے۔ مگر موجودہ دور میں اسلامی حکومت کو اس لفظ کے مفہوم میں پوری تعمیم کرنا چاہئے۔ کیونکہ عہدِ سلف اور زمانۂ حال کی پیداواروں میں کوئی نسبت ہی نہیں اور نہ دونوں زمانوں کی ضروریات میں کوئی تناسب۔ کئی سال سے پبلک کو نفع اندوزی کے لالچ میں ہر قسم کی چیزوں میں احتکار کی عادت پڑ گئی ہے جس سے عوام بے حد پریشان رہتے ہیں۔ لہٰذا احتکار کی تعریف میں "اقوات" کی بجائے "اسباب" ہونا چاہئے۔ یعنی پارچات ولوہا اور لکڑی وغیرہ، ضروریات زندگی کی ہر ایک شے تک، ورنہ یہ منافع اندوز کبھی چین نہ لینے دیں گے۔

15ھ مثلاً ایک شخص پر چند اشخاص کا قرض ہے مگر مدیون کا مال قرض کی مجموعی قیمت سے کم ہے، اس صورت میں ہر قرض خواہ کی رقم کے تناسب سے اسے حصہ ملے گا۔

16ھ از مصفیٰ۔

17ھ **وهو من كبار اصحاب الشافعي معدود في المجتهدين المنتسبين وعدهم بعضهم مجتهداً مستقلاً. وهو اسماعيل بن يحيى بن اسماعيل بن عمرو بن اسحاق بن ابراهيم المزني المصري تلميذ الامام الشافعي. والمزني نسبة الى مزينة توفي رحمه الله في شوال ٢٦٤ھ.** (ملخص از التعلیقات السنیہ علی الفوائد البهیّہ در ترجمہ احمد بن محمد بن سلامہ ابو جعفر الطحاوی: از مولانا ابو الحسنات عبد الحی فرنگی محلی)۔

18ھ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: "**لا حمىٰ الا لله ولرسوله** معنیش آنست کہ **لا حمى الا لبيت المال**......" (منقول از مصفیٰ باب الحمی)

19ھ واردو ترجمہ ایں - امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب نے اپنے غلام ہنی (نامی) کو مدینہ کی چراگاہ پر شحنہ بنا کر متعین کیا اور انہیں ہدایات دیں

(1) اے ہنی! عوام کی ایذاء دہی سے خود کو روکنا اور مظلوم کی بد دعا سے ڈرنا کہ وہ مستجاب ہے۔

(2) شتروں کا گلہ ہو یا بکریوں کا ریوڑ، جو کسی امیر یا غریب کا کیوں نہ ہو، چراگاہ میں چرنے سے نہ روکنا۔

(3) عثمانؓ بن عفان اور عبد الرحمن بن عوفؓ دونوں میں سے کسی کو یہ موقع نہ دینا اور نہ کسی چھوٹے ریوڑ والوں کو کہ وہ مجھ سے شکایت کریں کہ (اس) چراگاہ میں ان کے مویشی چرنے سے روک دیئے گئے ہیں۔ اگر ان کے مویشی بھوک سے مرنے لگے تو یہ لوگ انہیں کھیتوں اور باغوں میں ہانک دیں گے، حتی کہ انسانوں کی دونوں غذائیں (غلہ و خرما) جانوروں کے شکم میں چلی جائیں گی۔

(4) اگر چھوٹے طبقوں کے ریوڑ چراگاہ میں آنے سے ہٹا دیئے گئے تو یہ لوگ اپنے بال بچوں سمیت میرے سر چڑھیں گے کہ امیر المومنین! ہم کیا کریں؟ اور بچوں کا پیٹ کیسے پالیں، کیا میں ان کی زبوں حالی دیکھ سکوں گا۔ اے ہنی! تیرے باپ پر موت آجائے، میرے نزدیک انہیں چراگاہ سے گھاس اور پانی دینا آسان ہے، بیت المال کے زر و نقد سے۔

قسم خدا! اگر تم نے ذرا برابر بے اعتنائی برتی، تو اہل مدینہ مجھ پر بدگمانی کریں گے کہ اول تو ان کی چراگاہ کو سرکاری تحویل میں لے کر ان پر ظلم کیا، دوسرے ان کے مویشی وہاں سے ہنکوا دیئے۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ چراگاہ کی یہ زمین انہی کے شہر کے سوانے میں شامل ہے جس کی حفاظت کے لئے یہ لوگ اسلام لانے سے قبل اور قبول اسلام کے بعد دونوں حالتوں میں حملہ آوروں سے لڑتے رہے۔

خدائے مالک جان عمرؓ، اگر بیت المال کے مویشی اس کثرت سے نہ ہوتے کہ ان کے بغیر جہاد میں چارہ کار نہیں تو میں راہِ خدا میں ان کی اراضی میں سے ایک بالشت زمین تک ضبط کر کے اسے چراگاہ نہ بنا دیتا۔

ایضاً۔ صحیح بخاری میں یہ روایت کتاب الجهاد باب ۲۱ **اذا اسلم قوم فی دار الحرب ولھم مال و ارضون فھی لھم** "میں ہے، جس کی شرح میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ "جونہی حضرت عمرؓ نے یہ اراضی حقِ خلافت ضبط فرمائی" (**ان عمر اتاه رجل من اھل البادیة فقال یا امیر المومنین بلادنا قاتلنا علیه فی الجاھلیه واسلمنا علیھا فی الاسلام ثم تحمی علینا فجعل عمر ینفع و یفتل شاربه** . حضرت عمرؓ کے حضور ایک بدوی عرض گزار ہوا، اے امیر المومنین! ہم نے ان بستیوں اور زمینوں کے لئے جاہلیت اور اسلام دونوں عہدوں میں مخالفوں سے جنگیں لڑیں مگر آپ نے انہیں سرکاری تحویل میں لے لیا؟ حضرت عمرؓ یہ سن کر (زبان سے تو کچھ نہ بولے مگر) غصے میں آکر اپنی مونچھوں پر تاؤ دینے لگے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس چراگاہ کی زمین

"موات" یعنی لاوارث دھرتی نہ تھی، اگرچہ حافظ ابن حجر نے اس سے قبل از خود یہ استدلال فرمایا کہ **و انما ساغ لعمر ذلك لانه كان مواتاً فحماه لنعم الصدقة** ...... (عمرؓ نے مناسب سمجھا کہ بیت المال کے مویشیوں کے لئے اس لاوارث زمین کو چراگاہ میں بدل دیں، اور ......)

میں (مترجم) کہتا ہوں، کہ جب اس چراگاہ کے مالک امیر المومنین سے فریاد کر رہے ہیں کہ "یا امیر المومنین! **بلاد قاتلنا عليه في الجاهلية واسلمنا عليه في الاسلام ثم تحمى علينا**۔ تو حافظ ابن حجر کا یہ استدلال کیونکر تسلیم کر لیا جائے کہ **لانه كان مواتاً** ...... اور جیسا کہ امیر المومنین کے مجتہدات میں اکثر و بیشتر تغییر فتویٰ موجود ہے اور جس کی طرف حواشی میں (متراجم کی طرف سے) جا بجا اشارات کر دیئے گئے ہیں۔ ازاں جملہ یہ معاملہ بھی اس تغییر فتویٰ میں سے ہے۔ اور اصول دین کو چھوڑ کر کئی مسائل میں ہمیں اس کے بغیر مفر نہیں، شاید امیر المومنین کے ایسے مختارات پر ایک علیحدہ فہرست ملحق کر دی جائے (**لعل الله يحدث بعد ذلك امراً**)۔

20ؔ ایقاظ۔ مؤلف رسالہ شاہ ولی اللہ صاحب نے (اس) "کتاب البیوع" میں روایت نمبر 495 کے بعد اسی میں مندرجہ ذیل ابواب سمو دیئے ہیں۔ ہبہ، مکاتبت، شفعہ، وقف، لقطہ۔ مگر راقم مترجم نے ذیل میں لکھے ہوئے ابواب خمسہ، کتاب البیوع سے نکال کر علیحدہ علیحدہ ضبط کر دیئے ہیں اور اصل کتاب (عربی) میں ان ابواب (خمسہ) کی روایات مندرجہ ذیل نمبروں پر ہیں:

کتاب البیوع کی بقیہ روایات نمبر 494 کے بعد یعنی 497، 498، 500، 503 تا 505۔

کتاب الہبۃ 495، 508۔

کتاب المکاتبۃ 496، 501، 502۔

کتاب الشفعۃ 506۔

کتاب الوقف 507۔

کتاب اللقطۃ 499، 509، 510، 511۔

21ؔ مثلاً ایک شتر کرایہ پر حد الف سے لیا گیا، جس پر سوار کو حد ب تک جانا ہے۔ اب اگر حد ب کے اندر شتر پر کوئی عارضہ حتی کہ موت بھی وارد ہو جائے تو کرایہ دار اس کی ذمہ داری سے بری ہے، لیکن اگر کرایہ دار معینہ حد آخر یعنی ب سے آگے نکل گیا اور شتر پر مثلاً موت وارد ہو گئی تو کرایہ دار اس کی قیمت کا ذمہ دار ہے اور اصطلاح میں یہ "بدل یا ضمان" سے تعبیر ہے۔

كتاب الهبة

کتاب الہبہ

جسے ہبہ کیا گیا ہو، اگر وہ اس پر قبضہ نہ کرے؟

• (495) بروایت ابو بکر - حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس شخص کے لئے ہبہ کیا گیا ہے اور اس شخص نے اس پر قبضہ نہیں کیا تو یہ ہبہ منسوخ ہے۔

اور کون سا ہبہ واپس کیا جا سکتا ہے؟

(508) بروایت امام مالکؒ و امام شافعیؒ - امیر المومنین فرماتے ہیں کہ دو قسم کے ہبے واپس نہیں کئے جا سکتے۔ ایک وہ ہبہ جو رحم کے کسی رشتہ دار کو دیا جائے، دوسرا وہ ہبہ جو صدقہ محض میں دیا جائے۔

مگر ایک اور قسم کا ہبہ ہے جو واپس لیا جا سکتا ہے، یعنی جو کسی کو اکراماً پیش کرے اگرچہ اس میں بھی نیت ثواب ہی کی ہو[1]

حواشی

[1] قسم ثالث میں ایک لطافت سی ہے، جسے شاہ صاحب نے مصفیٰ (شرح موطا) میں ذرا بسط کے ساتھ پھیلایا ہے۔ آپ اسے مصفیٰ میں بمطابق روایت (مندرجہ متن نمبر 508) کتاب البیوع باب الرجوع فی الھبۃ والھبۃ بشرط الثواب میں لائے ہیں۔ فرماتے ہیں: مترجم گوید تملیک بلا عوض چند قسم می باشد اگر محتاج را برائے ثواب آخرت داد، صدقہ است و اگر نقل کرد بسوئے مکان موہوب لہ بجہت اکرام او، ہدیہ است و اگر حبس کرد اصل شے را و صدقہ کرد منافع او را وقف است۔

کتاب المکاتبہ

کتاب المکاتبہ

(آقا اور غلام کا وہ معاہدہ جس کی تکمیل غلام کو آزاد بنا دے، اس میں تحریری اور زبانی معاہدے دونوں یکساں ہیں)

(496) بروایت ابوبکر - امیر المومنین عمرؓ کے عہد میں ایک آقا نے اپنے غلام کے ساتھ شرائط مکاتبت میں یہ شرط کی کہ اگر غلام اپنے عوض میں دو دوسرے غلام آقا کے حوالے کر دے تو یہ آزاد ہے، مگر کسی درجہ پر آکر غلام اور آقا دونوں میں اختلاف ہو گیا تو مقدمہ امیر المومنین کے حضور پہنچا۔ جس میں آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اگر غلام مقررہ شرط کے مطابق عمل نہ کرے تو بدستور اپنے آقا کا غلام ہے۔

(501) بروایت امام شافعیؒ - حضرت انسؓ نے اپنے غلام کے ساتھ مکاتبت میں مندرجہ ذیل شرائط طے فرمائیں

(1) اتنی رقم
(2) اتنی قسطوں میں
(3) اس قدر مدت ادائیگی

غلام کے ذمے ہے، جس کے عوض میں وہ آزاد کر دیا جائے گا

مگر غلام مدت مقررہ سے قبل ادائیگی اقساط کا انتظام کر کے مالک کے پاس لے آیا۔ حضرت انسؓ نے قبولیت رقم سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں تو صرف طے شدہ مدت تک رقم لیتا جاؤں گا اور اسی مدت میں تمہیں آزاد کروں گا۔ غلام حضرت عمرؓ کے حضور آکر فریادی ہوا۔ آپ نے فرمایا انسؓ کا منشا اس انکار سے یہ اندیشہ ہے، مبادا اسے اجل نہ آجائے (یعنی) وہ غلام کو بدستور اپنے ورثا کے لئے ترکہ میں باقی رکھنا چاہتا ہے ...... اور امیر المومنین نے غلام سے یہ رقم لے کر اسے آزاد کر دیا۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، امام بیہقی یہ روایت اس باب میں لائے ہیں۔ باب **اذا اتاه حقه قبل محله ولا ضرر عليه** (در مسئلہ کہ جب کوئی شخص اپنا ذمہ وقت سے قبل ادا کر دے تو اس پر کوئی ضرر نہیں)

معاہدہ میں حلت و حرمت کا احترام

(502) بروایت بیہقی - امیر المومنین عمر فاروقؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ (عامل بصرہ) کی طرف ایک فرمان میں لکھا کہ مسلمانوں کے درمیان ایسی صلح جائز ہے جس میں حرام کو حلال اور حلال کو حرام کے درجہ تک نہ لے جایا جائے۔

كتاب الشفعه

کتاب الشفعہ

(506) بروایت امام مالکؒ وشافعیؒ- عہد امیرالمومنین میں ضحاک (بن خلیفہ) نے اپنے تالاب سے جو مدینہ منورہ کے قریب ہے، اپنی اراضی کے لئے کلابہ نکالنا چاہا، مگر یہ نالی (کلابہ) حضرت محمد بن مسلمہ کی اراضی میں سے گزرنا تھی اور انہوں نے اس کی اجازت نہ دی۔ ضحاک یہ معاملہ امیر المومنین کی خدمت میں لے آئے۔ مگر آپ کے سمجھانے پر بھی محمد بن مسلمہ راضی نہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے ان (محمد) سے فرمایا آخر آپ اپنے بھائی کی ایسی منفعت میں کیوں مانع ہیں جس سے آپ کو اتنا فائدہ تو ہے کہ کبھی کبھار آپ بھی اس میں سے پانی استعمال کر سکیں گے؟ اور آپ کا اس میں نقصان تو ہے ہی نہیں...... مگر محمد بن مسلمہ انکار ہی پر اڑے رہے۔ حضرت عمرؓ نے آخری فیصلہ یہ فرمایا کہ ضحاک اپنا کلابہ ضرور نکالیں گے خواہ وہ تمہارے شکم پر سے گزرے۔

کتاب الوقف

کتاب الوقف

(507) بروایت امام شافعیؒ۔

عن ابن عمران عمر قال یارسول الله انی اصبت من خیبر مالاً مالم اصب مالاً قط اعجب الیّ واعظم عندی منه . فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان شئت حبست اصله وسبّلت ثمره .

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، امیر المومنین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جو زمین مجھے خیبر سے حصہ میں ملی ہے، آج تک نہ تو اس قدر منفعت کی کوئی شے مجھے میسر ہوئی، نہ اتنی مرغوب اور نہ اس افراط سے۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اے عمرؓ!) اگر تم چاہو تو اصل اراضی اپنی ملک رہنے دو اور اس کی پیداوار و ثمرہ وغیرہ فی سبیل اللہ وقف کردو۔

اس پر حضرت عمرؓ نے یہ اراضی مندرجہ ذیل حدود پر وقف کردی۔

(1) اصل اراضی نہ تو بیع ہوگی (2) نہ ہبہ ہوگی (3) اور نہ ترکہ میں تقسیم

ہو گی اور اس کی آمدنی ان مدوں میں خرچ کی جائے گی

(1) فقراء میں (2) میرے خویش واقارب میں

(3) ضروریات دین میں (4) مسافروں کے تکفل میں

(5) مہمانوں کی ضیافت میں (6) متولی اراضی کی ضروریات میں

(7) متولی کے ان دوستوں کے تکفل میں جو توانگر نہ ہوں۔ نمبر 7 کے دوسرے الفاظ یہ ہیں کہ ان دوستوں کے تکفل، میں جو اس مال کو جمع نہ کر رکھیں (یعنی وہ مالدار نہ ہوں)۔

کتاب اللقطہ

کتاب اللقطہ

معمولی خورد ونوش کے پھل وغیرہ

(499) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ فرماتے کہ اگر تمہارا گزر کسی نخلستان میں سے ہو تو گرے ہوئے خرموں میں سے تھوڑے بہت کھالو مگر دامن بھر کر لے جانے کا قصد مت کرو۔

بیش قیمت افتادہ مال

(509) بروایت امام مالکؒ و شافعیؒ - حضرت بدر جھنی شام کی طرف جاتے ہوئے ایک مقام پر قیام پذیر ہوئے، جہاں انہیں ایک ہمیانی ملی، جس میں سے 80 دینار نکلے۔وہ جب مدینہ لوٹے تو حضرت عمرؓ سے اس کا تذکرہ کیا۔آپ نے فرمایا، اے بدر! مساجد کے دروازوں پر کھڑے ہو کر اعلان کرتے رہو اور اگر کوئی شخص ملکِ شام جاتا ہوا نظر آئے، تو اس سے تذکرہ کر دو۔اگر ایک سال تک اس کا دعویدار نہ ملے تو پھر یہ تھیلی تمہارا مال ہے (اس میں دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں)

کہ اگر تم اعلان کرتے رہو گے تو اصل مالک لے جائے گا،ورنہ یہ تمہارا مال

ہوگا، اور اے بدر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہی حکم دیا ہے۔

لقطہ جس کی حفاظت میں کچھ خرچ بھی ہوتا ہو

(510) بروایت امام مالکؒ - حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اگر کسی کو گمشدہ شتر مل جاتا تو اسے پانے والا اس کے دودھ سے مستفیض ہوتا۔ اگر وہ شتر نر ہے تو اس سے چہ کشی کا کام لیتا لیکن سواری اور بار کشی کے لئے انہیں استعمال نہ کیا جاتا۔

جب حضرت عثمانؓ کا دور شروع ہوا تو آپ نے ایسے شتروں کے اعلان کا فرمان جاری کر دیا۔ لیکن اگر ان کا مالک آجاتا تو شتر کی جگہ اسے قیمت دی جاتی۔

(511) بروایت امام مالکؒ و شافعیؒ - بنو سلیم کے ایک شخص سنین بن ابو جمیلہ کو کسی راستہ میں ایک شیر خوار بچہ پڑا ہوا نظر آیا، جسے اٹھا کر وہ حضرت عمرؓ کے حضور لے آئے۔ امیر المومنین نے ان سے جواب طلب کیا کہ آپ نے اسے وہاں سے کیوں اٹھایا؟ سنین نے عرض کیا، بچہ مر ہی نہ جائے اس لئے میں اسے اٹھا لایا ہوں۔

اس وقت سنین کے محلہ کا ایک سربراہ بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے عرض کیا، اے امیر المومنین! سنین مردِ نکو ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم اس کی شہادت دیتے ہو؟ سربراہ نے کہا، جی ہاں! امیر المومنین نے ارشاد فرمایا کہ اے سنین! آپ اسے اپنے پاس ہی رکھئے۔ یہ بچہ آزاد ہے۔ اس کے مصارف خوراک بیت المال سے دیئے جائیں گے مگر اس کی وِلاء آپ کے ذمے ہے۔[1]

حواشی

[1] یہاں وِلاء کے معنی حفاظت اور پرورش کے ہیں۔

كتاب النكاح

کتاب النکاح

نکاح کرنے کی تاکید

(512) بروایت ابوبکر-امیر المومنین نے ایک ایسے شخص سے جو نکاح سے گریز کرتا تھا، فرمایا تم نامرد ہو یا فاسق (جو نکاح سے بھاگتے ہو)۔

تزویج تونگری کا پیش خیمہ ہے

(513) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ فرماتے، نکاح کرنے کے بعد تونگری کا انتظار کرو۔

(514) بروایت امام شافعیؒ- امیر المومنین فرماتے ہیں، میں اس شخص سے زیادہ دُون ہمت کسی کو نہیں پاتا، جو اس آیت کے بعد بھی مناکحت کی ہمت نہ کرے :

وَاَنْکِحُوْا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصَّالِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَاءِکُمْ ط اِنْ یَکُوْنُوْا فُقَرَاءَ یُغْنِھِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌo(النور :32)

اے مومنو! بے شوہر کی عورتوں اور اپنے نیک چلن غلام اور کنیزوں کا نکاح

کر دو۔ اگر یہ لوگ تنگ دست بھی ہیں تو نکاح کی برکت سے اللہ تعالیٰ انہیں تونگر کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کشائش کرنے والا جاننے والا ہے۔

اپنی کنیزوں کے لئے بھی اچھے بر تلاش کرو

(515) بروایت ابو بکر - جناب عمرؓ فرماتے کہ اپنی کنیزوں کو بد صورت اور حقیر مردوں کے پلے نہ باندھ دو۔ وہ بھی تمہاری طرح اچھے ساتھی پسند کرتی ہیں۔

باکرہ عورتوں کی برتری

(516) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے فرمایا کہ مناکحت کے وقت باکرہ عورتوں کو ترجیح دو۔ ان کی رفاقت میں لطف ہے اور وہ اولاد والی بننے میں دیر نہیں کرتیں۔ اور معمولی سی شے پر خوش ہو سکتی ہیں۔

جاہلیت اور اسلام دونوں حالتوں میں نکاح یکساں مفید ہے

(517) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ رسوم جاہلیت میں سے اب تک میرے اندر یہ عادت باقی رہ گئی ہے کہ میں اپنا یا کسی اور شخص کا نکاح کرتے وقت عورت کے حسب ونسب کی جانچ میں نہیں پڑ جاتا۔

کفو میں تزوّج

(518) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اشراف کی بیٹیوں کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ اپنے اپنے کفو میں اپنے لئے شوہر تلاش کریں۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، تطبیق بین الروایتین (نمبر 517و518) یہ ہے کہ کفارت (پاسِ کفو) عورت اور اس کے خاندان کا حق ہے، جسے اگر وہ از خود کسی دینی مصلحت کے لئے ترک کر دیں تو یہ ان کی خوبی ہے[1]

اجازتِ ولی کے بغیر نکاح ناجائز اور امام کو اس کے فسخ کا حق ہے

(519) ایک عورت جس نے اِذنِ ولی کے بغیر اپنا نکاح کر لیا تھا، امیر المومنین عمر فاروقؓ نے اس کا نکاح (اپنے حکم سے) فسخ کر دیا۔

(520) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے فرمایا کہ اِذنِ ولی کے بغیر نکاح ناجائز ہے۔

(521) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کوئی عورت اپنے ولی کے بغیر نکاح نہ کرے، مگر جس عورت کا کوئی ولی نہ ہو وہ سلطانِ وقت (یعنی سلطان یا اس سلطان کے مجاز و مختار) کی اجازت سے نکاح کرے، ورنہ ان دونوں صورتوں میں سے کسی ایک کے بغیر ایک عورت کے دس نکاح بھی ناقابل تسلیم ہوں گے۔

نکاح میں گواہوں کی نوعیت

(522) بروایت ابو بکر - امیر المومنین کے حضور ایک حاملہ عورت کا معاملہ پیش ہوا۔ اس نے صفائی میں بیان دیا کہ فلاں نے مجھ سے نکاح کر لیا ہے۔ جب وہ مرد حاضر کیا گیا اور اس سے نکاح کے گواہ پوچھے گئے تو اس نے صرف اپنی والدہ اور اپنی ہمشیرہ دو کو گواہوں میں بتایا (ولی نکاح کے بغیر یہ نکاح کیا گیا تھا) مگر حضرت عمرؓ نے یہ نکاح فسخ کر دیا اور فرمایا کہ نکاح میں ولی کی شرط ضروری ہے اور ان میں سے کسی پر حد زنا جاری نہ کی۔

(523) بروایت ابو بکر - ایک پڑاؤ میں بہت سے مسافر اترے۔ ان میں سے ایک بیوہ عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا اور قافلہ ہی میں سے ایک اجنبی شخص کو اپنا ولی بھی مقرر کر لیا۔ جب حضرت عمرؓ کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے شوہر اور اس کی بیوی دونوں کو دُرّے لگوا کر ان میں تفریق کرا دی۔

ولی کے بغیر نکاح کرنے والی عورت زانیہ ہے

(524) بروایت ابوبکر - عہد امیر المومنین میں ایک عورت نے ولی اور گواہوں کے بغیر نکاح کر لیا۔[2] جب آپ کو معلوم ہوا تو عامل صوبہ کو لکھا کہ اس عورت کو سو دُرّے لگائیے (اور نکاح فسخ کر دیجئے) اور تمام مقبوضات میں یہ تحریری فرمان بھیجا کہ جو عورت ولی کے بغیر نکاح کرے، اسے زانیہ قرار دیا جائے۔

یتیم لڑکیوں کے نکاح پر ان کا اذن ضروری ہے

(525) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ فرماتے کہ یتیم لڑکیوں سے ان کی شادی کے وقت دریافت کر لیا کرو۔ اگر وہ (اپنے ہونے والے شوہر کا نام سن کر) خاموش رہ جائیں تو یہ خاموشی ان کی رضامندی ہے۔

جبکہ کوئی ولی نہ ہو

(526) بروایت امام مالکؒ و امام شافعیؒ - جناب عمرؓ نے فرمایا کہ ان تین حالتوں کے بغیر کسی عورت سے نکاح نہ کیا جائے۔

(1) اس کے ولی کی اجازت سے۔

(2) اگر ولی نہ ہو تو اس کے خاندان میں سے کسی معتبر مرد کے اذن سے۔

(3) اگر یہ دونوں صورتیں مفقود ہوں تو امام وقت یا اس کے مجاز کے اذن سے۔

عقد مناکحت پر دو گواہ کون ہوں؟

(527) بروایت امام مالکؒ و امام شافعیؒ - امیر المومنین کے حضور ایک مقدمہ آیا، جس میں عقدِ مناکحت میں ایک مرد اور ایک عورت[3] دو گواہ تھے۔ آپ نے فرمایا یہ تو عقد "اخدان" (چوری چھپے کا نکاح) ہے، میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔

اگر یہ اس طریقے کی بجائے دوسری طرح میرے سامنے آتا، تو میں دونوں (عورت و مرد) کو رجم کرادیتا۔

(528) بروایت امام شافعیؒ - امیر المومنین نے فرمایا کوئی نکاح ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر شرعی نکاح نہیں قرار دیا جا سکتا۔

یہ روایت نقل کرنے کے بعد امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سے جو روایت بواسطہ ''حجاج بن ارطاۃ عن عطاء عن عمر'' منقول ہے کہ حضرت امیر المومنین نے نکاح میں ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کی شہادت کی اجازت فرمادی، تو یہ روایت ''منقطع[4]'' ہے، کیونکہ اس میں حجاج[5] کی وجہ سے روایت پر حجت قائم نہیں ہو سکتی۔

مرد اور عورت کا تخلیہ، جبکہ دونوں کا باہم تعلق ازدواج نہ ہو

(529) بروایت امام شافعیؒ و امام احمدؒ - امیر المومنین نے جابیہ کے خطبہ میں یہ بھی فرمایا کہ جس عورت اور مرد کا باہم تعلق ازدواج نہ ہو، وہ تخلیہ نہ کریں کہ مبادا شیطان انہیں بہکا دے۔

(530) بروایت ابوبکر - امیر المومنین نے فرمایا کہ کسی عورت سے اس کے تخلیہ میں اس کے محرم کے سوا دوسرا مرد اس کے ہاں نہ جائے۔ عرض کیا گیا کہ اگر عورت کے شوہر کا بھائی ہو، فرمایا یہ (دیور) تو عورت کی موت ہے۔

مسلمہ اور غیر مسلمہ دونوں کا یکجا حمام میں غسل کرنا

(531) بروایت بیہقیؒ - حضرت عمرؓ سے ہمیں یہ روایت ملی ہے کہ آپ نے ابو عبیدہ بن الجراح (عامل عراق) کی طرف ایک فرمان میں تحریر فرمایا:

''مجھے جو یہ اطلاع پہنچی ہے کہ آپ کے صوبہ میں مسلمہ اور غیر مسلمہ (اہل کتاب) دونوں طبقوں کی بیبیاں یک جا حمام میں غسل کرتی ہیں، تو اس سے انہیں

(مسلمات کو) منع کر دیجئے اور حالت مجبوری ایسے وقت میں دونوں کے درمیان پردوں کا انتظام کرا دیجئے۔

سنن بیہقی ہی کی دوسری روایت میں اس فرمان کے ساتھ یہ الفاظ بھی شامل ہیں کہ :

"جس عورت کا ایمان اللہ اور آخرت پر ہے، اس کے یہ شایاں نہیں کہ ایک دوسری عورت کی طرف اس کی برہنگی میں دیکھے الا بامر مجبوری، صرف مومنات میں ایک دوسری کی طرف"۔

آزاد و غلام (مرد و زن بہر دو صنف) کی تزویج کا جواز اور نتیجہ

(532) بروایت ابو بکر - امیر المومنین فرماتے ہیں کہ آزاد عورت کا غلام سے نکاح اور غلام عورت کی آزاد مرد سے مناکحت سے (ان) دونوں کا نصف نصف آزاد قرار پاتا ہے۔[6]

کنیزوں سے مناکحت کی ممانعت

(533) بروایت ابو بکر - حضرت عمر فاروق ؓ نے آزاد مردوں کو باندیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع فرمادیا۔[7]

آزاد غیر مسلمہ سے مناکحت پر تفریق

(534) بروایت ابو بکر - حضرت حذیفہ الیمانی (عامل مدائن) نے ایک یہودن سے نکاح کر لیا۔ اس کی اطلاع پر امیر المومنین نے حذیفہ کی طرف تحریری حکم علیحدگی بھیجا۔ حذیفہ نے جواب میں لکھا :

ان کانت حراما خلّیتُ سبیلها .

اگر یہ نکاح حرام ہے تو میں اُسے علیحدہ کر دوں ؟

امیر المومنین نے دوسرے فرمان میں یہ لکھوایا:

انی لا ازعم انها حرام ولكنی اخاف ان يغاظوا المومنات منهن .

میں اسے حرام نہیں سمجھتا، مگر مجھے یہ اندیشہ ہے کہ مسلمان عورتیں اسے اپنی حق تلفی سمجھ کر خفا ہونا شروع کر دیں گی۔

اس روایت کی تشریح

(535) بروایت امام ابو حنیفہؒ - حضرت حذیفہ الیمانی نے (مدائن میں) ایک یہودن سے نکاح کر لیا۔ اس پر امیر المومنین نے انہیں اس سے علیحدگی کا فرمان بھیجا، تو حذیفہ نے جواب میں عرض کیا، کیا کتابیہ عورت سے نکاح حرام ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب میں فرمایا:

اعزم عليك ان لا تضع كتابی حتی تخلی سبيلها فانی اخاف ان يقتدئ بك المسلمون فيختاروا نسآء اهل الذمة لجمالهن وكفی بذلك فتنة لنسآء المسلمين .

(اے حذیفہ! میں آپ کو تاکید کرتا ہوں کہ میرا یہ فرمان ہاتھ سے رکھنے سے قبل اس عورت کو خود سے علیحدہ کر دیجئے! مجھے خطرہ ہے کہ آپ کے دیکھا دیکھی دوسرے مسلمان بھی ذمی عورتوں کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے (مسلمان عورتوں پر) ترجیح دینا شروع نہ کر دیں اور یہ صورتحال مسلمان عورتوں کے لئے ایک فتنہ ثابت ہوگی۔

ملک یمین (غلام و کنیز) میں دونوں ماں بیٹی کا معاملہ

(536) بروایت ابو بکر - امیر المومنین سے مسئلہ دریافت کیا گیا کہ اگر کنیزوں میں باندی بھی ملک میں ہو، اور اس باندی کی بیٹی بھی، تب دونوں کی مقاربت کا کیا مسئلہ ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں ان دونوں کی مقاربت کی اجازت نہیں دے سکتا۔

(537) بروایت ابوبکر - امیرالمومنین سے ایک صاحب نے یہ فتویٰ دریافت کیا کہ کنیز اوراس کی بیٹی دونوں میری ملکیت میں ہیں، اور مجھے دونوں سے رغبت ہے، کیامیں دونوں کے ساتھ مقاربت کر سکتاہوں؟

حضرت عمرؓ نے فرمایا قرآن مجید کی ایک آیت اس کے جواز[8] میں ہے اور دوسری حرمت میں مگر میں اس فعل کے قریب نہیں جاسکتا۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، اس پر امام بغوی نے اعتراض کیا ہے کہ امیرالمومنین کا یہ فرمانا محل نظر ہے (یعنی مذکورۂ صدر) بلکہ (سورہ نساء[9] کی آیت) جمع بین الاختین (اور ماں اور بیٹی بھی اسی حکم میں ہیں) سے مقصود تحریم ہے ...... اورما ملکتْ اَیمَانُکُمْ (6:23) سے مطلوب مومنین کی ستائش ہے کہ وہ اپنی بیویوں اور کنیزوں کے سواکسی اور طرف آنکھ بھی نہیں اٹھاتے...... اس لئے یہاں حلت وحرمت دونوں سے بحث نہیں "(انتہی قول البغوی)

شاہ صاحب کاارشاد! اصل بات یہ ہے کہ آیت "اَنْ تجمعُوا بَینَ الْاُختَینِ (27:4) سے تحریم بطریق قیاس ثابت ہوتی ہے ورنہ دو حقیقی بہنوں کی ایک گھر میں بودوباش کیونکر حرام ہوسکتی ہے۔ حرمت تو صرف دونوں کے ایک مرد کے ساتھ نکاح میں ہے"۔

"اسی طرح آیہ مَا مَلَکَتْ اَیمَانُکُمْ (6:23) سے تحلیل (حلت) بطریق عموم ہے"۔

"اسی طرح آیہ وَالَّذِینَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حَافِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیمَانُھُمْ (6,5:23)

(مومنین اپنے ستر کی نگہداشت میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے، بجز اپنی

منکوحات یا کنیزوں کے) سے ۔ پس حضرت عمرؓ نے اَنْ تجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْن (27:4) قیاس جلی کا یہ ارادہ فرمایا کہ "کنیز ماں اور بیٹی دونوں سے مقاربت حرام ہے" یعنی انہیں ایک نکاح میں مت رکھو ! اور آیہ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حَافِظُوْنَ ○ اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ (6,5:23) سے معلوم ہوا کہ کنیزوں سے وطی جائز ہے۔ واللہ اعلم"

شوہر اپنی شرائط سے زیادہ کا مستحق نہیں

(538) بروایت ابوبکر - امیر المومنین نے فرمایا، نکاح کے موقع پر عورت سے جو شرط قرار پا جائے اس کی پابندی (مرد پر) لازم ہے۔ (اس وقت) عبدالرحمٰن بن غنم نے عرض کیا کہ اگر ہم اس وطن کو چھوڑ رہے ہوں، جہاں کسی عورت کے ساتھ عقد کیا گیا ہے اور اسے اپنے ہمراہ لانا متعسر ہو تب ؟ فرمایا بوقت نکاح جو شرائط طے ہوں، ان پر عمل واجب ہے[10]

شوہر خود پر عائد کردہ شرائط کا پابند ہے

(539) بروایت ابوبکر - ایک صاحب نے عقدِ نکاح میں خود پر یہ شرط لازم کر لی کہ وہ اس (بی بی) کو خود سے علیحدہ نہیں کریں گے۔ مگر شوہر اسے پورا نہ کر سکے۔ یہ مقدمہ حضرت عمرؓ کے حضور آیا تو آپ نے فرمایا : المرأة مع زوجها ...... بیوی کو اپنے شوہر کے ہمراہ یکجا رہنے کا حق ہے۔

مہاجرہ بی بی سے بدوی کے نکاح میں ممانعت

(540) بروایت ابوبکر - زید بن وہب فرماتے ہیں، امیر المومنین عمر فاروقؓ نے ہمیں تحریری حکم بھیجا کہ کوئی بدوی کسی مہاجرہ بی بی کو اپنے نکاح میں نہ لائے۔

مبادا کسی وقت شوہر اس کی ہجرت کا ثواب اس صورت میں تلف کر دے کہ اسے اپنے وطن ہی لے جائے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں فقہاء کی دو توجیہیں ہیں

(1) امام اوزاعیؒ، امام احمدؒ و امام اسحاقؒ (ہر سہ حضرات) اسے نکاح سے مطلقاً منع فرماتے ہیں۔

(2) امام ابو حنیفہؒ و امام شافعیؒ کا فتویٰ ہے کہ اعرابی اگر اپنے وطن لوٹنا چاہے تو مہاجرہ بیوی کو طلاق دے دے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں اول الذکر (نمبر 1) حضرت عمرؓ کی روایت کے مطابق زیادہ وقیع ہے۔

غلام اور کنیز کے قواعدِ ازدواج اور عدت

(541) بروایت امام شافعیؒ - امیرالمومنین حضرت عمرؓ نے فتویٰ دیا کہ مرد غلام ایک سے زائد عورتوں کے ساتھ (بیک وقت) نکاح نہ کرے۔ اور اس کی طلاق (تین نہیں) صرف دو ہیں۔ اور کنیز کی عدت دو طہر ہیں (تین نہیں) اور اگر وہ کنیز "ماہواریت" سے مبرا ہی رہتی ہو تو اس کی عدت زیادہ سے زیادہ دو مہینے اور کم از کم ڈیڑھ ماہ ہے۔

(542) بروایت ابو بکر - اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر متفق ہیں کہ کوئی غلام بیک وقت دو سے زائد بیویاں نکاح میں نہ رکھے۔[11]

(543) بروایت امام مالکؒ و امام شافعیؒ - ابن المسیب اور سلیمان بن یسار سے مروی ہے کہ جب رشید ثقفی نے اپنی زوجہ (مسماۃ) طلیحہ اسدیہ کو طلاق دی تو اس نے دوران عدت ایک اور مرد سے عقد کر لیا۔ حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے اس عورت اور نئے شوہر پر تعزیر فرمانے کے بعد فتویٰ دیا کہ:

(الف) جو عورت اپنی عدت میں نکاح (ثانی) کرلے، اس زن اور اس کے شوہر دونوں میں تفریق واجب ہے۔ اور یہ بھی دیکھا جائے کہ اگر ان دونوں کی مقاربت نہیں ہوئی، تو جب یہ عورت اپنی پہلی عدت ختم کرلے، اس وقت اگر یہی مرد (جس سے اس نے دوسرا نکاح کرلیا تھا) اس سے خطبہ کرے تو ان دونوں کا نکاح جائز ہے۔

(ب) اور اگر ان دونوں نے مقاربت کرلی ہے تو یہ عورت تفریق کے بعد اس (شوہر ثانی سے) حاصل شدہ طلاق کے بعد اپنی عدت پورے کرے، مگر اب یہ شوہر (ثانی) کبھی بھی اس عورت سے عقد نہیں کرسکتا۔ (یعنی **لا یجتمعان ابداً**)

ابن المسیب فرماتے ہیں کہ اگر شوہر ثانی نے اس عورت سے مقاربت کرلی ہے تو اس پر مہر واجب ہے اس مقاربت ہی کی وجہ سے۔

امام بیہقی سے امام شافعیؒ "قول قدیم" میں روایت کرتے ہیں **لا یجتمعان ابداً** (اب یہ شوہر ثانی کبھی بھی اس عورت سے عقد نہیں کرسکتا) لیکن بعد میں (یعنی قول جدید میں) امام شافعیؒ نے اس فتویٰ سے رجوع کرلیا ہے۔ مگر ابو سفیان ثوریؒ اپنی جامع میں فرماتے ہیں کہ آخر میں حضرت عمرؓ نے بھی **لا یجتمعان ابداً** سے رجوع فرمالیا تھا۔

ولی پر نکاح کے وقت عورت کی ستر پوشی واجب ہے

(544) بروایت امام مالکؒ- ایک شخص نے اپنی ہمشیرہ کے لئے ایک صاحب سے خطبہ کرتے ہوئے اسے یہ بھی بتادیا کہ وہ (اس کی ہمشیرہ) میں بھی ملوث ہو چکی ہے۔ حضرت عمرؓ نے یہ سنا تو اس کے بھائی کو مضروب فرمایا (یا بالفاظ روایت دیگر سزا دینا چاہی) اور فرمایا کہ آپ کو ایسی خبر بتانے کی کیا ضرورت تھی۔

عقد زانیہ

(545) بروایت ابو بکر - ایک شخص نے اپنی دختر کا عقد کردیا مگر اس

عورت نے اپنے شوہر سے کہا مجھے ڈر ہے کہ میری وجہ سے آپ کی خفت نہ ہو، کیونکہ مجھ سے زنا کا ارتکاب ہو چکا ہے۔ آخر یہ معاملہ امیر المومنین حضرت عمرؓ کے حضور پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کیا اس نے توبہ نہیں کی؟ اس شخص نے کہا، توبہ تو اس نے کرلی ہے ۔ فرمایا تب اس سے نکاح جائز ہے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں جو حضرات نکاحِ زانیہ کو جائز قرار دیتے ہیں، ان کے سامنے حضرت عمرؓ کا یہی فیصلہ ہے، لیکن یہ تمسک بجائے خود محل نظر ہے۔ کیونکہ ممکن ہے، اس کا زنا بینہ[12] سے ثابت نہ ہوا ہو اور نہ اس کے موجودہ شوہر ہی نے اسے اس ارتکاب میں بروقت دیکھا ہو۔ پس اس عورت کی یہ حالت پوشیدہ رہی جس سے اصل میں برأت پائی گئی۔

اور یہی حالت اس زانیہ کی ہے جو بعد میں تائب ہو گئی ہو۔ پس حضرت عمرؓ کے جوازِ فتویٰ کا محل علمائے مجوزین عقد کے خلاف ہے۔

اور دوسری روایت، جس میں زانیہ کے عقد کی نہی آئی ہے تو اس کا منشا زانیہ غیر تائبہ ہے لیکن جس کسی نے توبہ کرلی، بہ مطابق حدیث : التائب من الذنب کمن لا ذنب له[13] (گناہ سے توبہ کرنے والا بار عصیاں سے ایسا ہلکا ہو گیا کہ گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں)۔

پوشیدہ نکاح

(546) بروایت ابو بکر - ایک شخص خفیہ نکاح کر کے اپنی بیوی کے گھر آنے جانے لگا۔ ہمسایہ نے اسے دیکھا تو شبہ ہوا۔ قضیہ امیر المومنین عمر فاروقؓ کے پاس پہنچا، اس ہمسایہ نے اصل واقعہ عرض کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے مدعا علیہ سے پوچھا تو اس نے بیان میں کہا :

''میں نے اس عورت کے ساتھ ایک معمولی حق مہر کے عوض میں عقد کر لیا ہے مگر میں نے اسے ظاہر نہیں کیا''۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اور نکاح کے گواہ ؟ عرض کیا گواہ عورت ہی کے اقربا ہیں۔ امیر المومنین نے فرمایا ''اطلاع کرنے والے کو حد قذف سے مستثنیٰ کیا جائے'' اور ان سے فرمایا: اعلان نکاح ضرور کیا کرو، اور عورتوں کی عصمت کا خیال رکھو۔

مسنون تقریبات پر اظہار خوشی میں شور و شغب کا جواز

(547) بروایت ابوبکر - ابن سیرین فرماتے ہیں، مجھ سے روایت بیان کی گئی کہ امیر المومنین اگر کسی گھر سے شور و شغب اٹھتا ہوا سنتے تو اسے معیوب سمجھتے، لیکن اگر یہ شور تقریب ولیمہ یا ختنہ کے موقع پر ہوتا سنتے تو درگزر فرمادیتے۔

دعوتِ طعام میں منع تفاخر

(548) بروایت بغوی - (روایت کی گئی ہے) کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ (ہر دو حضرات) ایک دعوتِ طعام میں شرکت فرمانے کے بعد واپس تشریف لے آئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: کاش! میں شریکِ طعام نہ ہوتا! حضرت عثمانؓ نے عرض کیا یہ جملہ آپ نے کیوں فرمایا؟ ارشاد ہوا، مجھے خطرہ ہے کہ یہ دعوت فخر کے لئے نہ کی گئی ہو۔

تقلیل مہر

(549) بروایت ابوبکر - امیر المومنین نے فرمایا عورت کے مہر میں مبالغہ (زیادت) نہ کرو۔ اگر تکثیر (زیادت) مہر میں دنیا کی بھلائی یا اس پر تقویٰ کی بنیاد ہوتی تو تم سب سے زیادہ اس کا پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کے مہر اور خود اپنے حرم کے مہر بارہ اوقیہ[14] سے

زائد مقرر نہ فرمائے۔

تقلیل مہر سے تکثیر مہر کی طرف رجوع

(550) بروایت ابو بکر -امیر المومنین نے دو ہزار تک مہر کی اجازت فرما دی۔

(551) بروایت امام شافعیؒ- محمد بن سیرینؒ سے مروی ہے کہ ایک صاحب جن کا نام اشعث (ابن قیس) ہے، ایک دوست کے ساتھ شامل رہنے لگے۔ اتفاق سے ان کی نظر اپنے دوست کی اہلیہ پر پڑ گئی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد اس بی بی کے شوہر نے ایک سفر میں انتقال کیا تو اشعث نے ان سے درخواست عقد کی۔ بی بی نے کہا میرے مہر میں یہ شرط ہے کہ جس قدر میں معین کروں! اشعث نے اسے منظور کر لیا۔ لیکن ابھی تک بی بی نے مہر کی تعیین بھی نہیں کی تھی کہ اشعث نے انہیں طلاق دے دی۔ اب انہوں نے اس سے مہر کا دریافت کیا، تو بی بی نے اشعث سے ان غلاموں میں سے دو غلام طلب کئے جو انہیں اپنے والد کے ترکہ میں ملے تھے۔ اشعث نے کہا، ان دونوں کے ماسوا کچھ اور لے لو۔ بی بی نے انکار کیا...... اور مقدمہ امیر المومنین کے حضور پیش ہوا۔

اشعث نے عرض کیا اے امیر المومنین ! اس معاملے میں مجھ سے تین لغزشیں ہوئیں۔

(1) جب میں نے انہیں پہلی مرتبہ دیکھا تو ان کی محبت میرے دل میں بس گئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ امر تمہارے قابو سے باہر تھا۔

(2) پھر میں نے ان سے عقد کر لیا، اس شرط پر کہ جو مہر یہ خود تجویز کریں۔

(3) میں نے انہیں طلاق دے دی ان کے مہر متعین کرنے سے قبل۔

امیر المومنین نے اپنے فیصلے میں فرمایا" یہ مسلمان عورت ہے"۔

امام شافعیؒ اس جملہ کہ (یہ مسلمان عورت ہے یعنی امرأة المسلمین) کی

توجیہہ میں فرماتے ہیں کہ مسلمان عورتوں کے مہر کے برابر اس کا مہر ہونا چاہئے[15]

(552) ایضاً بروایت ابو بکر - (از ابن سیرین) امیر المومنین نے اشعث مذکور سے فرمایا کہ بالضرور اس کی رضامندی کا خیال رکھو۔

(553) وایضاً بروایت ابو بکر - ابن سیرین سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں، امیر المومنین نے اشعث سے فرمایا کہ اس بی بی کا مہر اس عورت کے خاندان کی دوسری عورتوں کے مساوی ہے۔ (یعنی مہر مثل)۔

(554) بروایت امام مالکؒ و امام شافعیؒ - امیر المومنین نے فرمایا جونہی عقد کے بعد مرد اور عورت تخلیہ کر لیں، مرد کے ذمہ مہر واجب ہو جاتا ہے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، امام شافعیؒ کا "مذہب قدیم" میں حضرت عمرؓ کے اسی قول پر فتویٰ تھا اور وہ فرماتے کہ حضرت عمرؓ ہم سے زیادہ کتاب اللہ کو سمجھتے تھے، جس کے مطابق یہ امر بعید نہیں کہ آیہ :

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَالَمْ تَمَسُّوْهُنَّ (2:237)

(اے مومنو! اگر تم عقد کے بعد عورتوں سے مس کئے بغیر ہی انہیں طلاق دے دو، تم پر کوئی گناہ عائد نہیں ہوتا)

اگر مرد نے مس اور تخلیہ سے قبل طلاق کا ارادہ کر لیا ہو، تو بھی اس پر مہر واجب ہے۔

اس کے بعد امام شافعیؒ نے "مذہب جدید" میں رجوع کرتے ہوئے فرمایا کہ بغیر مس مرد پر مہر کامل واجب نہیں ہوتا۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، لیکن میرے نزدیک ظاہر آیہ (مذکورہ ...... مالم تمسوھن ...... (2:237) اور فتویٰ امیر المومنین میں بایں صورت تطبیق ممکن ہے کہ

اس معاملہ میں اگر مرد یہ بیان دے کہ میں نے اس کے ساتھ مس نہیں کیا تو فیصلہ ظاہر کتاب اللہ پر ہو گا، اگرچہ عورت اس (مرد) کے خلاف کہے۔ لیکن اگر دونوں میں خلوتِ صحیحہ ہو چکی ہے تو عورت کے قسم کھانے کی صورت میں اس کے حق میں فیصلہ دیا جائے گا ورنہ خلوت صحیحہ نہ ہونے کی صورت میں مرد کی قسم کا یقین کیا جائے گا اور بظاہر الامر حضرت عمرؓ کے فتویٰ کے یہی معنی ہیں۔

مسائل طلاق

تطلیقاتِ ثلاثہ کا ایک طلاق شمار ہونا

(555) بروایت امام شافعیؒ - ابن صہبا نے حضرت عبداللہ (بن عباسؓ) سے دریافت کیا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صدیقی اور زمانہ فاروقی کے ابتدائی تین سال تک تین طلاق کا شمار ایک ہی طلاق ہوتا تھا؟ ابن عباسؓ نے فرمایا، ہاں ایک ہی شمار ہوتا تھا۔

(556) بروایت مسلم - ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عہد رسالت پناہ اور زمانہ ابو بکرؓ اور خلافت عمرؓ کے ابتدائی دو سال تک تین طلاق ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمان جاری کر دیا کہ لوگوں کو جس کام میں رخصت و سہولت تھی، انہوں نے اپنی عجلت میں آکر اس سہولت کا دروازہ خود پر بند کر دیا ہے[16]

شاہ ولی اللہ کا نقض!

فرماتے ہیں، اس روایت میں بے حد اشکال ہیں، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاق کو ایک طلاق شمار فرمایا، حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات

یاب ہو گئے، اور وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا تو اب یہ نسخ کیسا؟ اس لئے امام بغوی اس پر یوں محاکمہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں علماء کے تین گروہ ہیں۔

(الف) مثلاً اگر کسی مرد نے اپنی عورت سے اس طرح تین طلاق کہہ دیں کہ: اَنْتِ طَالِقٌ، اَنْتِ طَالِقٌ، اَنْتِ طَالِقٌ، (تین مرتبہ مگر بیک وقت) اور مرد کا ارادہ ہر ایک مرتبہ زبان سے یہ الفاظ نکالنے میں اسی طرح وقوعِ طلاق ہے تو یہ طلاقیں تین ہی ہو گئیں۔ (اور عورت اس پر حرام ہو گئی)

اور اگر شوہر نے زوجہ کو اسی طرح اَنْتِ طَالِقٌ، اَنْتِ طَالِقٌ، اَنْتِ طَالِقٌ، نوبت بہ نوبت تین ہی مرتبہ کہا، مگر اس کا منشا صرف نفس طلاق کی تاکید ہے (تعدد نہیں) تو یہ طلاق تین نہیں ہوئیں بلکہ ایک ہی ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں معمول تھا کہ تین مرتبہ (طلاق) کہنے کی یوں تصدیق کی جاتی ہے کہ اصل میں ان کا ارادہ ایک ہی طلاق کا ہے ...... لیکن جب حضرت عمرؓ نے عورتوں کی بے قدری اس حد تک دیکھی تو آپ نے تین...... کو تین (طلاق) ہی قرار دے دیا۔

(ب) مرد کا کلمہ طلاق تین بار نوبت بہ نوبت دوہرانے کی بجائے ان لفظوں میں کہہ دینا کہ "میں نے تجھے تین طلاقیں دیں" تو حضرت ابن عباسؓ کے اصحاب اسے ایک ہی طلاق محسوب کرتے ہیں...... لیکن امیر المومنین عمر فاروقؓ اور جمہور اس صیغۂ طلاق کو تین طلاق شمار کرتے ہیں۔

(ج) مرد کا عورت سے یہ کہہ دینا کہ ......انت بتة...... تو مجھ سے بالکل یک طرف ہو گئی...... تو ابتدا میں حضرت عمرؓ اسے بھی ایک ہی طلاق محسوب کرتے مگر جب لوگوں نے اس کا استعمال عام شروع کر دیا تو حضرت عمرؓ نے اسے بھی تین ہی طلاق محسوب فرمالیا۔

شاہ ولی اللہ کا محاکمہ

لیکن میرے نزدیک اس کی توجیہہ یہ ہے کہ ارشاد خداوندی : الطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ (229:2)(طلاق رجعی دو تک ہے) کی دو توجیہہ ہو سکتی ہیں۔

1۔ اگر مرد ایک ہی جملہ میں یہ کہے کہ میں نے تجھے تین طلاقیں دیں تو یہ ایک طلاق ہے، کیونکہ مرد نے ایک ہی مرتبہ کہا ہے۔

2۔ اور اگر مرد ایک ہی سانس میں مگر نوبت بہ نوبت کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی...... یہ صورت بظاہر تو ایک ہی طلاق کی سی ہے، لیکن اس کا مفہوم تین طلاقیں ہوں گی۔

پس زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لوگوں پر نہ تو صیغۂ طلاق کی اس قسم کی نزاکتیں منکشف ہوئیں اور نہ کسی صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کی تمیز پر سوال ہی کیا، اس لئے عام طور پر عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عوام صورت اوّل ہی کو سمجھ سکے (کہ کسی صورت میں بھی لفظ تین زبان سے نکلے، وہ ایک ہی محسوب ہوگا) اور اسی طرح زمانۂ صدیقی میں لوگوں کا خیال رہا۔

اب حضرت عمرؓ کا دور شروع ہوا اور صورتِ مسئلہ میں اس قسم کی تفریق و تمیز کا خیال دامن گیر ہوا تو حضرت عمرؓ نے دوسری صورت پر فتویٰ دیا (کہ جس حالت و طرز میں بھی مرد طلاق میں تین کا عدد زبان سے نکالے، اسے تین ہی محسوب کیا جائیگا) اور اپنے فتویٰ کو اس قدر واضح طور پر صاف کر دیا کہ اس میں کوئی شبہ ہی نہ چھوڑا۔

اسی طرح کئی اور مسائل میں بھی ایسے ہی نظائر پائے جاتے ہیں، جیسا کہ ہم نے (مقولۂ شاہ صاحب سے) اس کی وضاحت کی ہے۔ ازاں جملہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امہات الاولاد کی بیع جائز قرار دی اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی ایسا ہی کیا

مگر حضرت عمرؓ نے اس کی نہی فرمادی۔

طلاقِ بتّہ[17]

(557) بروایت امام شافعیؒ - عہد فاروقی میں مطلب بن حنطب نے اپنی بیوی کو (لفظ) بتہ کہہ کر طلاق دے دی اور بعد میں از خود امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر (افسوس) ظاہر کیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا...... آخر تمہیں کس چیز نے اس پر آمادہ کیا؟

مطلب نے عرض کیا کہ یہ لفظ میری زبان سے نکل ہی گیا۔

اس پر امیر المومنین نے آیت تلاوت فرمائی :

لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًاo (النساء :66)

(اے کاش! جو نصیحت انہیں کی گئی ہو، وہ اس پر عمل پیرا ہوتے تو یہ ان کے لئے بھلائی اور اثباتِ قدم کا سبب ہوتا۔

اور (دوبارہ) سائل سے فرمایا کہ آخر تمہیں کس چیز نے اس پر آمادہ کیا؟ اس نے عرض کیا یہ لفظ میری زبان سے نکل ہی گیا!

امیر المومنین نے فرمایا: لفظ بتہ بھی ایک ہی طلاق ہے۔ تم اپنی بیوی کو اپنے گھر میں رہنے دو۔

(558) بروایت امام شافعیؒ - قبیلہ بنی زُریق کے ایک شخص نے اپنی اہلیہ کو طلاقِ بتہ کہہ دی۔ یہ معاملہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو آپ نے مرد سے پوچھا کہ اس لفظ (بتہ) سے تمہاری منشا؟ (ایک طلاق تھی یا تین؟) سائل نے کہا اگر اس لفظ سے طلاق قطعی واقع ہو گئی ہے تو اب میں حرام کا خواہاں نہیں ہوں، عورتیں اور بھی ہیں اس پر امیر المومنین نے اس سے حلف لیا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں، میرا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس شخص سے حلف لینے کے بعد اس کی بیوی کو اس کے ہاں واپس بھجوادیا...... کیونکہ اس شخص کا یہ کہنا کہ "یہ لفظ میری زبان سے نکل ہی گیا"۔ یعنی اس کی زبان سے بلا نیت طلاق احدے یہ لفظ نکل گیا۔ اس پر حضرت عمرؓ کا آیۂ مذکورہ (ولو انھم فعلوا 4:66) پڑھنا کہ اگر اس کی نیت بھی طلاق ہی سے ہوتی جیسا کہ سائل کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی یہ نیت نہ تھی مگر "یہ لفظ زبان سے نکل ہی گیا" تو حسب آیۂ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (النساء :66) یہ سائل کے لئے بہتر ہو گیا...... کیونکہ لفظِ بتۃ ایک جدید لفظ تھا۔ پس جب سائل نے امیر المومنین سے یہ عرض کیا کہ اس کا ارادہ اگر تھا بھی تو ایک سے زائد نہ تھا۔ اور حضرت عمرؓ نے ایک طلاق اس کے ذمے ڈال کر اس کا شمار ایک ہی فرمایا۔

مفقود الخبر شوہر کی زوجہ کی عدت

(559) بروایت امام مالکؒ - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس عورت کا شوہر لاپتہ (مفقود الخبر) ہو جائے حتیٰ کہ اس کی زندگی اور موت دونوں میں سے عورت کو کوئی علم و اطلاع نہ ہو...... پس ایسی عورت پورے چار سال تک شوہر کا انتظار کرے اور اس کے بعد پھر چار ماہ دس دن عدت پوری کرے۔ (یعنی شوہر متوفی کی عدت)

امام مالکؒ فرماتے ہیں بعض علماء نے حضرت عمرؓ کے اس فتویٰ پر اعتراض کیا ہے کہ اگر مفقود الخبر شوہر کی بیوی نے اس کی عدم موجودگی میں کسی اور شخص کے ساتھ عقد کر لیا، اور اس کے عقد کے بعد پہلا شوہر بھی واپس آ گیا، تو اس خاوند کو اختیار ہے کہ یا وہ اپنا دیا ہوا مہر واپس کر لے یا اپنی بیوی۔

(560) بروایت امام مالکؒ - امیر المومنین نے فرمایا، اگر شوہر غائب ہے اور

اس نے پردیس ہی سے زوجہ کو طلاق بھیج دی، مگر بعد میں شوہر نے رجوع کی دوسری اطلاع بھی بیوی کو کر دی ہے، مگر!

(الف) طلاق کی اطلاع بیوی کو مل گئی اور

(ب) رجوع کی اطلاع نہیں ملی

حتی کہ اس بی بی نے دوسرا عقد کر لیا، جس کے بعد شوہر اول لوٹ آیا، اگر چہ ابھی تک شوہر ثانی سے اس کی مقاربت ہوئی ہے یا نہیں...... مگر......!

......اب یہ عورت پہلے شوہر کے ہاں نہیں لوٹ سکتی۔

مفقود الخبر شوہر پر حضرت عثمانؓ کا فتویٰ

(561) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ اور جناب عثمانؓ دونوں کا فتویٰ ہے کہ مفقود الخبر شوہر کی بیوی چار سال انتظار کے بعد چار ماہ دس دن عدت پوری کرنے کے بعد دوسرے مرد سے عقد کر سکتی ہے۔

(562) بروایت ابوبکر - جناب عمرؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں کا یہ بھی فتویٰ ہے کہ اگر پہلا شوہر اس کی تزویج ثانیہ کے بعد لوٹ آئے تو اسے (شوہر اوّل کو) اختیار ہے کہ اپنا دیا ہوا مہر واپس لے یا اپنی بیوی کو۔

(563) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ سے فتویٰ دریافت کیا گیا کہ اگر شوہر غائب کی موت کی اطلاع کے بعد اس کی بیوی نے دوسرا عقد کر لیا، اور بعد میں وہ شوہر بسلامتی واپس آ پہنچا، تب؟

فرمایا اسے دونوں میں سے صرف ایک امر کا حق حاصل ہے، مہر یا بیوی۔

مفقود الخبر شوہر پر حضرت علیؓ کا فتویٰ

ایسی عورت کو شوہر ثانی سے (بما استحلَّ کے عوض) مہر دلوا کر ان میں

تفریق کیجئے۔ پھر یہ بی بی عدتِ مطلقہ (تین طہر) پوری کرنے کے بعد شوہر اوّل سے تجدید نکاح کرلے۔

امام شافعیؒ اپنے قولِ جدید میں امام مالکؒ کے اس فتویٰ سے مختلف ہو کر فرماتے ہیں کہ ایک ہی روایت کی بنا پر دو مختلف صورتیں کیسے قرار دی جائیں۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، شریعت میں مفقود الخبر کی دو حیثیتیں ہیں۔

الف۔ ایک یہ کہ جب اس نے ایسی حالت (عورت کو لاوارث چھوڑ دینے) میں عورت کے نان و نفقہ کا خیال نہ رکھا، جو کہ بحسب آیت فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ[18] (البقرہ : آیت 231) اس پر نان و نفقہ ضروری تھا، ورنہ یہ ارشاد (قرآنی) تھا کہ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ کے مطابق انہیں آبرو کے ساتھ طلاق دے دو۔ پس جب شوہر تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ سے قاصر رہ گیا، تو شریعت ایسی مظلوم عورت کی اسی طرح وکیل ہے، جس طرح نادہندہ مقروض کے قرض خواہ کا قاضی وکیل ہے۔ (اور شریعت نے ایسی عورت کی حمایت کرکے اسے یوں حق دلایا)

شوہر کے مفقود الخبر ہونے کی ظاہری تاثیر یہ ہے کہ وہ مر چکا ہے اور ہم ظاہر حال پر حکم لگانے کے مکلّف ہیں۔

پس پہلی صورت میں امام مالکؒ عین صواب پر ہیں کہ مفقود الخبر مرد اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کا وہی انداز ہے، جو طلاق دہندہ اور اس کی زوجہ کے مابین ہے۔ اندریں حالت وہ (شوہر) اس عدت کے بغیر رجوع نہیں کر سکتا جو فوت شدہ شوہر والی بی بی کے لئے مقرر ہے۔ بایں وجہ کہ ایسا (غائب) شوہر بمنزلہ میّت کے ہے۔ جس کی نظیر میں مجنون اور مردِ مفلس کی بیوی کی تفریق کا فتویٰ موجود ہے۔[19]

ب۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جب بیوی کو اپنے شوہر کی خبر وفات مل گئی

اور اس نے انقضائے عدت کے بعد دوسرا عقد کر لیا، جس کے بعد پہلا شوہر بھی واپس لوٹ آیا۔ چونکہ اس کی خبر وفات غلط تھی، اس لئے یہ زوجہ اس کے عقد میں جا سکتی ہے، اور عورت کا یہ دعویٰ کہ اس کا شوہر مر چکا ہے، خارج کر دیا جائے گا۔

بدیں سبب حضرت عمرؓ کا یہ حکم ایک مجتہد کے اس فتویٰ پر مبنی ہے، جس کے حسب مواقع دو مختلف پہلو ہوں۔

ایک امام مالکؒ کے اس فتویٰ کی توثیق ہے کہ ایسی حالت میں ایسے مرد اور عورت دونوں میں تفریق ہی رہے گی۔

دوسری صورت امام شافعیؒ کے اس فتویٰ پر ہے کہ حضرت عمرؓ کے فتویٰ کے مطابق اگر ایسا شوہر اپنا مہر لینا چاہے تو اسے دلوا دیا جائے اور اگر یہ مرد اپنی بیوی کو اپنے گھر میں رکھنا چاہے تو یہ بھی اس کا حق ہے اور وہ اسے واپس کر دی جائے۔

جب شوہر اپنی بیوی سے یہ کہہ دے کہ تم میری والدہ کی مانند ہو؟

(564) بروایت امام مالکؒ - عہد فاروقی میں ایک صاحب نے اپنی منگیتر سے (قبل از نکاح) کہہ دیا کہ ...... اگر میرا عقد تمہارے ساتھ ہو جائے تو تمہاری "ظہر" میرے لئے میری ماں کی ظہر ہے۔ امیر المومنین کے حضور یہ معاملہ پیش ہوا، تو آپ نے اس مرد سے فرمایا کہ آپ اس بی بی سے بغیر اس کے عقد نہیں کر سکتے کہ پہلے کفارۂ ظہار[20] ادا کریں۔

حائض کی عدت

(565) بروایت امام مالکؒ -امیر المومنین حضرت عمرؓ نے فرمایا، اگر طلاق کے بعد عورت کو ایک یا دو (طہر) ماہواری گزرنے کے بعد تیسری ماہواری نہیں آئی، تو اب اسے عدت کے طور پر نو ماہ اور انتظار کرنے ہوں گے اور اگر اس مدت کے اندر

(اس کا) حمل ظاہر ہو گیا، تو اس کی عدت وضع حمل تک ہے (خواہ کسی وقت بھی یہ موقع آجائے)...... ورنہ پورے نو ماہ گزارنے کے بعد (جو حمل کی آخری مدت ہے، وہ عورت) از سر نو تین ماہ کی عدت پوری کرے جس کے بعد اس کے لئے عقد حلال ہے۔

مطلقہ ایک یا دو طلاق کے بعد شوہر اوّل سے کب عقد کر سکتی ہے؟

(566) بروایت امام مالکؒ - امیر المومنین نے فرمایا کہ اگر کسی عورت کو اس کا شوہر ایک یا دو طلاق کہہ کر اس سے ازدواجی تعلقات منقطع کر لے اور وہ (بی بی) انقضائے عدت کے بعد اپنا دوسرا عقد کر لے، مگر یہ (شوہر ثانی) وفات یاب ہو گیا یا اس نے اسے طلاق ہی کہہ دی، تو اب یہ (بی بی) اپنے پہلے شوہر سے پھر عقد کر سکتی ہے، اس (تیسری طلاق یا دوسری اور تیسری) کی وجہ سے جس ایک (یا جن دونوں) کو اس کے شوہر نے استعمال نہیں کیا۔ (مگر دوسرے مرد سے نکاح و مقاربت کے بغیر نہیں)

اُمّ الولد

(567) بروایت امام مالکؒ - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب باندی اپنے مالک سے صاحب اولاد ہو جائے، تو اب نہ اسے فروخت کیا جائے اور نہ اسے ہبہ میں دیا جائے اور نہ وہ ترکہ ہی میں تقسیم کی جائے، بلکہ اس کا یہ مالک اسے اپنے گھر ہی میں رکھے اور جب مالک انتقال کر جائے تو یہ کنیز آزاد ہے۔

غلام کی تعذیب اس کو آزاد کرنا ہے

(568) بروایت امام مالکؒ - حضرت عمرؓ کے حضور ایک کنیز اپنا جھلسا ہوا چہرہ لے کر فریادی ہوئی کہ اس کے مالک نے اسے آگ سے جلا دیا ہے اور امیر المومنین نے مالک کے صرف اسی ظلم پر اسے آزاد کر دیا۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ کے اس فیصلے کی نظیر حدیث (مرفوع) میں

ملتی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام کو جس کا نام ''سندر'' ہے، اسے اس وجہ سے آزاد کر دیا کہ اس کے مالک (زنباع نامی) نے اس غلام کو غصہ میں آکر خصیّ کرادیا تھا۔ (یہ واقعہ اصابہ، ابن حجر، جلد 3 نمبر 351 میں منقول ہے) اور حضرت عمرؓ کے اس فتویٰ میں دو وجہوں سے معقولیت ہے، کیونکہ غلام کی دو حیثیتیں ہیں

الف۔ وہ غلام ہونے کی وجہ سے ملک بھی ہے

ب۔ وہ ایک نفس (انسان) بھی ہے

پس اگر آقا نے اپنے غلام پر ایسا ظلم کیا، جس میں وہ اس احترام نفس کی حد سے تجاوز کر گیا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر فرمایا ہے، تب غلام کے نفس ہونے کی وجہ غالب ہو گی اور اس کے مال ہونے کی حیثیت نظر انداز کر دی جائے گی اور اس پر ظلم ہونے کی وجہ سے اس کے مالک کے ذمے دیت واجب ہو گی۔ (اس ظلم کی وجہ سے) جس دیت کے عوض اسے وہی غلام آزاد کرنا ہو گا جس پر اس (مالک) نے ظلم کیا ہے، بدیں سبب کہ یہ عتق (آزادی دینا بصورت دیت) اس مال کا عوض ہو گا جس کی وجہ سے شریعت نے مالک کو اپنے غلام کا حق ملکیت عطا فرمایا، جیسا کہ شریعت نے انسان کو قصاص کے عوض میں دیت کی اجازت بخشی۔

(569) بروایت امام ابو حنیفہؒ - اگر زوجہ کو وفاتِ شوہر کی اطلاع آگئی اور عورت نے (بعد انقضائے عدت) عقد ثانی کر لیا (لیکن حقیقت میں وہ اطلاع غلط تھی) اور شوہر بسلامت واپس آپہنچا، تب؟ شوہر اوّل مختار ہے کہ

الف۔ وہ دوبارہ اپنی بیوی کو اپنے گھر میں لے جائے...... یا

ب۔ اپنا مہر بیوی سے واپس لے۔

بغیر طلاق باندی کی بیع ناجائز ہے

(570) بروایت امام محمد بن الحسن (صاحب امام ابو حنیفہؒ در مؤطائے خود)۔

آقا جس کنیز سے مقاربت کر چکا ہے، محض فروخت کرنے ہی سے اس کی طلاق نہیں ہو سکتی ہے۔

یہ فتویٰ ہے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، ابن عوفؓ، سعدؓ بن ابی وقاص اور حذیفہؓ کا (کلهم اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم)

عدتِ مطلقہ کی آخری حد

(571) بروایت امام ابو حنیفہؒ - امیر المومنین کے حضور ایک بی بی یہ استفسار لے کر حاضر ہوئیں کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق کہہ دی، مگر اسی مدت (زمانۂ عدت) میں جب میں تیسرے طہر کے بعد غسل طہارت کے لئے پیرہن اتار کر غسل خانے میں بیٹھ چکی تھی تو میرا شوہر آپہنچا اور قبل اس کے کہ میں بدن پر پانی ڈالوں اس نے مجھے کہا کہ ...... "میں نے تیرے ساتھ رجوع کیا"۔ (پس اے امیر المومنین فتویٰ دیجئے؟)

اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی تشریف فرما تھے۔ امیر المومنین نے آپ سے یہ مسئلہ دریافت فرمایا، انہوں نے کہا اے امیر المومنینؓ! یہ شخص ہنوز اس کے رجوع کا مستحق ہے، کیونکہ جب تک (تیسرا طہر منقضی ہونے پر) اس بی بی کے لئے نماز حلال نہیں ہوئی تب تک اسے بدستور حائضہ ہی تسلیم کرنا پڑے گا۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا، میرا بھی یہی فتویٰ ہے ...... اور اسے اپنے شوہر کے ہاں جانے کی اجازت مرحمت فرمادی ...... اس کے بعد ابن مسعودؓ سے فرمایا، آپ تو بحر علم ہیں۔ كُنَيْفٌ مَمْلُوٌّ عِلْماً. (یہ الفاظ ہیں اور کنیف کے معنی ظرف کے ہیں چونکہ اردو میں "علم کا ظرف" ترکیب مستعمل نہیں، اس لئے "بحر علم" ترجمہ کیا گیا ہے)

طلاقِ رجعی کے بعد جبکہ عورت کو رجوع کی اطلاع نہ ہو

(572) بروایت امام ابو حنیفہؒ -ایک صاحب کنف نامی اپنی بیوی کو طلاق کہہ کر کہیں چلے گئے اور کچھ عرصہ بعد رجوع کا اعلان کر کے اس پر گواہ بھی مقرر کر لئے، لیکن عورت کو اس رجوع کا علم نہ ہوا، حتی کہ اس عورت نے عقد ثانی کر لیا۔ ادھر وہ بناؤ سنگھار کر رہی تھی اور ادھر اس کے شوہر کنف امیر المومنین کے حضور حاضر ہوئے۔ آپ نے اس بستی کے میر محلّہ کی طرف فرمان بھیجا کہ اگر شوہر ثانی نے اس عورت سے مقاربت نہ کی ہو، تو یہ عورت اسے (شوہر اوّل کو) واپس لوٹائی جائے، ورنہ نہیں۔ مگر واپسی کا موقع ختم ہو چکا تھا، کیونکہ مقاربت ہو چکی تھی اور میر محلّہ نے واقعہ کی اطلاع امیر المومنین سے کر دی۔

(اوپر کی روایت حماد عن ابراہیم (نخعی) مروی ہے......اور!)

یہی روایت ...... اسی سند (حماد عن النخعی) حضرت علیؓ کے فتوی میں بھی مروی ہے۔ آپ نے یہ فرمایا اگر مرد نے طلاق کے بعد عدت کے اندر ہی گواہوں کے سامنے رجوع کر لیا مگر وہ مرد عورت کو ختم عدت سے قبل اپنے رجوع کی اطلاع نہ کر سکا حتی کہ اس عورت نے دوسرا عقد کر لیا تو شوہر ثانی سے اس عورت کی تفریق کرا دی جائے۔ مگر

الف۔ شوہر ثانی کو مقاربت کے عوض میں عورت کا مہر ادا کرنا ہوگا۔

ب۔ اور عورت کو اس مقاربت کی وجہ سے عدت پوری کرنا ہوگی۔

زوجہ سے ترکِ مقاربت کا مسئلہ

(573) بروایت امام ابو حنیفہؒ -ایک عورت نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کے حضور درخواست پیش کی کہ اس کا شوہر اس کے ساتھ مقاربت کرتا ہی نہیں؟

آپ نے فرمایا ایک سال تک اور انتظار کرو۔ عورت پورا سال گزار کر حاضر ہوئی کہ اس کی تو اب بھی وہی حالت ہے !۔ امیر المومنین نے عورت کو خیار (اختیار) دے دیا (اس حالت میں تم اپنے نفس کی مختار ہو)۔ عورت نے عرض کیا، اب میں اس کے عقد میں رہنا نہیں چاہتی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے دونوں میں تفریق کر دی اور اسے طلاق بائن (نا قابل رجوع) قرار دیا۔

آزاد کردہ باندی، جس کے ساتھ آقا نے مقاربت نہیں کی

(574) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر آقا نے ایسی کنیز کو آزاد کر دیا، جس سے اس کے مالک نے مقاربت نہیں کی، تو باندی مختار ہے کہ آزادی ملنے کے بعد اس آقا سے تعلق (مقاربت) رکھے یا نہ رکھے۔

منع عزل

(575) بروایت ابو بکر - حضرت ابو بکرؓ اور جناب عمرؓ مسلمانوں کو عزل سے منع فرماتے اور غسل کی ہدایت دیتے (یعنی جس امر پر غسل واجب ہو جاتا ہے)

استبراء کنیز صرف ایک طہر تک ہے

(مسئلہ : فے یا غنیمت یا خرید میں کنیز آئی، اس کی عدتِ اوّل کا معاملہ کیا ہے ؟ اور اصطلاح میں اسے استبراء کہا جاتا ہے)

(576) بروایت ابو بکر - مکحول فرماتے ہیں، میں نے امام زہری (ابن شہاب) سے عرض کیا، آپ کو معلوم ہی ہے کہ ایسی کنیز کا استبراء (زمانۂ عدت) حضرت عمرؓ، ابن مسعودؓ اور عثمانؓ بن عفان کے نزدیک صرف ایک ہی طہر تھا...... لیکن امیر معاویہؓ کا فتویٰ اس پر دو طہر کا ہے۔ یہ سن کر زہری نے فرمایا، ان حضرات کے ساتھ عبادہ بن صامتؓ بھی متفق ہیں۔

بر بنائے قیافہ مولود کا استحقاق

(577) بروایت ابوبکر - حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اپنی ایک کنیز کو قبل ازاستبراء فروخت کر دیا اور دوسرے آقا کے ہاں اس (باندی) کا حمل ظاہر ہونے پر آگیا۔ مالک نے یہ مقدمہ امیر المومنین حضرت عمرؓ کے حضور پیش کیا۔ ابن عوفؓ نے جواب طلبی پر اعترافِ مقاربت کر لیا۔ حضرت عمرؓ نے ان کی اس مسئلہ سے ناواقفیت پر متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اے عبدالرحمٰنؓ! استبراء سے قبل بیع کنیز کے مسئلہ سے آپ کو تو ناواقف نہ ہونا چاہئے تھا۔ اسی کنیز کے وضع حمل کے بعد مولود کے متعلق دوسرا اقضیہ پیش ہوا۔ اب حضرت عمرؓ نے قیافہ شناس کی رائے کے مطابق یہ بچہ حضرت عبدالرحمٰنؓ کے سر ڈالا۔

لعان

(مالہ وماعلیہ ؟)

بدانکہ اگر شخصے مرد اجنبی یا زن اجنبیہ را بزنا نسبت کند حال او خالی از سہ حالت نیست۔

1۔ اگر مقذوف (جس پر الزام عائد کیا گیا) اقرار کرد از خلاص شد۔

2۔ و اگر (قاذف) چہار گواہ بر زنا آورد و قاذف (الزام عائد کنندہ) از حد خلاص شد۔

3۔ و اگر مقذوف اقرار نہ کرد و چہار گواہ ہم قائم نشد ند، واجب شد بر قاذف حد قذف کہ ہشتاد تازیانہ است۔

و اگر شخصے زن خود را بزنا نسبت کر دیا حمل یا ولد او را از خود نفی نمود (یعنی شوہر او زن) از چہار حال خالی نیست۔

1، 2۔ اگر مقذوفہ (زوجہ مرد آں) اقرار کر دیا قاذف چہار گواہ بر زنا آورد

(یعنی شوہر) حد قذف از قاذف بر خاست۔

3۔ واگر لعان کرد نیز از حد خلاص یافت (یعنی شوہر)

4۔ و اگر از لعان ہم باز ایستاد حد قذف کہ ہشتاد تازیانہ است واجب شد نزدیک جمہور۔

پس لعان نام گواہی ہائے چند است مقرون بقسم کہ زوج بسبب آں از موجب قذف خلاص می شود۔ (مصفٰی شرح موطا، باب اللعان)

اور یہ مسئلہ قرآن مجید میں بایں الفاظ مذکور ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ٥ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ٥ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ٥ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ٥ (النور 6/9)

جو شوہر اپنی بیویوں پر زنا کا الزام لگائیں اور اس پر گواہ نہ لا سکیں (بجز اپنے بیان کے) تو ایسا شخص چار مرتبہ قسم باللہ کے ساتھ یوں شہادت دے کہ وہ صادق ہے۔ پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر وہ کاذب ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، اور اسی طرح ملزمہ (عورت) چار مرتبہ خدا کی قسم کے ساتھ شہادت دے کہ اس کا شوہر کاذب ہے۔ اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر وہ (اس کا شوہر) الزام دینے میں صادق ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب (لعنت) ہو۔

نکتہ

عجیب معاملہ ہے کہ کتاب اللہ نے اس کے بعد کچھ نہیں بتایا کہ ان دونوں

(زن و شوہر) کے آئندہ تعلق پر کیا کیجئے۔ یعنی وہ آپس میں متعلق رہیں یا ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں؟ تو اسے سنت نے بیان کیا، یعنی:

ان رجلا لاعن امرأته فی زمان رسول الله صلی الله علیه وسلم وانتفی ولدها ففرق رسول الله صلی الله علیه وسلم بینهما والحق الولد بالمرأة (مؤطا شرح مصفّٰی، باب اللعان)

عہدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک مرد نے اپنی زوجہ سے لعان کیا اور اس کے بچے سے اپنے نسب کی نفی کی۔ لعان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میں تفریق کر دی اور بچے کو عورت کے سر ڈال دیا۔

(578) بروایت ابو بکر - امیر المومنین عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ لعان کے بعد شوہر و زن دونوں میں تفریق کرا دی جائے۔

استبراء کنیز

(579) (شرح مزید دربارۂ استبراء کنیز) بروایت ابو بکر - تُستر کی فتح میں جو حضرت ابو موسیٰؓ (اشعری) کے ماتحت ہوئی، بہت سی عورتیں مسلمانوں کے قبضہ میں آگئیں، ان کے متعلق حضرت ابو موسیٰؓ نے امیر المومنین سے دریافت کیا تو حضرت عمرؓ نے تحریری فرمان بھیجا کہ جب تک ان کا وضع حمل نہ ہو جائے کوئی مسلمان (اپنے حصے کی) باندی کے ساتھ مقاربت نہ کرے، مبادا کافر اور مومن دونوں کی صلب سے ایک ہی مولود کا نمو ہو۔

استحقاق نسب

(580) (وایضاً دربارۂ کنیز) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے فرمایا تم (اے مردو!) عورتوں کی حفاظت کرو یا نہ کرو مگر میں مولود کا نسب اسی سے کروں گا

جس کے گھر میں وہ پیدا ہوا، اور اس سے مراد کنیز و آقا کی یکجائی سے تھا۔

(581) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس مرد نے کسی مولود کو اپنی صلب سے بتایا، اب اس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں، (یعنی وہ اس کی اولاد میں شمار ہو گا)

عِنین اور اس کی زوجہ میں تفریق (عِنین بہ معنی نامرد)

(582) بروایت ابو بکر - امیر المومنین حضرت عمرؓ کے حضور مقدمہ پیش ہوا کہ ایک خواجہ سرا نے عقد کر لیا ہے، مگر عورت سے اپنا یہ عیب پوشیدہ رکھا۔ آپ نے ان دونوں میں تفریق کر دی۔

عقد میں بیٹا بھی ولی بن سکتا ہے

(583) بروایت ابو بکر - ایک بی بی جس کا کوئی ولی نہ تھا، اس نے عقد کا ارادہ کر لیا اور اپنے فرزند سے کہا کہ وہی اس کے عقد میں ولی کی نیابت ادا کر دے۔ مگر لڑکا انکار کے بعد دریافت فتویٰ کے لئے حضرت عمرؓ کے ہاں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا تم ولی بن جاؤ۔ بخدائے پاک، جس کے ہاتھ میں عمرؓ کی جان ہے اگر حنتمہ بنت ہشام (یعنی امیر المومنین کی والدہ) مجھے یہ فرماتیں کہ میں ان کے عقد میں ان کا ولی بن جاؤں تو میں کبھی انکار نہ کرتا۔ یہ سننے کے بعد وہ لڑکا اپنی والدہ کے نکاح میں اس کا ولی بن گیا۔

پردہ

(584) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے فرمایا، اے مسلمانو! عورتوں کو بے پردگی سے بچائے رکھو کہ جونہی انہیں عمدہ پوشاک نصیب ہوئی، (ان کے) نفس میں غرورِ حسن پیدا ہو گیا۔ (وہ) گھر سے باہر نکل کر گشت کرنے پر مائل ہوئیں (اور فتنوں نے انہیں گھیر لیا)۔

بیک مجلس تطلیقاتِ ثلاثہ پر تعزیر

(585) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ کے پاس جب کوئی ایسا مقدمہ آتا کہ شوہر نے ایک ہی مجلس میں تین طلاق دے دیں، تو آپ مرد کو سزا دے کر میاں بیوی میں تفریق کر دیتے۔

بطورِ مذاق طلاق کا وقوع ہو جانا

(586) بروایت ابوبکر - مدینہ منورہ میں ایک شخص تھا جو بڑا یاوہ گو تھا۔ اس نے اپنی زوجہ کو ایک ہزار طلاق کہہ دی۔ اس کا مقدمہ امیر المومنین کے حضور آیا۔ مرد نے بیان میں کہا کہ میں نے مذاق میں ایسا کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے سر پر دُرّے لگوا کر میاں بیوی میں تفریق فرما دی۔

دیوانے کی طلاق

(587) بروایت ابوبکر - عمرو بن شعیب فرماتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے نام امیر المومنین (عمر فاروقؓ) کے ایک تحریری فرمان میں مرقوم تھا کہ دیوانہ اگر اپنی بیوی سے طلاق بازی کرے، تو مجنون کا ولی اس بی بی کو طلاق دے کر علیحدہ کر دے۔

(588) بروایت ابوبکر - عمرو بن شعیب اپنے جدؒ[21] سے روایت کرتے ہیں، میں نے حضرت عمر فاروقؓ سے (تحریری) مسئلہ دریافت کیا کہ شوہر مجنون ہو گیا ہے، اور خطرہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ہلاک کر دے؟ آپ نے جواب میں لکھا کہ ابھی ایک سال تک اس (مجنون) کا معالجہ کیا جائے۔

تغییر فتویٰ در قبول شہادتِ زن

(589) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے حالت سکر میں دی گئی طلاق پر عورتوں کی شہادت کو جائز رکھا۔

در معاملہ یکے از کنایاتِ طلاق

(590) بروایت ابو بکر - حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حضور ایک سائل عرض گزار ہوا کہ "میں نے تو اپنی بیوی کو کہہ دیا ہے کہ تیری رسی تیری گردن پر ہے (حبلك على غاربك) اب ؟" جناب ابن مسعودؓ نے اس پر امیر المومنین حضرت عمرؓ سے تحریری فتویٰ دریافت کیا۔ آپ نے لکھا کہ اس شخص کو موسم حج میں میرے پاس وہیں بھیج دیجئے گا۔ جب وہ شخص حاضر ہوا تو آپ نے اسے حضرت علیؓ کے پاس بھجوا دیا۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب نے اس سے فرمایا...... "میں تجھے قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ اس جملے سے تیری منشا کیا تھی ؟" سائل نے عرض کیا...... "میری منشا تو طلاق ہی تھی"۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے دونوں کے درمیان تفریق کر دی۔

یہ روایت بروایت امام شافعیؒ آگے آرہی ہے، جو ایک زائد جملہ کے ساتھ مروی ہے۔

زبردستی کی طلاق کا نتیجہ (طلاق المکرّہ)

(591) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے مجبور کئے گئے (زبردستی طلاق لینا) کی طلاق کو جائز نہیں رکھا۔

قرابتِ خاصہ میں جمع منکوحات

(592) بروایت ابو بکر - عہدِ فاروقی میں ایک شخص نے اپنی زوجہ کی موجودگی میں اس کی حقیقی ہمشیرہ کی لڑکی سے عقد کر لیا۔ حضرت عمرؓ نے اس مرد کو تعزیر فرمانے کے بعد اس دوسری منکوحہ میں تفریق کرا دی۔

(593) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ کے عہد میں ایک غلام نے کسی کنیز کے ساتھ ارتکاب زنا کیا، جو حاملہ ہو گئی اور دونوں نے اعتراف بھی کر لیا۔ امیر

المومنین نے دونوں کو جلد کی سزا دینے کے بعد فرمایا کہ تم ایک دوسرے سے نکاح کر لو۔ مگر غلام نے انکار کر دیا۔

مباشرت

(594) بروایت ابو بکر - مدینہ منورہ میں عراق کا ایک وفد اترا اور حضرت عمرؓ سے ملاقات کی۔ پہلے آپ نے ان کا وطن دریافت کیا پھر ان سے بات کی۔ انہوں نے دریافت کیا کہ عورت کے ایام خاص میں مباشرت کے بارے میں کیا مسئلہ ہے ؟ فرمایا جب سے میں نے یہ مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہے، اس دن کے بعد آج کے سوا کسی نے مجھ سے یہ دریافت نہ کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ما فوق الازار منع نہیں!"

رضاعۃ الکبیر

(595) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ زمانۂ رضاعت کے دودھ چھوڑنے کے بعد پھر دودھ پلوانے سے حرمت قائم نہیں ہوتی (یعنی رضاعت کی مدت[22] کے بعد اگر بچے کو کسی دوسری عورت نے (یا بالغ ہی کو سہی) دودھ پلا دیا ہے، تو اس سے حرمت پیدا نہیں ہو گی...... (اور حرمت بہ معنی وہ معاملات ہیں، جو حقیقی یا رضاعی بہن بھائیوں میں بصورتِ منع ازدواجیت واستحقاقِ ترکہ کے ہوتے ہیں)۔

متعہ بمساوی زنا ہے

(596) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا، اگر مجھے بروقت اطلاع مل جائے کہ کسی نے متعہ کیا ہے تو میں دونوں کو رجم کر دوں۔

(597) بروایت ابو بکر - سعید ابن المسیب فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ عمرؓ کو جزائے خیر دے، اگر وہ متعہ سے منع نہ فرماتے تو زنا کا بازار گرم ہو جاتا۔

حلالہ[23]

(598) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس حلالہ باز (مرد و عورت) لائے گئے تو میں دونوں کو رجم کرادوں گا۔

آخر الاجلین[24]

(599) بروایت ابو بکر - (اس معاملے میں) حضرت عمرؓ نے جناب علیؓ اور زید بن ثابتؓ سے مشورہ کیا، تو زید نے فرمایا کہ مجرد وضع حمل کے ساتھ ہی اس کی عدت پوری ہو گئی، مگر حضرت علیؓ نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسی عورت (بیوہ) کی عدت بھی چار ماہ دس یوم ہی ہے، زیدؓ نے علیؓ سے فرمایا کہ اگر ایسی عورت کا وضع حمل چار ماہ دس یوم کے بعد ہوا ہو تب؟ حضرت علیؓ نے فرمایا، آخر الاجلین! (یعنی دونوں عدتوں میں جو طویل المدت ہو)

دونوں حضرات کا یہ مکالمہ سننے کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حاملہ عورت جس وقت وضع حمل کر لے، اگرچہ اس کے شوہر کی نعش ابھی پلنگ ہی پر پڑی ہو اور لحد میں نہ لے جائی گئی ہو، اس عورت کی عدت پوری ہو گئی۔

(600) بروایت ابو بکر - حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اپنے والد گرامی امیر المومنین کا یہ فتویٰ ہمیشہ بیان فرمایا کرتے کہ متوفی شوہر کی مطلقہ کی عدت وضع حمل تک پوری ہو جاتی ہے، اگرچہ اس کے وضع حمل کے وقت شوہر کی نعش ابھی پلنگ ہی پر کیوں نہ رکھی ہو۔

زنِ نیک نہاد و زبانِ دراز کا دین میں درجہ

(601) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے فرمایا

الف۔ ایمان باللہ کے بعد مرد (یا عبد) کو جو نعمتیں میسر آسکتی ہیں، ان میں سب سے بڑی نعمت وہ نیک نہاد بیوی ہے جس کا بدل دنیا کی کوئی بھلائی اور نیکی نہیں

ہو سکتی۔

ب۔(اور اس کے خلاف)اختیار کفر کے بعد مرد (یا عبد) کے لئے سب سے بڑا عذاب وہ بد خلق بیوی ہے، جس کی زبان قینچی کی طرح چلتی ہے،(اس کے بعد فرمایا) ان عورتوں کے دو طبقے ہیں ۔

1۔ایک طبقہ اس قدر مغتنم کہ کوئی دولت اس کا بدل نہیں ہو سکتی۔

2۔دوسرا گروہ اس حد تک عذابِ جان کہ بے بہا سے بے بہا فدیہ دے کر بھی ان سے گلو خلاصی محال ہے۔

دو حقیقی بہنوں کا ایک شوہر

(602) بروایت ابو بکر -قبیلہ بنی تمیم میں ایک شخص نے جاہلیت میں بیک وقت دو حقیقی بہنوں سے عقد کر رکھا تھا......اور اسلام لانے کے بعد بھی اس نے دونوں کو گھر میں بدستور رہنے دیا۔جب حضرت عمرؓ نے زمامِ خلافت سنبھالی اور اس کا مقدمہ پیش ہوا، تو امیر المومنین نے حکم دیا کہ دونوں میں سے کسی ایک کو رکھو اور دوسری کو علیحدہ کر دو،ورنہ تمہاری گردن اڑا دوں گا۔

عورت کو تخییر طلاق کے بعد اس کی طرف سے تین اور ایک طلاق کی تاثیر

(603) بروایت ابو بکر -امیر المومنین حضرت عمرؓ کے حضور ایک شخص اپنا یہ مقدمہ لایا کہ اس نے اپنی زوجہ کو اختیار طلاق دے دیا ہے اور اس عورت نے خود پر تین طلاق کہہ دی ہیں ؟ حضرت عمرؓ نے یہ مسئلہ عبداللہ بن مسعودؓ سے دریافت کیا، انہوں نے عرض کیا کہ یہ ایک طلاق ہو گی اور شوہر کو اب بھی رجوع کا اختیار ہے ، یہ سن کر امیر المومنین نے فرمایا،ہاں !میری بھی یہی رائے ہے۔

(604) بروایت ابو بکر -ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مسئلہ

دریافت کیا کہ میں نے اپنی زوجہ کو حقِ طلاق تفویض کر دیا، تو اس نے خود پر تین طلاق کہہ دی ہیں؟ آپ نے فرمایا، یہ تین نہیں ایک ہی طلاق ہے۔

پھر یہ شخص امیر المومنین حضرت عمرؓ کے حضور یہی مسئلہ لایا تو آپ نے بھی ابن مسعودؓ کی تصدیق فرمائی۔

بروایت امام بیہقی بھی اسی طرح مروی ہے۔

(605) بروایت ابوبکر - حضرت زاذان فرماتے ہیں، حضرت علیؓ ابن ابی طالب کی مجلس میں کئی حضرات جمع تھے۔ آپ سے مسئلہ دریافت ہوا کہ "اگر شوہر بیوی کو حق طلاق تفویض کر دے؟" آپ نے فرمایا، ایک مرتبہ امیر المومنین عمرؓ نے مجھ سے یہی مسئلہ معلوم کرنا چاہا، تو میں نے عرض کیا۔ کہ:

الف۔ اس صورت میں اگر وہ (عورت) اپنے نفس کو اختیار کر لے، تو ایک طلاق مگر بائنہ (قطعی) ہو گی۔

ب۔ اور اگر وہ (عورت) اپنے شوہر کو اختیار کر لے، تو ایک مگر رجعی ہو گی اور شوہر کو حقِ زوجیت بدستور حاصل ہو گا۔

(حضرت علیؓ فرماتے ہیں) یہ سن کر جناب عمرؓ نے فرمایا، اے علیؓ! بلکہ!

الف۔ اگر وہ شوہر کو اختیار کر لے تو طلاق رجعی بھی نہ ہو گی (اور وہ بدستور (بغیر شماریک طلاق) اس کے حق میں رہے گی)

ب۔ اور اگر وہ اپنے نفس کو اختیار کر لے، تب ایک طلاق ہو گی، مگر رجعی ہو گی اور شوہر کو حقِ زوجیت بدستور حاصل رہے گا۔

(جناب علیؓ فرماتے ہیں) ہر چند کہ مجھے اس فتویٰ سے اختلاف تھا، مگر امیر المومنین (عمرؓ) کی متابعت کی پابندی سے بھی مجھے مفر نہ تھی۔ اب مجھے خلافت تفویض ہوئی اور مسائل میرے سامنے لائے گئے، تو میں نے اس مسئلہ میں اپنے اس

فتویٰ پر عمل کیا، جو عہد فاروقی میں میرے سامنے تھا۔ (حضرت علیؓ یہاں تک پہنچے تھے) کہ ایک صاحب نے عرض کیا، اے امیر المومنین! ان مسائل میں (بھی) آپ کا حضرت عمرؓ سے متفق الرائے ہونا بہتر ہے اختلاف فتویٰ سے! یہ سن کر حضرت علیؓ ہنس دیئے اور فرمایا:

ہاں! امیر المومنین (عمرؓ) نے یہی سوال زید بن ثابتؓ سے بھی دریافت کرایا، مگر انہوں نے یہ فرمایا کہ

الف۔ اگر وہ (عورت) اپنے نفس کو اختیار کر لے، تو تین طلاق ہوں گی۔

ب۔ اور اگر وہ اپنے شوہر کو اختیار کر لے تو ایک طلاق ہو گی، مگر یہ طلاق بائن سمجھئے اور (غیر رجعی) ہو گی۔

اَنْتِ طَالِقٌ سے مراد

(606) بروایت امام ابو حنیفہؒ - عہد فاروقی میں جبکہ حضرت عروہ بن مغیرہ امیر کوفہ تھے، آپ کے پاس ایک مقدمہ آیا، جس میں شوہر نے اپنی زوجہ کو "اَنْتِ طَالِقٌ البتۃ" کہہ کر مصیبت میں ڈال دیا، عروہ نے یہ مسئلہ قاضی شریح (متعینہ کوفہ) سے حل کرانا چاہا، تو قاضی صاحب نے جواب میں فرمایا

الف۔ اس لفظ کی تعبیر میں حضرت عمرؓ ایک طلاق قرار دیتے ہیں اور شوہر کا اس عورت پر حق زوجیت تسلیم کرتے ہیں۔

ب۔ لیکن حضرت علیؓ اسی لفظ سے تین طلاق مراد لیتے ہیں۔

یہ سن کر عروہ نے قاضی شریح سے عرض کیا، آپ اپنا فتویٰ ارشاد فرمائیے؟

قاضی صاحب نے جواب دیا، میں نے دو حضرات کا فتویٰ تو آپ کو بتا دیا ہے، مگر حضرت عروہ بدستور مصر رہے اور انہیں قسم دے کر اصرار کیا، آخر شریح نے فرمایا

...... میں اس لفظ کا مفہوم طلاق سمجھتا ہوں اور " بتۃ" کو نیا لفظ سمجھ کر اس پر حکم لگانے میں مجھے توقف ہے "۔ ہاں ! اس کے شوہر سے دریافت کیا جائے، اگر اس کی نیت اس کلمہ سے تین طلاق کی ہے، تو ایسا ہی تسلیم کرنا ہو گا، اور اگر اس کی نیت ایک طلاق کی تھی تو ایک مگر بائن نہیں بلکہ قابلِ رجوع طلاق سمجھی جائے گی "۔

بصورت تخییر زوجہ سے یہ لفظ کہنا کہ "امرك بيدك" (تجھے اپنا اختیار ہے)

(607) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ اور جناب ابن مسعودؓ ہر دو اصحاب کا فتویٰ ہے کہ لفظ "امرك بيدك" اور (لفظ) "اختاری" دونوں یکساں ہیں۔ تجھے اپنا اختیار ہے...... ایضاً

سلبِ تخییر

(608) بروایت ابو بکر - امیر المومنینؓ اور جناب عثمانؓ بن عفان دونوں کا فتویٰ ہے کہ جس مجلس میں شوہر نے زوجہ کو حق طلاق تفویض کیا ہے اگر اسی مجلس میں (زوجہ) نے تفویض کا استعمال طلاق کی کسی صورت میں نہیں کیا، حتیٰ کہ اس کا شوہر اس مجلس سے ہٹ گیا، تو اب اس عورت سے یہ حق تخییر سلب ہو گیا اور اس کا شوہر بدستور حقِ طلاق پر قابض رہا۔

(609) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ نے طلاق بتۃ کو ایک ہی شمار فرمایا اور شوہر کا حقِ زوجیت قائم رکھا۔

کنایاتِ طلاق میں لفظ "خلیہ" و "بریہ" و "بائنہ" و "حرام" وغیرہ سے مراد

(610) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ اور جناب ابن مسعودؓ ہر دو اصحاب لفظ "خلیۃ" (یک طرف شدہ از من) کے ایک ہی معنی لیتے اور شوہر کا حقِ زوجیت بحال رکھتے تھے۔

(611) بروایت ابوبکر - اسی طرح یہ ہر دو حضرات لفظ "بریّۃٌ" میں (از من بری شدہ)

(612) بروایت امام بیہقی بھی اسی طرح مروی ہے۔

(613) بروایت ابوبکر - اسی طرح یہ ہر دو حضرات لفظ "بائنہ" میں (از من جدا شدہ)۔

(614) ایک صاحب نے اپنی زوجہ کو طلاق کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ تو مجھ پر حرام ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس قضیہ پر فرمایا کہ اس سے حرمت واقع نہیں ہوسکتی۔ (مرادی معنیٰ)

(615) بروایت ابوبکر - حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اور جناب ابن مسعودؓ (ہر سہ حضرات) کا فتویٰ ہے کہ شوہر کے اتنا کہنے سے عورت اس پر حرام نہیں ہو سکتی کہ "تو مجھ پر حرام ہے"۔ البتہ شوہر پر کفارۂ یمین پڑ جاتا ہے۔

(616) بروایت ابوبکر - ایک بی بی نے اپنے شوہر سے تین مرتبہ کہا کہ آپ مجھے نجات دیجئے! نجات دیجئے! نجات دیجئے! میاں نے جواب میں فرمایا "ہاں! ہاں! ہاں!" مگر بعد میں یہ معاملہ بصورت مقدمہ حضرت عمرؓ کے حضور آیا، تو آپ نے شوہر سے فرمایا "کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اسے آپ سے علیحدہ کر دوں؟ نہیں! وہ تیری زوجہ ہے! وہ تیری زوجہ ہے!"

غلام اپنی منکوحہ کی طلاق کا خود مختار ہے، نہ کہ اس کا مالک

(617) بروایت ابوبکر - امیر المومنین نے فرمایا، طلاق کا مالک وہی شخص ہے جو اس عورت سے مقاربت کا مجاز ہے اور اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ جب آقا اپنے غلام کو نکاح کی اجازت بخش دے تو طلاق مالک کے اختیار میں نہ ہو گی بلکہ غلام کو

اس پر اختیار ہو گا۔

اگر شوہر و زن دونوں میں سے ایک ہی مسلمان ہے تو تفریق واجب ہے

(618) بروایت ابو بکر - قبیلہ بنی تغلب کے ایک صاحب عبادہ بن نعمان نے بنو تمیم کی ایک عورت سے عقد کر لیا۔ یہ دونوں غیر مسلم تھے۔ آخر بی بی مشرف بہ اسلام ہو گئیں۔ اس اطلاع پر حضرت عمرؓ نے عبادہ مذکور سے فرمایا کہ یا تو اسلام لے آئے ورنہ مومنہ اور غیر مسلم زن و شوہر مل کر نہیں رہ سکتے۔ عبادہ نے اسلام لانے سے انکار کر دیا اور امیر المومنین نے اس زن مسلمہ کو عبادہ سے علیحدہ کر دیا۔

اقرار زوجیت کی نفی کذب ہے

(619) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ شادی شدہ مرد اگر یہ کہہ دے کہ اس کی بیوی نہیں ہے، تو یہ بھی کذب ہے۔

عورت کا استحقاقِ رجعیت

(620/621) بروایت ابو بکر - حضرت عمرؓ اور ابو درداءؓ اور معاذؓ ہر سہ حضرات کا فتویٰ ہے کہ عورت ایک یا دو طلاق لینے کے بعد اپنے بقیہ حق کے عوض میں (اگر ایک طلاق ہے تو دو باقی رہ گئیں اور دو ہیں تو ایک) پھر اپنے اسی شوہر کے پاس جا سکتی ہے۔

تاثیر واجب کرنے والے کلمات میں ایک طلاق بھی ہے

(622) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے فرمایا کہ چار کلمے قصداً زبان پر آئیں یا ازراہ مذاق و تمسخر، مگر اپنا اثر واجب کر دیتے ہیں۔

(1) غلام سے کہنا کہ تو آزاد ہے

(2) بیوی سے کہنا کہ تجھے طلاق ہے۔

(3) عورت کا ولی اس کی بابت یہ کہہ دے کہ میں نے مثلاً ہندہ کا نکاح آپ سے یا آپ کے فلاں عزیز سے کر دیا۔

(4) کوئی نذر مان لینا

خلع[25]

بد زبان بیوی سے خلع، اور خلع سلطان کی تصدیق کے بغیر بھی جائز ہے اور اس کا معاوضہ

(623) بروایت ابو بکر - ایک صاحب اپنی بد زبان بیوی کا مقدمہ امیر المومنین عمرؓ کے حضور لائے۔ آپ نے اس سے خلع کا حکم صادر فرمادیا۔

(624) بروایت ابو بکر - میاں بیوی آپس میں خلع کرنے کے بعد امیرالمومنین کے حضور تصدیق کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا خلع کے لئے سلطان وقت کی تصدیق ضروری نہیں۔

(625) بروایت ابو بکر - امیر المومنین حضرت عمرؓ خلع کو اس قدر ناپسند فرماتے کہ آپ نے ایک شخص سے فرمایا، خلع میں اپنی عورت کی مینڈھیوں کے ماسوا اس کے بدن کی پوشاک تک بھی لے لیجئے۔

شوہر، زنِ مطلقہ کے نفقہ و سکنیٰ دونوں میں کسی کا مکلّف نہیں

(626) بروایت ابو بکر - امیر المومنین نے فرمایا کہ کسی عورت کے اس مطالبہ پر کہ اس کے نفقہ و سکنی کا ذمہ دار اس کا شوہر ہے، اسے یہ حق دلانے میں ہم کتاب اور اپنے نبی کی سنت ترک نہیں کر سکتے۔[26]

اگر مطلقہ عدت میں دوسرا عقد کرلے تو اس کی سزا

(627) بروایت ابوبکر - امام شعبی فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اس نے عدت ہی میں دوسرے مرد سے عقد کرلیا تو اس پر یہ پابندیاں عائد ہوں گی

1۔ عورت اور اس کے شوہر ثانی میں تفریق۔

2۔ عورت ایک عدت شوہر اوّل کی پوری کرے۔

3۔ عورت دوسری عدت شوہر ثانی کی پوری کرے۔

4۔ دوسرے شوہر سے مہر وصول کر کے بیت المال میں داخل کیا جائے۔

5۔ ہر دو عدت پوری ہونے کے بعد دوسرے شوہر سے اس عورت کا کبھی عقد نہ ہو۔

6۔ شوہر اوّل چاہے تو اس عورت سے عقد کر سکتا ہے۔

کنیز کا استبراء

(628) بروایت ابوبکر - امیر المومنین نے فرمایا، اگر آقا نے باندھی سے مقاربت کرلی، بعد میں آقا کا انتقال ہو گیا، تب کنیز کے حمل ظاہر ہونے یا ظاہر نہ ہونے کا انتظار کرنے کے بعد اس سے عقد کیا جائے۔

عنّین شوہر، ایک سال تک علاج کرائے

(629) بروایت ابوبکر - حضرت عمرؓ نے عنّین کو ایک سال تک علاج معالجہ کی اجازت دی۔ اس کے بعد اگر وہ صحت یاب نہ ہو تو شوہر و زن میں تفریق کا حکم صادر فرمایا۔

عدت میں حج کے لئے جانا منع ہے

(630) بروایت ابوبکر - امیر المومنین نے ایسی عورتوں کو (مقام بیدا) سے

واپس لوٹادیا جو حج کے لئے جارہی تھیں، اور ان کے شوہر ابھی ابھی انتقال کر چکے تھے۔ (یعنی ہنوز زمانۂ عدت ختم نہ ہوا تھا)

بیوہ اپنی عدت شوہر کے گھر میں گزارے

(631) بروایت ابوبکر - امیر المومنین عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ (ہر دو حضرات) نے فرمایا کہ عورت اگر شوہر کے گھر میں ہے اور وہ بیوہ ہو گئی ہے تو اپنی عدت وہ اسی گھر میں پوری کرے۔

(632) بروایت امام شافعیؒ - یہ روایت (591 میں) گزر چکی ہے۔ اس میں یہ الفاظ زائد ہیں، حضرت عمرؓ نے سائل سے فرمایا، میں تجھے اس گھر کے رب کی قسم دیتا ہوں...... اور سائل نے عرض کیا اگر مجھے اس قسم کے سوا کوئی اور قسم دیتے تو میں بھی سچی بات کا اعتراف نہ کرتا۔

فریب سے حاصل کردہ طلاق واقع نہیں ہوتی

(633) امام شافعیؒ (تعلیقاً) - اور امام دارمی (مسنداً) روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص شہد حاصل کرنے کے لئے غار میں اترا اور غار کے دہانے پر اس کی بیوی شوہر کی کمر سے رسی باندھے کھڑی تھی، اس نے شوہر سے کہا کہ یا مجھے تین طلاق دو، ورنہ میں رسی کاٹے دیتی ہوں۔ شوہر نے اسے خدا کا واسطہ دیا، اسلام کا وسیلہ پیش کیا، مگر وہ باز نہ آئی اور مرد نے ڈر کر اسے تین طلاق کہہ دیں۔ مرد غار سے باہر آیا، تو اس نے اپنا مقدمہ امیر المومنین کے حضور پیش کیا۔ آپ نے فرمایا، یہ کوئی طلاق نہیں، جا ئیے اسے اپنے گھر میں رکھئے۔

شوہر کی مظلومہ بہ منزلہ مطلقہ کے ہے

(634) بروایت بیہقی - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو شوہر اپنی زوجہ کو گرسنہ

رکھے یا اسے باندھے رکھے یا اسے مضروب کرتا رہے تو اس شوہر کا حق زوجیت ختم ہو گیا۔

ایلا

''ایلا عبارت ازاں است کہ مرد سوگند خورد کہ جماع نہ کند یا زن خود اید، آیا مدتے کہ از چہار ماہ باشد''[27] قال اللہ تعالیٰ:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآءِ هِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُ وْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرۃ: 226، 227)

برائے آنانکہ قسم مے خورند از زنان خود بہ ترک جماع انتظار چہار ماہ است۔ پس اگر رجوع کردند ہر آئینہ خدائے تعالیٰ آمرزگار مہربانست واگر قصد مصمم کردند بر طلاق، پس ہر آئینہ خدائے تعالیٰ شنوا دانا است۔

(635) بروایت امام شافعیؒ - امیر المومنین نے فرمایا کہ ایلا کے بعد اگر شوہر چار ماہ تک انتظار کرے، تو یہ ایک طلاق واقع ہو گی اور مرد کو عدت کے اندر رجوع کا اختیار ہو گا۔

(636) بروایت امام شافعیؒ - امیر المومنین عمرؓ نے قبیلہ بنی زہرہ کے ایک معمر شخص سے دریافت کرایا کہ زمانۂ جاہلیت میں ناجائز اولاد کی توریث کس طرح متعین ہوتی تھی؟ مسئول نے جواب میں عرض کیا، اس دور میں تو عجیب حالت تھی کہ نطفہ کسی کا ہے اور تولید کہیں ہو رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ نے صحیح کہا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ یہ ہے کہ جس کے گھر میں تولید ہوئی ہے اولاد اسی کی سمجھی جائے گی۔ (بلحوائے حدیث مرفوع الولد للفراش)

رضاعۃ الکبیر

(637) بروایت امام مالکؒ و امام شافعیؒ - امیر المومنین عمرؓ کے حضور ایک

شخص فریادی ہوا کہ میں نے اپنی کنیز سے مقاربت کرلی، اور میری بیوی نے (یہ دیکھ کر) اسے اپنا دودھ پلا کر مجھے متنبہ کیا کہ "اب اس باندی سے مقاربت نہ کرنا، میں نے اسے اپنا دودھ پلا دیا ہے؟" آپ نے فرمایا جایئے بیوی کو سرزنش کیجئے اور کنیز سے مقاربت میں مضائقہ نہ سمجھئے۔ رضاعت تو صغیر کی مُحرِم ہے (یعنی زمانۂ رضاعت میں نہ کہ دودھ چھڑانے کی مدت معینہ کے بعد)

باپ کی "خاص" باندی سے فرزند مقاربت نہ کرے

(638) بروایت امام مالکؒ - امیر المومنین عمرؓ نے اپنی ایک باندی اپنے فرزند کو عنایت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اسے برہنگی میں دیکھ لیا ہے تم اس سے مس (مقاربت) نہ کرنا۔ اس پر امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ باپ نے کسی عورت کی شرم گاہ بھی دیکھ لی ہے تو یہ عورت اس کے فرزندوں پر حرام ہو گی۔ مگر امام شافعیؒ اس سے حرمت کے قائل نہیں۔ اور امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس قسم کے الفاظ جن میں کشف مراد ہو جماع کے مترادف ہیں، کیونکہ شرفا کی بولی میں جماع کی تعبیر اسی قسم کے کنایات سے ہوتی ہے۔

اہل کتاب کا ذبیحہ

(اگر جائز ہے تو ان کی عورتوں سے نکاح بھی جائز ہے)

(639) بروایت بیہقی - ایک عامل نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں عریضہ لکھا "اے امیر المومنین! اس خطہ میں ہم سے پہلے جو لوگ آباد ہیں، ان میں ایک طبقہ سامری کہلاتا ہے، یہ سبت (ہفتہ) کے روز عبادت کرتے ہیں، تورات پڑھتے ہیں اور قیامت پر ان کا ایمان ہے۔ کیا ان کے ہاتھ کا ذبیحہ ہمارے لئے حلال ہے؟" آپ نے (تحریری) جواب میں فرمایا "یہ لوگ اہل کتاب ہیں اور ان کا ذبیحہ ہمارے لئے حلال ہے"۔

مگر نصاریٰ بنو تغلب کے ذبیحہ کی ممانعت

(640) بروایت امام شافعیؒ-امیر المومنین عمرؓ نے فرمایا، قبیلہ بنو تغلب کے نصاریٰ اہل کتاب ہیں ہی نہیں، اس لئے ان کا ذبیحہ ہمارے لئے حلال نہیں۔ وہ اگر اسلام نہ لائے تو میں ان کی گردن اڑا دوں گا۔

حرمت متعہ

(641) بروایت امام مالکؒ وامام شافعیؒ-ایک عورت جس کے والدین عجمی تھے مگر اس کی ولادت عرب میں ہوئی تھی، ربیعہ بن امیہ نے اس عورت سے متعہ کیا، جب وہ حاملہ ہو گئی، تب خولہ بنت حکیم کو معلوم ہوا اور اس نے حضرت عمرؓ کو تمام واقعہ کی اطلاع دی۔ امیر المومنین سنتے ہی دولت کدہ سے باہر تشریف لے آئے۔ غصے میں بھرے ہوئے تھے، اور فرمایا، اگر مجھے بروقت اطلاع ہو جاتی تو میں اسے رجم کرا دیتا۔

حلالہ

حلالہ کے بارے میں پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے۔

(642) بروایت امام شافعیؒ-ایک صاحب نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دے کر اس کا قصہ پاک کر دیا، مطلقہ کی سہیلیوں میں سے ایک دلالہ کو علم تھا کہ مسجد نبویؐ کے صدر دروازے پر ایک مسکین اعرابی پڑا رہتا ہے۔ اس عورت نے اعرابی سے کہا کہ اگر تم اس شرط پر ایک عورت سے نکاح کرنا چاہو کہ ایک شب بسر کرنے کے بعد اسے طلاق دے دو، تو میں یہ انتظام کرا سکتی ہوں۔ اعرابی نے اسے تسلیم کر لیا، اور نکاح ہو گیا، لیکن اس منکوحہ نے اعرابی کو تاکید کر دی کہ صبح کے وقت یہ لوگ تجھ سے اصرار کریں گے، مگر تم مجھے طلاق نہ دینا اور تمہاری کفالت کی میں ذمہ دار ہوں۔ اس وقت تم اپنا معاملہ امیر المومنین کے حضور لے جانا۔ آخر یہی ہوا، کہ صبح کے وقت ادھر وہ لوگ آ

گئے ،ادھر یہ عورت بھی پہنچ گئی۔اس نے ان سے کہا، تم ہی لوگ اسے اپنے ہمراہ لائے تھے، تم ہی اس سے طلاق مانگو۔ مگر اعرابی نے طلاق دینے سے انکار کر دیا اور معاملہ حضرت عمرؓ کے حضور پہنچا۔امیر المومنین نے بھی اعرابی سے فرمایا، تم اپنی بیوی کو طلاق نہ دینا،اور اگر یہ لوگ تمہیں وسوسہ میں ڈالیں تو تم میرے پاس آنا۔اس کے بعد اس زن دلالہ کو بلا کر تعزیر کی۔ یہ اعرابی کبھی صبح کے وقت اور کبھی شام کے قریب ایک ریشمی چادر اوڑھ کر امیر المومنین کے پاس آتا تو حضرت عمرؓ اسے دیکھ کر یہ دعا دیتے :

الحمد لله الذی کساك یا ذاالرقعتین حلة تغدو فیها و تروح

(اے بوسیدہ لباس پہننے والے !اس اللہ کا شکر ہے جس نے تجھے ریشمی چادر پہنوادی، جس میں تو اپنی صبح اور اپنی شام بسر کرتا ہے)

احرام میں نکاح باطل ہے

(643) بروایت امام شافعیؒ- حضرت علیؓ اور جناب عمرؓ دونوں کا فتویٰ ہے کہ محرم حالتِ احرام میں نہ اپنا نکاح کرے ،نہ کسی اور کا نکاح پڑھائے۔اگر اس نے ایسا کیا تو یہ نکاح باطل ہوگا۔

زنِ مجنونہ یا مبروصہ سے نادانستگی میں عقد و مقاربت

(644) بروایت امام مالکؒ و امام شافعیؒ-امیر المومنین نے فرمایا کہ جو شخص کسی ایسی عورت سے (نادانستگی میں) نکاح کرے ،جو دیوانی ہے یا اسے برص کی بیماری ہے حتیٰ کہ اس نے مقاربت بھی کر لی ہے (اور اب وہ اسے طلاق دینا چاہتا ہے) تو یہ شوہر اس کا پورا مہر ادا کر دے مگر عورت کا ولی بھی اپنے پاس سے اس مرد کو اس مہر ہی کے برابر تاوان ادا کرے۔

تعلیم قرآنی پر وظائف۔ شرفا وصحابہ کی معیشت کا انتظام

(645) بروایت بیہقی - حضرت عمرؓ نے اپنے ماتحت عمال کو فرمان بھیجا کہ لوگوں کے لئے قرآن مجید پڑھانے والے معلم مقرر کر کے بیت المال سے ان کے وظیفے مقرر کردو۔ بعض عاملوں نے جواب میں عرض کیا کہ وظیفہ کے لالچ سے خواندہ و ناخواندہ ہر ایک شخص تعلیم القرآن شروع کردے گا۔ امیر المومنین نے ارقام فرمایا (نہ سہی) ایسے لوگوں کے وظائف ان کی شرافت وصحبت (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے جاری کرو۔

صغیر السن غلام کو آزاد کرنے کی بجائے اس کی بلوغت کا انتظار

(646) بروایت امام ابو حنیفہؒ -اسود نے ایسے غلام کو آزاد کیا، جو صغیر السن تھا، اور اس غلام میں اسود کے بھائی بھی شریک تھے۔ امیر المومنین نے فرمایا، اسے بالغ ہونے دو، اس کے بعد باہمی مشورہ سے خواہ اسے آزاد کر دیجئے خواہ ملکیت میں رکھئے۔

جب باندی نے فریب سے خود کو حرہ بتا کر عقد کر لیا

(647) بروایت امام مالکؒ -ایک باندی نے آزاد کو یہ فریب دے کر اس سے عقد کر لیا کہ وہ بھی حرہ ہے، اور رہتے سہتے ایک بچہ بھی پیدا ہو گیا۔ تب حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ کنیز ہے اور معاملہ حضرت عمرؓ (یا جناب عثمانؓ) یا دونوں میں سے کسی (ایک) کے حضور لایا گیا۔ فیصلہ ارشاد ہوا کہ عورت اس بچے کے عوض میں شوہر کو ایک غلام اپنی طرف سے پیش کرے۔

بیوہ عورت سے قبل از وقت ولادت پر

(648) بروایت امام مالکؒ -ایک بی بی نے بیوہ ہونے سے چار ماہ دس یوم

عدت پوری کر لینے کے بعد عقد ثانی کر لیا مگر ہنوز چار ماہ پندرہ یوم ہی منقضی ہوئے تھے کہ اس کے بطن سے صحیح الاعضاء بچہ تولد ہوا، جس نے سب کو حیرت میں ڈال دیا اور معاملہ امیر المومنین حضرت عمرؓ کے حضور پیش ہوا۔ آپ نے ان معمر بیبیوں کو بلایا جو مسلمان ہو چکی تھیں اور انہوں نے جاہلیت کا زمانہ بھی دیکھا تھا، اور حضرت عمرؓ نے ان سے اس معاملے پر رائے طلب فرمائی۔ ان میں سے ایک بی بی نے عرض کیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بی بی کے بطن میں پہلے شوہر سے نطفہ قرار پایا ہی تھا کہ اس غریب کو موت آگئی اور یہ بد نصیب اس پر خون کے آنسو بہانے بیٹھ گئی، جس سے نطفہ بے حس ہو گیا...... اب اس نے دوسرا عقد کر لیا۔ اسے پھر راحت نصیب ہوئی اور وہی نطفہ پھر سر سرا اٹھا...... یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اس بی بی کی تصدیق فرمانے کے بعد شوہر اور زوجہ دونوں میں تفریق کر دی۔ لڑکا پہلے شوہر سے منسوب فرما دیا اور ان سے فرمایا، امید ہے کہ تم دونوں سے مجھے اچھی اطلاع ہی پہنچے گی۔

قیافہ پر نسب کا مدار

(649) بروایت امام مالکؒ - حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ اگر اسلام لانے کے بعد کوئی شخص اپنے عہد جاہلیت کی اولاد کو خود سے منسوب کرتا تو اس اولاد کو مدعی ہی سے منسوب کرتے۔ آخر آپ کے سامنے ایک لڑکے کے معاملے میں جاہلیت کے دو مدعی آئے۔ امیر المومنین نے قیافہ شناس سے پوچھا، تو اس نے لڑکے کو دونوں کی اولاد بتایا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اسے درّہ لگا کر ایک طرف کر دیا، اور اب غلام کی والدہ کو بلایا۔ اس نے عرض کیا کہ ان دونوں میں سے یہ صاحب (یکے ازاں ہر دو کس) میرے ہاں آتے رہے، حتی کہ انہوں نے گمان کر لیا کہ میں حمل سے ہوں اور اس کے بعد آنا بند کر دیا...... جس کے بعد مجھے ماہواری ہو گئی اور اب یہ دوسرے صاحب آنے لگے۔ ان سے بھی میرا ویسا ہی لگاؤ تھا، مگر میں لڑکے کو از خود دونوں میں کسی ایک سے

منسوب نہیں کر سکتی۔

یہ سن کر قیافہ شناس نے خوشی سے تکبیر کہی......اور امیر المومنین نے لڑکے سے فرمایا کہ تم ان دونوں میں جسے پسند کرو، اس کے ہاں چلے جاؤ۔

الولد للفراش (مولود کا نسب فراش پر منحصر ہے)

(650) بروایت امام مالکؒ - امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا، عجیب حالت ہے ان لوگوں کی، کنیزوں سے مقاربت کرتے ہوئے اندیشۂ تولید سے عزل کرتے ہیں، میرے سامنے اگر ایسا معاملہ آیا جس میں کنیز کا مالک مقاربت کا اعتراف کر لے تو ایسی کنیز کے بچے کا نسب میں اس کے مالک سے ملحق کروں گا، اب تم عزل کرو یا نہ کرو۔[28] (اس فتویٰ کا ماخذ یہ حدیث مرفوع ہے)

حواشی

[1] جیسے بعض اشراف مردوں اور عورتوں نے خود سے کم درجہ طبقوں یا غلاموں میں اپنا نکاح کرنا گوارا کر لیا۔

[2] یعنی نہ قاضی نکاح ہو، نہ شاہدین، صرف عورت اور مرد کا ایک اخلاقی معاہدہ ہو جائے، اسے کون قانونی نکاح کہے گا۔ یہ معنی ہیں ایسی عورت کو زانیہ قرار دینے کے۔

[3] شاہ ولی اللہ صاحب مسویٰ میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی وجہ انکاریوں تو عدم تکمیل شاہدین پر ہے۔ یعنی دو مرد ہوں، لیکن فقہا کا "شاہدین" میں یہ اختلاف ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں گواہ مرد ہی ہوں اور عادل بھی ہوں (یعنی خوبی میں معروف) مگر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تو کافی ہیں اور مردوں کے لئے شرطِ عدالت بھی ضرورت نہیں۔ وہ فاسق بھی ہوں تو ان کی شہادت کفالت کر سکتی ہے۔ (مسویٰ باب "لا یحل نکاح السرّ")

[4] منقطع وہ روایت ہے جس کی سند میں ایک راوی ترک ہو جائے۔ پس اگر سند میں تابعی متروک ہے تو یہ روایت مرسل ہے اور اگر تابعی سے نیچے کا راوی رہ گیا تو یہ روایت منقطع ہے۔

5 حجاج بن ارطاۃ خلیفہ مہدی عباسی کی جانب سے بصرہ میں قاضی تھے اور اصمعی کہتے ہیں بصرہ میں سب سے پہلے اسی (حجاج بن ارطاۃ) نے رشوت لی۔ غرض ان پر جرح میں ایک پورا صفحہ حافظ ذہبی نے لکھ دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو میزان الاعتدال نمبر 1685، ج 1)

6 یہ تنصیف عملاً بقیہ نصف کے حق غلامی کو بھی بے اثر کردے گی۔

7 بحسب مصالح وقت، ورنہ جواز میں کوئی شبہ نہیں۔

8 اس کے جواز میں سورہ مومنون کی یہ آیت الا ما ملکت ایمانکم (6:23) کہ تمہاری کنیزیں تم پر حلال ہیں۔ اس آیت کے مطابق کنیز اور اس کی بیٹی دونوں اسی نوع میں آسکتی ہیں، اسی لئے حضرت عمرؓ نے جواز پر اشارہ فرمایا۔

9 در حرمت: سورۂ نساء کا یہ ٹکڑا وان تجمعوا بین الاختین (27:4) کہ تم دو حقیقی بہنوں کو بیک وقت عقد میں مت رکھو" ...... ماں اور بیٹی بھی اسی آیت میں محسوب ہیں، اس لئے حضرت عمرؓ نے حرمت پر اشارہ فرمایا۔

10 یہ صورت غیر وطن میں پیش آسکتی ہے، ہر دور اور ملک میں پردیسی لوگ جہاں اترے نکاح کر لیا، جب تک رہے، میاں بیوی بنے رہے، اولاد ہوئی، اس سے وہی سلوک پدری رہا...... لیکن جونہی اس خطہ سے ترکِ اقامت کی منزل درپیش ہوئی بیوی اور بچوں کو لاوارث چھوڑ کر چلے آئے۔ البتہ اگر عقد نکاح پر یہ شرط درمیان میں آگئی ہو، تو ایک بات بھی ہے ورنہ ناروا محض ہے اور یہی امیر المومنین کا فتویٰ ہے۔

11 مؤلف رسالہ (شاہ صاحب) کا اس روایت کا ذکر کرنے سے منشا یہ ہے کہ اس مسئلے میں حضرت عمرؓ صحابہ کرام سے منفرد ہیں۔

12 مگر میں کہتا ہوں کہ ملزم کا اقرار سب سے بڑی "بینہ" ہے، جیسا کہ ماعز بن مالک اور غامدیہ (زانی اور زانیہ) دونوں نے بغیر شہادتِ خارجی کے اقرار کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (دونوں) کو رجم کیا۔

13 یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً منقول ہے۔

14 اوقیہ کا وزن و تفصیل کتاب الزکوٰۃ کے متعلقہ نوٹ میں ملاحظہ ہو۔ لیکن امیر المومنین کی اس تجدید کی ناقض وہ روایت ہے جس میں ایک بی بی نے حضرت عمرؓ پر نقض کرتے ہوئے یہ آیت

پڑھی : وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنطَارًا (اے مردو! تم اپنی منکوحہ کو اس کے مہر میں ایک خزانہ بھی دے دو تو جائز ہے) تو حضرت عمرؓ نے اس بی بی اور اس کے علم کی تحسین میں بایں الفاظ اعتراف فرمایا کہ ......

کل احدا فقه من عمر حتی النسآء (ہر شخص عمرؓ سے بڑھ کر فقیہ ہو سکتا ہے حتی کہ عورتیں بھی!)

15ھ یعنی اس بی بی کے طبقہ کی عورتوں کے مہر کے مساوی۔

16ھ کہ طلاق ورجوع ...... پھر طلاق ورجوع ...... اسی طرح مردوں نے اپنا یہ مشغلہ ہی بنالیا ہے۔ اب اگر کسی نے ایسا کیا (یعنی تین طلاق بیک وقت کہہ دیں تو ہم انہیں تین طلاق ہی شمار کر کے میاں بیوی میں قطعی جدائی کرادیں گے)۔

17ھ لفظ بتہ صرف طلاق ہی کا ایک عنوان ہے اور اس کی تعریف یہ ہے :

مالك عن يحيی بن سعيد عن ابی بكر بن حزم ان عمر بن عبدالعزيز قال "البتة" ما يقول الناس فيها؟ قل ابوبكر فقلت له كان ابان بن عثمان يجعلها واحدة! فقال عمر بن عبدالعزيز لو كان الطلاق الفا ما ابقت "البتة" منه شيئاً، من قال البتة فقد رمی غاية القصوی.

ابوبکر بن حزم گفت ہر آئینہ عمر بن عبدالعزیز پرسید کہ لفظ بتّہ چہ می گویند مردماں در آں؟ گفت ابوبکر بن حزم، پس گفتم اورا (کہ) ابان بن عثمان می شمرد آں را یک طلاق! پس گفت عمر بن عبدالعزیز اگر طلاق ہزار بار بودے باقی نگہداشتے لفظ بتّہ او آں چیزے را کہ لفظ بتّہ گفت پس ہر آئینہ قصد کردہ حد آخر۔

لفظ بتہ کا مفہوم

مالك عن ابن شهاب ان مروان بن حكم كان يقضی فی الذی يطلق امرأته "البتة" انها ثلاث تطليقات. مروان بن الحکم درباب شخصے کہ طلاق داد زنِ خود را بلفظ "بتہ" کہ ایں کلمۂ سہ طلاق است۔

(شاہ ولی اللہ صاحب) گوید امام شافعی تعقب کردہ است ایں را بحدیث مرفوع کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در لفظ "بتہ" از نیت استفسار کردند۔ (وہم چناں عمرؓ بن الخطاب چنانکہ در روایت ہائے سابقہ مافی الباب در متن آمدہ) وبیک طلاق حکم فرمودند" (مصفّٰی شرح مؤطا امام مالک از

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، باب البتۃ والخلیۃ والبریۃ)

شاہ صاحب نے جس حدیث مرفوع کی طرف اشارہ کیا ہے، اسی باب میں مؤطا امام مالک کی دوسری شرح (عربی) بنام "المسوی" میں اسے نقل فرمادیا ہے، یعنی...... **ان رکانة بن عبد یزید طلق امرأته البتّة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم والله ما اردت الا واحدة فقال رکانة والله ما اردت الا واحدة فردها الیه رسول الله صلی الله علیه وسلم وطلقها الثانیة فی زمن عمر والثالثة فی زمن عثمان** (رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ کہہ دی اور معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا، بخدا! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تمہاری نیت ایک ہی طلاق کی تھی اور رکانہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! بخدا میری نیت میں ایک ہی طلاق تھی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسے علیحدہ مت کرو اور اس نے ایسا ہی کیا، رکانہ نے دوسری طلاق عہد عمرؓ میں اور تیسری اسے عہد عثمانؓ میں دی۔

18ھ اپنی بیویوں سے جب تک تعلقات زناشوئی رکھو، عمدہ طریقہ سے ان کا نباہ کرو۔

19ھ جن کے جنون اور افلاس کی وجہ سے بیوی کے حقوقِ زوجیت اور نان و نفقہ ادا نہ ہونے کی صورت میں تفریق پر فتویٰ موجود ہے۔

20ھ لفظ ظہر بہ معنی پشت کے ہے اور عربی میں یہ کنایۂ طلاق **انت علی کظھر اُمّی** ہے۔ طلاق کے معاملے میں اس قسم کے الفاظ جاہلیت میں مروج تھے اور اس جملہ (مذکورہ) سے ان میں قطعی طلاق (بائن) قرار پاتی، مگر اسلام نے اس کے عوض میں کفارہ سے اسے بہت ہلکا کر دیا (اور فرمایا)

وَالَّذِیْنَ یُظٰھِرُوْنَ مِنْ نِّسَآءِ ھِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ط ذٰلِکُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌo فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ج فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا ط (المجادلہ :4،3)

(اے مومنو!) جو لوگ تم میں سے اپنی بیویوں سے ظہار کر بیٹھتے ہیں اور اس کے بعد وہ مرد پھر ان سے تعلقاتِ ازدواج قائم کرنا پسند کرتے ہیں (تو یہ عورتیں اتنی بے وقعت نہیں بلکہ) رجوع سے قبل وہ مرد ایک غلام آزاد کرلیں۔ یہ تمہیں آئندہ عبرت کے لئے بطور نصیحت کہا جاتا ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے، مگر جو ایسا مرد غلام آزاد کرنے کی وسعت سے مجبور ہے، نہ ہی، وہ مسلسل دو ماہ تک روزہ سے رہے (تب رجوع کر سکتا ہے) اور اگر وہ روزہ داری کی توفیق سے

بھی محروم ہے تو یہ بھی نہ سہی، وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا ہی کھلا دے۔

21 عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص القرشی (تہذیب التہذیب، ج 8، نمبر 80)

22 یہ اختلاف مشہور مدت رضاعت، کسی کے نزدیک دو سال اور کسی کے نزدیک اڑھائی برس ہے تو جس مسلک پر جو شخص گامزن ہو، یہ اس مدت کے بعد کا معاملہ ہے۔

23 ایک مرتبہ طلاق کامل ہو جانے کے بعد عقد ثانی کر لیا، مگر اتفاق وقت سے دوسرے شوہر نے بھی اسے طلاق دے دی، اب یہ بی بی اس پہلے شوہر کے عقد میں پھر آسکتی ہے، یہ تو مسنون طریقہ تحلیل تھا...... لیکن بعہد حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مد نظر یہ صورت تحلیل تھی کہ مبادا مطلقہ کسی سے عقد ثانی بشرط طلاق کرلے اور ایک خلوت کے بعد اس (دوسرے مرد) سے حسب شرط طلاق حاصل کر کے (بعد از عدت) پھر اپنے پہلے شوہر سے عقد پڑھالے، تو یہ "حلالہ" ہے، اس پر حدیث مرفوعہ میں بھی لعنت کی گئی ہے، اور حضرت عمرؓ کا بھی یہی فرمان ہے۔

24 زن مطلقہ کی ایک قسم طلاق یہ ہے کہ بی بی حمل سے ہے اور میاں نے اسے طلاق دے دی یا بیوی حمل سے ہے اور اس کا شوہر طعمہ اجل ہو گیا۔ (واضح رہے کہ مطلقہ کی عدت تین طہر ہے، بیوہ کی عدت چار ماہ دس یوم اور زن حاملہ جب بھی حمل سے فارغ ہو جائے اس کی عدت ختم ہے۔

پس اختلاف اس میں ہے کہ زن حاملہ کی عدت وضع حمل سے پوری ہو گئی، اگرچہ وہ مدت طلاق یا وفات شوہر کے بعد ایک لمحہ ہی کیوں نہ ہو، یا دوسری صورت میں اسے تین طہر عدت مطلقہ یا چار ماہ دس یوم عدت بیوہ بسر کرنا ہوں گے اور اس مسئلہ میں حضرت عمرؓ نے دوسرے اہل علم سے تبادلہ خیالات کیا۔

25 طلاق کے عوض میں بیوی کی طرف سے شوہر کو کچھ مال (جس پر مرد راضی ہو سکے) دے کر طلاق حاصل کرنا خلع ہے اور ایسی عورت کی یہ طلاق بائن (قطعی) ہے۔

26 جیسا کہ فاطمہ بنت قیس کے واقعہ طلاق میں مذکور ہے کہ جب ان کے شوہر نے انہیں طلاق بھیج دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شوہر کے گھر سے ہٹا کر ابن ام کلثوم کے ہاں رہنے کا حکم دیا، مگر مالک مکان کے ہاں ان کے عزیز و اقارب کی آمد و رفت زیادہ رہتی تھی۔ اس

شکایت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (فاطمہ بن قیس) کو یہاں سے منتقل کر دیا۔

(سنن نسائی، کتاب الطلاق، باب الرخصته فی خروج المبتوتة من بُیتها فی عدتها لسکناها۔)

27 منقول از مصفیٰ، باب الایلاء

28 وعن عائشة قالت كان عتبة بن ابى وقاص عهد الى اخيه سعد بن ابى وقاص ان ابن وليدة زمعة منى، فاقبضه اليك. فلما كان عامة الفتح اخذه سعد فقال انه ابن اخى! وقال عبد بن زمعة اخى! فتساوقا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فقال سعد يا رسول الله! ان اخى كان عهد اليّ فيه وقال عبد بن زمعة اخى وابن وليدة ابى ولد على فراشه فقال رسول الله هو لك يا عبد بن زمعة الولد للفراش و للعاهر الحجر ثم قال لسودة بنت زمعة احتجبى منه لما رأى من شبهة بعتبة فما رأها حتى لقى الله .

(بخاری، کتاب الفرائض، باب الولد للفراش حرة كانت او امة)

(بروایت ام المومنین حضرت عائشہؓ) عتبہ نے اپنے برادر حقیقی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو وصیت کی کہ زمعہ کی کنیز کے بطن سے جو بچہ متولد ہو، وہ میری صلب سے ہے، تم اس پر قبضہ کر لینا (اور عتبہ کا انتقال ہو گیا) (یہ واقعہ مکہ کا تھا) فتح مکہ میں حضرت سعدؓ نے اس بچے کو پکڑ لیا، تو زمعہ کے فرزند حقیقی جناب عبد نے ان سے واپسی کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ تو میرے باپ (ربیعہ) کی صلب سے ہے اور میرا بھائی ہے۔ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پہنچا، اور دونوں نے اپنا اپنا ماجرا عرض کیا (مگر تولد عتبہ کے گھر میں ہوا تھا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولود کا نسب اسی باپ سے ملحق ہو گا جس کے بستر پر اس کی ولادت ہوئی۔ (الولد للفراش)

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد سے فرمایا کہ اے عبد بن زمعہ! مولود اسی کی اولاد ہے جس کے ساتھ اس کی ماں کا رہن سہن رہا ہو اور جو شخص اس (رہن سہن) سے محروم ہے، وہ اس مولود سے محروم ہے۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین سودہؓ سے فرمایا کہ اس بچے کی شبیہ عتبہ سے ملتی جلتی ہے، تم اس سے پردہ رکھو۔ اس کے بعد اس نے کبھی ام المومنین کو نہ دیکھا۔

احکام ریاست

احکامِ ریاست

انفصالِ مقدمات

(651) بروایت دار قطنی - امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب نے حضرت ابو موسیٰؓ (عامل بصرہ) کی طرف مندرجہ ذیل تحریری فرمان بھیجا (جس میں ریاست اور انفصالِ مقدمات کے قوانین و ضوابط درج تھے) ارقام فرمایا: "انفصال مقدمات از روئے شریعت فریضۂ محکم اور سنتِ واجب الاتباع ہے۔ پس اسے ذہن نشین کر لیجئے کہ

1۔ جب آپ کے پاس مقدمہ آئے، جونہی اس معاملے میں آپ کسی نتیجے پر پہنچ جائیں، نفاذِ حکم میں تاخیر نہ ہونا چاہئے۔ اس کا بھی خیال رہے کہ ایسے موقع پر بے محل گفتگو نفع مند نہیں ہوتی۔

2۔ دورانِ سماعت اہل معاملہ کے ساتھ خود اور ان میں بھی باہم مواسات و مواخات قائم رکھئے۔ عدل میں اور حقوق مجلس ہر ایک پہلو سے کسی کو خود پر گلہ کا موقع نہ دیجئے، مبادا کمزور طبقہ آپ کے عدل سے مایوس ہو جائے اور آبرو مند لوگ آپ کی جانب سے ظلم کا انتظار کرنا شروع کر دیں۔

3۔ دعویٰ کرنے کے بعد ثبوت دعویٰ مدعی کے ذمہ ہے، ورنہ مدعا علیہ پر قسم ہے۔

فریقین میں مصالحت کی کوشش

4۔ مسلمانوں کے درمیان صلح کرانا جائز ہے، مگر وہ صلح نہیں جس میں حرام کو حلال اور حلال کو حرام کا درجہ دے دیا جائے۔

نظر ثانی

5۔ کسی مقدمہ میں آج آپ نے ایک فیصلہ فرمادیا ہے، مگر کل آپ ہی کو اس فیصلے میں غلطی کا احساس ہوا، تو اس فیصلے سے رجوع کر لینا آپ کے منصب کے منافی نہیں۔ ہمیشہ اور ہر حال میں حق کی تلاش جاری رکھئے، کیونکہ حق کو کبھی زوال نہیں اور اس کی طرف لوٹنا بہتر ہے ناحق میں پڑے رہنے سے۔

کتاب و سنت اور اس کے نظائر

6۔ اگر ایسا معاملہ درپیش ہے جس کے فیصلے میں کتاب و سنت سے مدد نہیں مل سکتی تو اس کے نظائر و امثال کی تلاش کیجئے اور جب ان اشباہ و نظائر پر توجہ ہو تو ان میں جو حصہ آپ کے علم میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب اور حق سے مشابہ تر ہو، اس پر اعتماد کیجئے۔

مدعی کی ذمہ داری

7۔ بارِ ثبوت مدعی کے ذمہ رکھئے۔ اگر وہ ثبوت پیش کر دے تو اس کا حق اسے دلوائیے ورنہ مدعا علیہ کے حق میں فیصلہ کیجئے۔ یہ طریقۂ انصاف بہت بہتر اور اقرب الی الصواب ہے۔

قانون شہادت

8۔ مسلمانوں میں بھی صداقت و ثقاہت کے اعتبار سے ایک دوسرے پر

درجات ہیں، لیکن جن اشخاص کو اس قسم کی سزائیں مل چکی ہیں، ان کی شہادت ناقابل قبول ہے۔

الف۔ مجلود

ب۔ شاہد کاذب، جس نے کبھی جھوٹی شہادت دی ہے

ج۔ غصبِ حقوق و غصبِ تولیت میں متہم افراد

انصاف ظاہر حال پر ہے، اسے خفایا سے تعلق نہیں

9۔ پوشیدہ امور کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، اور بریت صرف ظاہری بیانات و شہادت پر منحصر ہے۔

اہل معاملہ کو تکلیف و اضطراب میں ڈالنے سے بچتے رہئے، اور فتنہ پرداز لوگوں سے ہوشیار رہئے، ایسے امور کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ اجر عطا فرماتا ہے کیونکہ جو کوئی اپنے اور ذاتِ خداوندی کے درمیانی واسطے کو خلوصِ نیت کے ساتھ نبھالے، اگرچہ خود اس کی ذات کو اس میں خطرہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی ذات اور ان تمام معاملات کی حفاظت کرتا ہے، جو اس کے اور عوام کے درمیان جاری ہوں، بخلاف اس شخص کے جو تصنع اور فریب سے لوگوں کو خوش رکھنے کی ایسی سعی کرتا ہے جس کی غلطی اللہ تعالیٰ پر واضح ہے، آخر ایسے شخص کو خداوند عالم ذلیل و رسوا کرتا ہے۔

پس! آپ خود اپنے نفس کا محاسبہ کر لیجئے کہ آپ کو اللہ کی طرف سے اجر و ثواب اس کی رزاقیت پر بھروسہ اور اس کے خزانہ ہائے رحمت کی کہاں تک امید ہے۔
والسلام علیک [1]

فصل مقدمات صرف امیر کا منصب ہے

(652) بروایت بغوی - امیر المومنین نے ابو موسیٰ اشعریؓ کی طرف یہ بھی

لکھاکہ امیر کے سوا کوئی شخص مقدمات کی سماعت نہ کرے، اس لئے کہ امیرؓ[2] کے ساتھ سیاست کا وہ دبدبہ بھی ہے جس کے خوف سے ظلم پیشہ اور جھوٹے گواہ لرز جاتے ہیں۔

(653) بروایت بغوی - اور امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی طرف یہ فرمان بھیجا، "سنا گیا ہے کہ آپ مقدمات فیصل فرمانے لگے، حالانکہ آپ کو امیر نہیں بنایا گیا"۔ آپ نے جواب میں لکھا "آپ کو صحیح اطلاع ملی ہے"۔ حضرت عمرؓ نے فرمان بھیجا "آپ یہ کام اسی کے لئے رہنے دیجئے، جو اس کے ضرر اور منفعت دونوں کو برداشت کر سکتا ہے"۔ (حضرت ابن مسعودؓ کا اس وقت منصب صرف تعلیم تھا)[3]

(654) بروایت بغوی - اور امیر المومنین نے ابو موسیٰ کے نام فرمان میں یہ بھی لکھا: "مبادا! فصل خصومات کے وقت آپ ان امور میں کسی سے متاثر ہوں یعنی غیظ و غضب، قلق، ایذا رسانی سے ...... اور عدالت میں فریقین میں سے کوئی ایک دوسرے کو برا بھلا کہے تو اس کو بروقت سزا دیجئے۔

فیصلہ پر نظر ثانی امیر کا حق ہے

(655) بروایت بغوی - اور امیر المومنین نے حضرت ابو موسیٰ کے نام فرمان میں یہ بھی لکھا کہ "کسی مقدمہ میں فیصلے کے بعد اگر آپ کو پہلے فیصلے میں غلطی نظر آئے تو اس کے بدلنے میں آپ کو ذرا تامل نہ چاہئے، کیونکہ صداقت ایسی ابدی اور لازوال حقیقت ہے کہ اسے کوئی شے ضرر نہیں پہنچا سکتی، اور صداقت کی طرف رجوع کرنا بہتر ہے باطل پر قائم رہنے سے"۔

اس پر امام بغوی فرماتے ہیں، یہ رجوع اس وقت کے لئے ہے جب امیر یہ سمجھے کہ اس کا سابق فیصلہ کتاب یا سنت یا اجماع کے خلاف ہے لیکن جب اس نے بایں

طور فیصلہ کیا کہ کتاب و سنت اور اجماع اس فیصلے پر موافق و مخالف کوئی اثر نہیں ڈال سکتے یعنی امیر نے صرف اپنے اجتہاد سے وہ فیصلہ کیا تھا، اور اب اسے پہلے فیصلے کی غلطی اپنے دوسری مرتبہ کے اجتہاد سے معلوم ہو رہی ہے، تب وہ حاکم اپنا پہلا فیصلہ نہ بدلے۔

حضرت عمرؓ کی مجلس مشاورت

(656) بروایت امام بغوی۔ حضرت عمرؓ کی مجلس مشاورت میں قاری قرآن بھی تھے، نوجوان بھی تھے اور بوڑھے لوگ بھی، اکثر اوقات امیر المومنین ان لوگوں سے فرمایا کرتے کہ "نوجوانوں کو مشورہ دینے میں کبھی تامل نہ ہونا چاہئے کیونکہ علم و فراست کا تعلق سن و سال سے نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے، وہ جس کے لئے چاہتا ہے، اس کا سینہ قبولِ علم کے لئے کھول دیتا ہے"۔

عہدِ رسالت اور زمانۂ مابعد کا فرق

(657) بروایت بغوی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں لوگوں پر وحی کی مدد سے بھی مواخذہ کیا جاتا تھا، مگر اب ہم وحی و رسالت دونوں سے محروم ہو چکے ہیں، اس لئے اب عوام و خواص کے ظاہر احوال پر حکم لگایا جا سکتا ہے۔ پس جس کسی کا کردار بہتر ہو گا وہ عدالت و سیاست سے بری رہے گا اور وہ ہمارا معتمد ہو گا، اس کے پوشیدہ امور سے ہمارا تعلق نہیں، ان کا محاسبہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے"۔

"البتہ جو شخص اپنے برے چلن سے ہمارے سامنے پیش ہو گا اس کے لئے ہمارے ہاں امن نہیں، وہ لاکھ کہے کہ میں حقیقت میں پاک دامن ہوں مگر ہم اسے امان نہ دیں گے۔

کذبِ شہادت ہمیشہ کے لئے مردودِ شہادت بنادیتی ہے

(658) بروایت بغوی۔(قانونِ شہادت بحسبِ روایتِ سابقہ)

امیر المومنین حضرت عمرؓ کی عدالت میں مغیرہ بن شعبہ پر تین اشخاص نے جھوٹی شہادت دی، اور ان ہر سہ کو حضرت عمرؓ نے رجوع و توبہ کے لئے آمادہ کیا۔ دو (حضرات) نے تو آپ کی ہدایت پر عمل کر لیا مگر ابوبکرہ (نفیع بن حارث) اپنی بات پر مصر رہے۔ امیر المومنین نے انہیں فرمایا کہ اگر تم نے رجوع نہ کیا تو آئندہ تم سدا کے لئے نا قابل قبولِ شہادت قرار پاؤ گے، اور اگر آج تم اس شہادت سے رجوع کر لو، تو تم پر آئندہ کوئی جرح و قدح دربارۂ قبولِ شہادت نہ ہو گی، مگر ابوبکرہ اپنی بات پر اڑے ہی رہے اور حضرت عمرؓ نے ان کی شہادت کو مردود قرار دے دیا۔

عدالت میں قاضی کی تعریف کرنا منع ہے

(659) بروایت امام مالکؒ۔امیر المومنین حضرت عمرؓ کی عدالت میں ایک مقدمہ پیش ہوا۔ فریقین میں ایک فریق مسلمان تھا اور دوسری جانب یہودی۔ حضرت عمرؓ نے فیصلہ یہودی کے حق میں دیا، اس پر وہ کہہ اٹھا "واللہ !آپ نے یہ فیصلہ حق کے مطابق صادر فرمایا ہے"۔ امیر المومنین نے یہودی کو درہ مارتے ہوئے پوچھا "تم نے یہ کیسے جانا کہ میرا فیصلہ حقیقت کے مطابق ہے؟" یہودی نے جواب دیا "ہم نے تورات میں پڑھا ہے کہ "جب بھی کوئی شخص دیانت وامانت کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہے اس کے دائیں ایک فرشتہ اور بائیں جانب دوسرا فرشتہ موجود رہتا ہے جو حق کے لئے اس کے معاون اور غلطی سے روکے رکھنے میں اس کے مددگار ہوتے ہیں، لیکن جونہی کوئی حاکم فیصلہ کرتے ہوئے خود کو دیانت وامانت سے بچا کر حقیقت کے خلاف حکم سنانے پر عامل ہوتا ہے، یہ دونوں فرشتے اسے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔

کذبِ شہادت پر امیر کو مقدمہ کی تفتیش پر ہدایت

(660) ایضاً بسلسلۂ قانونِ شہادت

(661) بروایت امام مالکؒ - امیر المومنین حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک عراقی عرض گزار ہوا کہ "میں عراق کے ایک نئے فتنے کی خبر لایا ہوں، جس میں دن بدن ترقی ہو رہی ہے"۔ امیر المومنین نے فرمایا "وہ کیا ہے؟" عراقی نے عرض کیا "عراق کی سرزمین میں جھوٹی شہادت عام ہو گئی ہے"۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "واقعی؟" عراقی نے عرض کیا "اے امیر المومنین! بے شک یہ عادت عراق میں عام ہو گئی ہے"۔ تب امیر المومنین نے فرمایا: "اسلامی قانون میں کسی شخص کے ساتھ بے انصافی نہیں کی جا سکتی"۔

مدعی اور متہم دونوں کی شہادت مردود ہے

(662) بروایت امام مالکؒ - حضرت عمرؓ نے فرمایا، مدعی اور متہم دونوں کی شہادت نا قابل قبول ہے۔

عدالتِ فاروقی کے فیصلے

جس کام میں کسی کا ضرر نہ ہو، اس میں رکاوٹ ظلم ہے

(663) بروایت امام مالکؒ - حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور یحییٰ مازنی دونوں کی اراضی قریب قریب تھی۔ مازنی کے باغیچے میں سے عبدالرحمٰن کی ملکیت میں ایک چشمہ کی نالی ہو کر نکلتی تھی۔ انہوں نے چاہا کہ مازنی کے دادا کے باغیچے میں سے نالی پاٹ کر اپنی اراضی میں اس کا رخ بدل دیں، مگر مازنی کے دادا نے انہیں روک دیا۔ یہ مقدمہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا، اور امیر المومنین نے عبدالرحمٰن کے حق میں فیصلہ

صادر فرمایا۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں "حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ اس علت پر مبنی تھا کہ وہ کام جس میں کسی کا ضرر نہ ہو، اس میں رکاوٹ ڈالنا انصاف سے بعید ہے، اور جس میں کسی کا ضرر ہو، اس میں اسے وہ حق دلانا دانشمندی ہے"۔

دو گنی سزا

(664) بروایت امام مالکؒ - ایک صاحب معاملہ عبدالرحمٰن بن حاطب سے روایت ہے "کہ میرے والد (حاطب) کا غلام قبیلہ مزینہ کی ایک اونٹنی چرالایا جسے مالکوں نے ذبح کر کے ختم کر دیا، اور یہ معاملہ امیر المومنین حضرت عمرؓ کی عدالت میں آیا۔ آپ نے کثیر بن الصلت کو حکم دیا کہ "اس غلام کے ہاتھ کٹوا دیئے جائیں"۔ مگر پھر فرمایا "اے کثیر! ذرا توقف کرو، میں اس سزا میں کچھ اور اضافہ کرنا چاہتا ہوں"۔ اونٹ کا مالک عدالت میں حاضر تھا، حضرت عمرؓ نے اس سے اونٹنی کی قیمت دریافت فرمائی تو اس نے عرض کیا، میں نے چار سو درہم میں خریدی تھی۔ امیر المومنین نے حاطب کو حکم دیا کہ وہ مزنی (مالک ناقہ) کو (دوچند) آٹھ سو درہم ادا کرے۔

شاہ ولی اللہ اس فیصلے پر امام مالکؒ کا فتویٰ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ "قیمت میں یہ اضافہ مالکوں کے لئے تعزیر (سزا) تھی، جس پر بہت سی مرفوع حدیثیں موجود ہیں"۔

امام مالکؒ کا فتویٰ

"امام مالکؒ فرماتے ہیں - مگر دو گنی قیمت دلوانے میں ہمارا فتویٰ نہیں ہے"۔

ہبہ کے مسائل

(665) بروایت امام مالکؒ-امیر المومنین نے فرمایا:

"ان لوگوں کا عجیب عالم ہے جو زندگی میں اپنے فرزندوں کے لئے ہبہ متعین کرنے کے بعد بھی مال پر اپنا ہی قبضہ رکھتے ہیں کہ اگر ان کا فرزند ان کے سامنے وفات یاب ہو جائے تو انہیں یہ کہنے کی گنجائش رہے کہ "میں نے اس کے لئے ہبہ کیا ہی کب تھا؟" تاکہ اس مال پر اپنا قبضہ بدستور قائم رکھیں، لیکن اگر خود ان پر موت وارد ہونے لگے تو انہیں یہ کہنے کا موقع رہے کہ یہ تو ہم نے اپنے فرزندوں کے لئے ہبہ کر دیا ہے"۔ (حضرت عمرؓ فرماتے ہیں) "مگر مجھے ان کے اس فریب سے غرض نہیں، میں تو فیصلہ اصل حقیقت کے مطابق کروں گا یعنی اگر کسی نے اپنے فرزند کے لئے (ہبہ) کر دیا ہے، تو مجھے قبضہ سے بحث نہیں، میں ہبہ اس کے حق دار کو دلوا دوں گا"۔

(666) بروایت امام مالکؒ-امیر المومنین نے فرمایا

(الف) جو شخص اپنے قرابت دار کے لئے کسی ہبہ کا اعلان کر دے

(ب) اور جو شخص بطور صدقہ ہبہ کا تذکرہ کر دے، تو ان دونوں صورتوں میں وہ اپنے ہبوں کو اپنی طرف لوٹا نہیں سکتے۔

(ج) مگر جو شخص صرف بہ نیت ثواب (ہبہ) کرے، "او قادر است بر ہبہ خود رجوع کند وراں وقتے کہ راضی نباشد"۔ (از مصفّٰی، باب الرجوع فی الھبۃ والھبۃ بشرط الثواب)

(667) بروایت امام مالکؒ-ایک نو عمر غسانی بلند و بالا قامت اور مالدار جو ابھی پورا بالغ نہ ہوا تھا، اور اس کے ورثا سب کے سب شام میں تھے، یہ تنہا مدینہ منورہ میں مقیم تھا اور یہاں اس کی صرف ایک عم زاد ہمشیرہ تھیں، حضرت عمرؓ سے دریافت کیا گیا کہ یہ غسانی اپنے بعد اپنے ملک کی وصیت کسی کے لئے کر سکتا ہے؟ حضرت عمرؓ نے

فرمایا۔ وہ اپنی اسی بہن کے نام وصیت کر دے لے اس بی بی کا نام ام عمرو بن سلیم الزرقی ہے اور اس غسانی کی ملکیت ایک وہ کنواں ہے جو بئر جم کے نام سے موسوم ہے، جب یہ کنواں فروخت کیا گیا تو تیس ہزار درہم اس کی قیمت ملی۔

مدعا علیہ کی ملکیت بحصہ رسدی مدعیوں کا حق ہے

(668) بروایت امام مالکؒ - قبیلہ جہینہ کا ایک شخص موسم حج میں حاجیوں سے قبل مکہ معظمہ آکر گرد و نواح کی تمام سواریوں کا حق سواری خرید لیتا، جس سے حاجیوں کو اسے بہت زیادہ کرایہ ادا کرنا پڑتا۔ یہ شخص مدتوں اسی طرح کرتا رہا، مگر آخر میں خود ہی مفلس ہو گیا، اور لوگوں نے اس پر اپنے اپنے قرضے کی نالشیں دائر کر دیں۔ یہ مقدمات حضرت عمرؓ کے حضور آئے، تو آپ نے اس کا نام سن کر فرمایا، "ہاں! ہاں! اسیفع! قبیلہ جہینہ کا وہ شخص بڑا شاطر ہے، بظاہر یہ دکھاتا رہا کہ دین پناہ سب سے پہلے حج کے لئے مکہ معظمہ حاضر ہو جاتے ہیں، مگر مقصد یہ تھا کہ حاجیوں پر ہاتھ صاف کریں"۔

امیر المومنین نے دعویٰ داروں کو حکم دیا "کہ سب کے سب حج کے وقت آ جائیں میں اس کی تمام ملک بحصہ رسدی تقسیم کر دوں گا"۔

(یہ روایت "مال مفلس کی تقسیم اس کے قرض خواہوں میں" کے عنوان میں گزر چکی ہے)

حواشی

لے اصل روایت میں اس لفظ کے بعد متن ہی میں چند الفاظ و محاورات کی شرح و تفصیل ہے جسے حتی الوسع ترجمہ میں سمو دیا گیا ہے۔

لے اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک فصل مقدمات امرائے حکومت ہی کرتے

تھے اور حضرت عمرؓ نے بھی ابھی تک قضاۃ کا تقرر نہ فرمایا تھا، اس کا مزید ثبوت اصل عبارت میں لفظ "امیر" کا اطلاق ہے۔

3ھ حضرت ابن مسعودؓ کو امیر المومنین عمرؓ نے کوفہ میں عوام کی دینی تعلیم کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ وسیره عمر الى الكوفة ليعلمهم امور دينهم وبعث عماراً اميراً . (اصابہ، در تذکرہ ابن مسعودؓ۔ تعجب ہے مولانا شبلی نے ابن مسعودؓ کو قاضیٔ کوفہ کس طرح لکھ دیا! (الفاروق جلد دوم بعنوان قضاۃ)

4ھ معلوم ہوتا ہے کہ غسانی کے جو رشتہ دار شام میں تھے وہ بہت دور کے رشتے دار تھے۔ ورنہ قریب تر رشتہ دار کے ہوتے ہوئے، خواہ وہ شام میں ہو یا فلسطین میں، بعید کے لئے ثلث 1/3 سے زیادہ کی وصیت نہیں ہوتی۔

(حاشیہ منجانب مولانا سید محمد جعفر شاہ ندوی، رفیق ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور)

كتاب الحدود

کتاب الحدود

سزائے مرتد

(669) بروایت امام مالکؒ- حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ (عامل بصرہ) کا ایک قاصد امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا "اپنی سرزمین کا کوئی عجیب واقعہ ہو، تو سناؤ"۔ قاصد نے عرض کیا "اے امیر المومنین! ابھی ابھی ایک شخص مرتد ہو گیا"۔ قاصد یہاں تک پہنچا تھا کہ حضرت عمرؓ نے گھبرا کر پوچھا "تم لوگوں نے اس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟" قاصد نے عرض کیا "ہم نے اس کی گردن اڑا دی"۔ امیر المومنین نے بافسوس فرمایا "ارے ایسی سزا! تم نے اسے حراست میں رکھا ہوتا، اسے کھانا دیا ہوتا اور اس سے توبہ کے لئے کہا ہوتا، شاید وہ پھر اسلام میں لوٹ آتا"۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے کہا:

اللھم انی لم احضر ولم امر ولم ارض اذ بلغنی

یا اللہ! تو گواہ رہیو! کہ نہ تو میں اس کے قتل میں شریک ہوا، نہ اس کے قتل کا میں نے حکم دیا، اور نہ اس کے قتل کی خبر سن کر مجھے خوشی ہوئی۔

زنا کی سزا

(670) بروایت امام مالکؒ- حضرت عمرؓ نے فرمایا، قرآن حکیم کے حکم کے مطابق زنا پر رجم واجب ہے جبکہ :

1۔ زنا کرنے والے (مرد یا عورت) شادی شدہ ہوں۔

2۔ ان کے خلاف شہادت مل سکے۔

3۔ اور اگر عورت ہے تو اس کا جرم زنا اس کے حمل سے بھی ثابت ہو سکتا ہے، یا یہ کہ

4۔ (شہادت و حمل کے ماسوا) زانی یا زانیہ از خود اعترافِ جرم کر لیں۔

(671) بروایت امام مالکؒ -امیر المومنین حضرت عمرؓ نے وفات کے موقع پر یہ وصیت بھی فرمائی کہ "مبادا تم لوگ رجم زانی سے دست کش ہو جاؤ اور کوئی شخص یہ زبان درازی شروع کر دے کہ قرآن مجید میں زانی پر دو حدیں (جلد اور رجم) تو ہیں نہیں۔ (یعنی وہ یہ کہے کہ قرآن میں زانی کے لئے صرف ایک ہی حد یعنی جلد ہے) تو ایسے مدعی کی بات غلط سمجھو۔

(672) بروایت امام مالکؒ- چنانچہ حضرت عمرؓ کے حضور ایک شامی مرد آیا اور اس نے اپنی بیوی کے متعلق بایں الفاظ شکایت زنا کی کہ میں نے خود اسے ایک مرد کے ساتھ مبتلا دیکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کی شکایت پر ابو واقد اللیثی کو اس کی بیوی کے پاس تحقیق کے لئے بھیجا۔ یہ وہاں پہنچے، تو اس وقت اس کے پاس اور بیبیاں بھی جمع تھیں۔ ابو واقد نے شامی کی بیوی کو حضرت عمرؓ کا حکم سنایا اور کہا "صرف تمہارے شوہر کے بیان پر تم پر حد جاری نہ ہو گی"۔ اس کے سوا بھی ابو واقد اسے سمجھاتے رہے، کہ تم خوب سوچ کر جواب دو۔ حضرت ابو واقد کا منشا یہ تھا کہ بی بی ارتکابِ زنا سے انکار

کر دے۔ مگر شامی کی بیوی نے بلا کم و کاست اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔ جب حضرت عمر کی خدمت میں یہ اطلاع ہوئی تو آپ نے اُسے رجم کرا دیا۔

زنابالجبر کی سزا بھی رجم ہی ہے

(673) بروایت امام مالکؒ - ایک غلام جو بیت المال کے غلاموں پر نگران تھا، اس نے ایک باندی سے زنا کیا، اس جرم پر حضرت عمرؓ نے اسے جلد (کوڑے) کی سزا دی اور شہر سے بدر کر دیا، مگر باندی کو اس لئے سزا نہ دی کہ غلام نے اس سے جبراً یہ ارتکاب کیا تھا۔

غیر مدخولہ باندی کی حد زنا پچاس دُرّے ہے

(674) بروایت امام مالکؒ - امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے عبداللہ بن ابو ربیعہؓ کو حکم دیا کہ قریش کی جن جن باندیوں نے ارتکاب زنا کیا ہے، انہیں پچاس پچاس کوڑے (جلد) ماریں، عبداللہ نے اسی طرح تعمیل فرمان کیا۔

افتراء پر حد

(675) بروایت امام مالکؒ - عبداللہ بن عامرؓ (ابن ربیعہ العنزی) سے روایت ہے، میں نے حضرت عمرؓ اور جناب عثمانؓ اور دیگر کئی اصحابِ عدالت کو دیکھا کہ عام افتراء پر (جو زنا کے متعلق نہ ہو) چالیس درّے سے زیادہ کسی کو سزا نہ دیتے تھے۔

لفظِ زنا کے محض تذکرہ پر حدِ قذف

(676) بروایت امام مالکؒ - ایک بی بی عمرہ بنت عبدالرحمٰن فرماتی ہیں، دو شخص آپس میں ایک دوسرے کو گالی گلوچ دینے پر اتر آئے۔ ایک نے کہا، میرے ماں اور باپ دونوں کا دامن زنا سے پاک ہے۔ یہ معاملہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا، تو آپ نے دوسرے اہل الرائے سے مشورہ طلب کیا، ایک مشیر نے عرض کیا اے امیر المومنین!

اس نے اپنے ہی والدین کی تو تعریف کی ہے، اس میں کیا مضائقہ ہے۔ مگر دوسرے مشیر نے کہا، نہیں صاحب! اگر اسے اپنے ماں باپ کی تعریف ہی کرنا تھی، تو کسی اور جہت سے بھی کر سکتا تھا۔ آخر حضرت عمرؓ نے اسے 80 درے سزا دی۔[2]

اور غیر مدخولہ باندی کے ساتھ زنا پر رجم

(677) بروایت امام مالکؒ -ایک صاحب اپنی بیوی کی مملوکہ باندی کو سفر میں ہمراہ لے گئے اور اس سے مجامعت کر بیٹھے۔ واپسی پر ان کی اہلیہ کو معلوم ہوا، تو اس نے امیر المومنین سے (اپنے شوہر کی) شکایت کر دی جس پر آپ نے مرد کو طلب کر کے حدِ رجم کا فرمان صادر فرمادیا۔ مرد نے عرض کیا، اے امیر المومنین! یہ جاریہ (باندی) تو میری بیوی نے مجھے ہبہ کر دی تھی۔ آخر بی بی طلب ہوئیں، اور انہوں نے اپنے شوہر کا دعویٰ تسلیم کر لیا۔ (تب ان کی جان بخشی ہوئی)

حد السرقہ

غیر محفوظ شے کے سرقہ پر قطع ید نہیں

(678) بروایت امام مالکؒ - عبداللہ بن عمر والحضرمی اپنے غلام کو گرفتار کر کے امیر المومنین فاروق اعظمؓ کے حضور لے آئے کہ اس غلام نے سرقہ کیا ہے، آپ اس کا ہاتھ کٹوا دیجئے۔ حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا کہ ...... اس نے کیا چرالیا ہے؟ عرض کیا ...... میری بیوی کا آئینہ اس نے چرالیا ہے جس کی قیمت ساٹھ درہم ہے۔ امیر المومنین نے فرمایا اسے چھوڑ دیجئے، یہ آپ کا خادم ہے، اس نے اگر آپ کی چوری کرلی ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔[3]

کشید شدہ شراب پینے پر تعزیر

(679) بروایت امام مالکؒ - امیر المومنین حضرت عمرؓ کو ایک شخص پر شبہ گزرا کہ اس نے شراب (کشید شدہ) پی رکھی ہے (اس کے منہ سے بو آ رہی تھی) آپ نے تحقیقات کا حکم فرمایا، تو ثابت ہوا کہ اس نے واقعی کشید شدہؒ شراب پی لی تھی۔ آپ نے شرابی کو پوری حد تعزیر لگائی۔

شرابی کی حد اسّی درّے قانون قرار پائی

(680) بروایت امام مالکؒ - امیر المومنین عمر فاروقؓ نے اہل الرائے سے ایک شرابی کے معاملے میں یہ مشورہ کیا کہ اس پر کیا حد ہونی چاہئے۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب نے عرض کیا پورے اسّی (80) درّے شرابی کو لگائے جائیں کیونکہ وہ بڑا قصوروار ہے، شراب پی کر مدہوش ہو جاتا ہے، بے ہوشی میں اول فول بکنا شروع کر دیتا ہے، اور اس ہذیان میں پاک دامنوں پر افترا و قذف کے طومار باندھ دیتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے یہ مشورہ من و عن قبول فرما کر اسے اسّی درّے سزا دلوائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ نے شرابی کو چالیس درّے حد لگائی

(681) بروایت بغوی - حضرت علیؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو شراب پینے پر چالیس درّے حد لگوائی۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی اپنے عہد میں اس جرم پر چالیس درّے ہی رکھے۔ مگر حضرت عمرؓ نے یہ سزا دو چند یعنی اسّی درے کر دیئے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں اگرچہ چالیس اور اسّی دونوں سنت ہی ہیں، مگر میرے نزدیک چالیس درّے ہی بہتر ہیں۔

غلام پر آزاد سے نصف سزا

(682) بروایت امام مالکؒ - حضرت عمرؓ، جناب عثمانؓ بن عفان اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایسے غلام کے لئے جو شراب پی لے، عام لوگوں (آزادوں) سے نصف حد کا حکم جاری فرمایا۔

شراب کی کس قسم پر حد ہے

(683) بروایت امام مالکؒ -امیر المومنین عمر فاروقؓ جب شام کے دورہ پر تشریف لائے، تو اہل شام نے آپ سے اپنے صوبے میں وبائی کیفیت کی شکایت کرتے ہوئے عرض کیا کہ - یہاں کی وبا میں ہمارا مداوا صرف فلاں قسم کی شراب پر منحصر ہے- یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا- تم لوگ شہد استعمال کیا کرو۔ شامیوں نے کہا- شہد ہمیں موافق نہیں آتا۔ اس موقع پر ایک شامی نے آگے بڑھ کر عرض کیا اے امیر المومنین! دیکھئے! وہ شراب یہ ہے، اور اس میں سکر نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا- اسے آگ پر پکاؤ، پھر اندازہ ہو گا۔ اور آگ پر رکھنے سے جب اس کا تہائی حصہ باقی رہ گیا، حضرت عمرؓ نے انگلی سے اس کا قوام اٹھایا تو اس میں تار بندھ گیا تھا۔ یہ دیکھ کر امیر المومنین نے فرمایا یہ تو طلاء الابل (اونٹ کی مالش کی دوا) کے مانند ہے، اسے پینے میں مضائقہ نہیں۔ وہاں حضرت عبادہ بن صامتؓ (صحابی) بھی موجود تھے۔ انہوں نے یہ سن کر بہ سوگند حضرت عمرؓ سے عرض کیا- کیا آپ نے ان کے لئے شراب حلال کر دی؟ امیر المومنین نے فرمایا یا اللہ! تو گواہ رہیو کہ میں ان کے لئے وہ شے حلال نہیں کر سکتا جسے تو نے حرام کر دیا ہے، نہ وہ چیز ان پر حرام کر سکتا ہوں، جو تو نے ان پر حلال کر رکھی ہے۔[5]

حواشی

[1] فی الاصابة لابن حجر، هو عبدالله بن رُبَیعه بالتصغیر والتقیل السلمی ٦٦٣

2ھ انسانی کردار کے باب میں اس روایت کا عنوان نہایت لطیف ہے۔ (یہ روایت شاہ ولی اللہ نے مصفیٰ شرح موطا میں نقل فرمائی ہے) درباب التعریض (ج2، ص149) یعنی درباب الزام زنا -اور- دربارۂ تذکرۂ نفی زنا -اور- دربیان تذکرۂ زنا -اور- در صورتِ ذکر زنا بر زبان بہ نیت طعن۔ مترجم عرض گزار ہے کہ بات ذرا سی تھی مگر مردہ ماں باپ کے لئے لفظ زنا زبان پر لانا، اگرچہ ان کی پاک دامنی ثابت کرنے کے لئے سہی، حضرت عمرؓ بن الخطاب نے اسے بھی حد قذف کا مستوجب سمجھا، دوستو! یہ "ان نوار دان بساطِ عشق" کی تہذیب تھی -یا- آج تمدن اور عروج یافتہ ملکوں کا یہ حال ہے کہ سننے والے کہنے والے سے زیادہ جانتے ہیں۔

3ھ لیکن محض خادم ہونے اور مالک کی چوری کر لینے سے حد ساقط نہیں ہو سکتی ورنہ امیر المومنین یہ دریافت نہ فرماتے کہ -اس نے کیا چرالیا ہے؟ اصل معاملہ مالِ مسروقہ کی نوعیت اور اس (مالِ مسروقہ) کے رکھنے کی حیثیت سے متعلق ہے یعنی جبکہ کوئی شے "محرز" و "محفوظ" نہ ہو، اس کے سرقہ پر قطع ید نہیں ہو سکتی۔ آقا کا مال ہو یا کسی اور کا، قطع ید کا انحصار مال "محرز" پر ہے۔

4ھ نبیذ و کشیدہ (مطبوخ) کا فرق ظاہر ہے۔ نبیذ ابتدائی حالت میں نشہ آور نہیں ہوتی مگر مئے کشیدہ یک آتشہ ہو یا دو آتشہ ہر مرتبہ نشہ آور ہے، اس لئے حرمت میں بدنام۔

5ھ نشہ آور چیزوں کی علتِ حرمت سکر ہے، (نام نہیں) پھر جس طرح عرب میں شتر و اسپ وغیرہ کی لاتعداد اقسام اور نام تھے، اسی طرح شراب کے بھی تھے۔ تو اہل شام اس طلاء کو بھی شراب ہی سے موسوم کرتے تھے مگر امیر المومنین کو اسم و مسمّیٰ کی بجائے تاثیر و علت سے غرض تھی جسے انہوں نے اس طلاء سے منفک سمجھا اور اجازت دے دی۔ اس معاملہ میں حضرت عبادہ بن صامتؓ اور جناب عمرؓ دونوں کا اختلاف واقعہ تیمّم جنبی کی طرح ہے کہ حضرت عمرؓ صرف وضو کے لئے تیمم کے روادار تھے، مگر حضرت عمار بن یاسرؓ وضو اور جنب دونوں کے لئے تیمّم جائز سمجھتے تھے۔ پس حضرت عبادہ بن صامتؓ کے سامنے یہ حدیث مرفوع تھی۔ **سیشرب ناس من امتی الخمر یسمونها بغیر اسمها یرید انهم یشربون النبیذ المسکر المطبوخ ویسمونها طلاءً** (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت عنقریب خمر کا نام بدل کر اسے پینا شروع کر دے گی یعنی وہ پئیں گے نشہ آور کشید شدہ خمر جس کا نام طلاء رکھ لیں گے) تو عبادہؓ نے محض لفظ طلاء کی مطابقت سے یہ اعتراض کیا اور حضرت عمرؓ کے مد نظر یہ تھا کہ نام کچھ سہی، مگر اس میں سکر کی تاثیر نہیں ہے، کیونکہ [illegible] جس میں سکر نہیں ہو سکتا۔

كتاب القصاص والديات

کتاب القصاص والدیات

دشنام کی دیت زخم کی دیت کے مساوی ہے

(685) بروایت امام بغوی - روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے سامنے دو شخصوں میں گالی گلوچ ہو گیا، مگر آپ نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا۔ لیکن حضرت عمرؓ کے عہد میں یہی واقعہ پیش آیا تو آپ نے دشنام پر زخم کی دیت دلوائی۔

دیت میں اشرفی اور روپے میں تفریق

(686) بروایت امام مالکؒ - حضرت عمرؓ نے بستیوں کے باشندوں پر دیت میں یہ قانون مقرر فرمایا کہ اگر وہ لوگ اشرفی کی صورت میں دیت ادا کریں تو ان کی تعداد ایک ہزار دینار ہوگی، اور اگر درہموں کی شکل میں ہو، تو وہ بارہ ہزار درہم ہوں گے۔

قتل خطا کی دیت

(687) بروایت امام مالکؒ - عہدِ فاروقی میں قبیلہ سعد (بن لیث) کا ایک سوار گھوڑا دوڑا رہا تھا کہ اتفاق سے قبیلہ جہینہ کے ایک شخص کے پاؤں کی انگلی پر گھوڑے

کا کھر آپڑا۔ اس کی انگلی ایسی پچکی کہ مضروب کے بدن کا پورا خون اسی راہ سے نکل گیا اور وہ مر گیا۔ یہ مقدمہ امیر المومنین فاروق اعظمؓ کے پاس آیا۔ آپ نے پہلے قبیلہ سعد کے چند سر کردہ اشخاص سے فرمایا تم پچاس قسمیں اٹھاؤ کہ مرحوم کی موت اس وجہ سے نہیں ہوئی مگر انہوں نے قسم کھانے سے انکار کر دیا۔ اب حضرت عمرؓ نے مرحوم کے وارثوں سے فرمایا تم یہ قسم کھاؤ کہ تمہارا مقتول انہی کی ضرب سے جاں بحق ہوا ہے مگر انہوں نے بھی قسم سے انکار کر دیا۔ بالآخر فریقین کے انکارِ قسم پر امیر المومنین نے مقتول کی نصف دیت پر فیصلہ صادر فرمایا۔

امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا فتویٰ

حضرت عمرؓ کے اس اجتہاد پر امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ بعد والوں میں سے کسی نے آپ کے اس اجتہاد پر عمل نہیں کیا، اور یہی امام شافعیؒ نے فرمایا۔

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ عدالت کے لئے قسم میں ابتدا مدعا علیہ پر ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ فریقین پر قسم ڈالتے حالانکہ مدعا علیہ پر قسم کا بار تو عین قیاس ہے لیکن مدعی پر قسم کا بار اصل قیاس سے قدرے یک طرف ہوتا ہے، مگر یہ حضرت عمرؓ نے قتل کی وجہ سے کہا۔

اب رہا یہ امر کہ امیر المومنین نے قبیلہ سعد پر نصف دیت کا بار رہنے دیا، تو اس (فیصلۂ نصف دیت کے) قیاس میں حضرت عمرؓ کے سامنے اصل وہ حدیث ہے جو بغوی نے جریر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے:

بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم سرية الى خثعم فاعتصم الناس منهم بالسجود فاسرع فيهم القتل فبلغ ذلك النبى صلى الله عليه وسلم فامر بنصف العقل (الحديث)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستہ خثعم (قبیلہ) کی طرف بھیجا۔ ان لوگوں نے فوج کو دیکھا، تو ڈر کر سجدے میں گرے پڑے۔ مسلمانوں نے اسے کچھ اور سمجھا، اور انہیں قتل کرادیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے واقعہ آیا تو آپ نے تمام مقتولین کی دیت نصف نصف ان کے وارثوں کو دلوائی۔

امام بغوی اس فیصلۂ نبویؐ پر فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیصلے کی دو توجیہیں ہیں۔

1۔ مقتولین کے وارثوں کی اشک شوئی (استطابة لانفس اهليهم)

2۔ اور مسلمانوں کے لئے یہ زجر و توبیخ کہ وہ شبہات کے مواقع پر اس طرح عجلت سے کام نہ لیں۔ (او زجراً للمسلمين فی ترك التثبت عند وقوع الشبهات)

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔ مگر میرے نزدیک حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ فریقین کو ایک دوسرے سے صلح پر مائل رکھنا تھا، جیسا کہ امیر المومنین نے حضرت ابو عبیدہؓ (بن الجراح) کو (ایک فرمان میں) تحریر فرمایا...... کہ اگر کسی مقدمہ میں صحیح فیصلہ ذہن میں نہ آئے تو فریقین کے درمیان صلح کی کوشش زیادہ کیجئے۔

ڈاڑھ، ہنسلی اور پسلی کی دیت

(688) بروایت امام مالکؒ۔ حضرت عمرؓ نے ان تینوں ہڈیوں کی دیت ایک ایک اونٹ ارشاد فرمائی۔

امیر المومنین کی حرصِ حدیث۔ اور شوہر کی دیت میں زوجہ کا ترکہ

(689) بروایت امام مالکؒ۔ امیر المومنین فاروق اعظمؓ نے موسم حج میں مقام منیٰ پر اعلان فرمایا کہ مسائل دیت میں جس صاحب کو کوئی حدیث رسول صلی اللہ

علیہ وسلم معلوم ہو مجھ سے بیان کرے۔

حضرت ضحاک بن سفیان الکلابی نے جواب میں کہا، ہاں صاحب! مجھے دیت کی یہ حدیث معلوم ہے:

كتب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ورثت امرأة اشيم الضبائى من دية زوجها.

میری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریری فرمان بھیجا کہ اشیم ضبائی کی زوجہ کو اس کی دیت میں سے ترکہ دلایا جائے۔

حضرت عمرؓ نے ضحاک سے فرمایا آپ اپنے خیمے میں تشریف لے چلیں، میں خود وہاں آتا ہوں۔ حضرت عمرؓ وہاں گئے اور اسی حدیث کے متعلق پیش آمدہ مقدمہ کا فیصلہ صادر فرمایا۔

ابن شہاب (امام زہری) فرماتے ہیں، اشیم کا قتل خطا تھا، عمد نہ تھا۔

قتل خطا کی دوسری مثال

(690) بروایت امام مالکؒ- ایک شخص نے اپنے فرزند پر غصہ میں تلوار جو پھینکی تو وہ بچے کی پنڈلی پر جالگی، جس سے اس قدر خون نکلا کہ آخر وہ مر ہی گیا۔ حضرت سراقہؓ بن جعشم یہ معاملہ امیر المومنین فاروق اعظمؓ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے فرمایا، وہ قاتل سے کہیں کہ ایک سو بیس اونٹ لے کر مقام قدید پر میرا انتظار کریں۔ (قدید، مکہ و مدینہ کے درمیان واقع ہے) حضرت عمرؓ وہاں تشریف لائے، تو فرمایا، مقتول کا بھائی حاضر ہو۔ جب وہ حاضر ہوا، تو ان میں سے ایک سو اونٹ اس کے حوالے کر دیئے، اور فرمایا، مقتول کا باپ جو اپنے بیٹے کا قاتل ہے، اس کے لئے بیٹے کے ترکہ میں سے کچھ نہ ملے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قاتل کو

مقتول کے ترکہ میں سے کچھ نہ دیا جائے۔[1]

غفلت میں قتل کرنے کی سزا میں زیادتی

(691) بروایت امام مالکؒ - اہل صنعا کے پانچ (یا سات) اشخاص نے ایک شخص کو اس کی غفلت میں قتل کر دیا اور حضرت عمرؓ نے سب کو قتل کی سزا دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ اگر تمام اہل صنعا اس قتل میں شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کی سزا دیتا۔

بروایت بیہقی - امیر المومنین فاروق اعظمؓ نے ایک عورت کے قتل کرنے پر تین اشخاص کو موت کی سزا (از روئے قصاص) دلوائی۔

ورثائے مقتول سے سفارش

(692) بروایت امام شافعیؒ - قبیلہ بکر کے ایک شخص نے اہل حیرہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فیصلہ فرمایا کہ اصل قاتل حیرہ والوں کے سپرد کر دیا جائے وہ اس کے ساتھ جیسا سلوک چاہیں کریں، اور حوالگی کے بعد حیرہ کے حنین نامی شخص نے قاتل کو قتل کر دیا۔ اس کے فوراً بعد اچانک حضرت عمرؓ کا دوسرا فرمان اہل حیرہ کو ملا کہ اگر قاتل کی جان ابھی تک محفوظ ہے، تو اسے قتل نہ کیا جائے۔ ان لوگوں نے اس فرمان (ثانی) پر یہ اندازہ لگایا کہ امیر المومنین کا منشا قاتل سے دیت لے کر اسے رہا کرنے کا تھا۔

حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ پر امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کا مناظرہ

سوال : از امام شافعیؒ - اگر حضرت عمرؓ حکم صادر فرماتے کہ اسے قتل کر دو، اور قاتل کو مجرداً اسی حکم پر قتل کر دیا جاتا، اور حضرت عمرؓ اپنے اس فتویٰ سے رجوع نہ فرماتے تو کیا حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مقابلے میں حجت ہو سکتا ہے؟

جواب : امام محمدؒ - حضرت عمرؓ کا فتویٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے

بالمقابل حجت نہیں ہو سکتا۔

سوال : امام شافعیؒ -(بالفرض) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ پر ایسا منقول نہ ہوتا، جو اس پر حجت ہو سکتا، بلکہ صرف حضرت عمرؓ ہی کا فتویٰ ہوتا، اور حضرت عمرؓ کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے کسی فتویٰ سے رجوع نہیں کر سکتے، مگر حدیث کی وجہ سے جو انہیں اپنے فتویٰ کے بعد ملی ہو، آپ رجوع کر لیتے ہیں۔ پس حضرت عمرؓ کا اپنے سابق فتویٰ سے حدیث کی بنا پر یہ رجوع بہت مناسب ہے، اس سے کہ وہ حدیث کے مقابل اپنے فتویٰ پر قائم رہیں، حالانکہ وہ اپنے فتویٰ پر بھی قائم رہنے کے مجاز تھے۔ پس آپ بھی (خطاب بہ امام محمدؒ) اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیجئے۔

جواب : امام محمدؒ - شاید حضرت عمرؓ نے وہ دوسرا حکم اس لئے بھیجا ہو اکہ کسی طرح مقتول کے وارث قصاص کی بجائے دیت پر راضی ہو جائیں۔

سوال : امام شافعیؒ - یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے قاتل کے قصاص کا جو حکم دیا، تو اس سے ان کا منشا قاتل کو محض خوف دلانا ہو۔ (تاکہ وہ دیت ادا کرنے پر آمادہ ہو جائے)۔

جواب : امام محمدؒ - حدیث میں تو یہ منقول نہیں (کہ قاتل کو قصاص کا خوف دلا کر دیت ادا کرنے پر آمادہ کیا جائے)۔

سوال : امام شافعیؒ - آپ جو یہ فرماتے ہیں تو یہ بھی حدیث میں نہیں ہے۔

قتل غلام پر قصاص نہیں بلکہ دیت ہے

(694) بروایت امام بیہقی - ہمارے سامنے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ عبادہ بن صامتؓ نے اپنے غلام کو قتل کر دیا، اور مقدمہ حضرت عمرؓ کے حضور آیا، تو

آپ نے اہل الرائے کی مجلس میں اسے پیش فرمادیا، جس پر زید بن ثابتؓ نے مشورہ دیا کہ "امیر المومنین، کیا آپ غلام کے عوض میں اپنے بھائی (عبادہؓ) پر قصاص جاری فرمائیں گے؟" حضرت عمرؓ نے اس مشورہ پر اتفاق کرتے ہوئے بجائے قصاص کے دیت پر فیصلہ صادر فرمایا۔

امام بیہقی یہ بھی فرماتے ہیں - وروینا[2] فی هذا القصة یعنی اس واقعہ کے متعلق ہمارے سامنے یہ روایت بھی دہرائی گئی کہ ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے بھی امیر المومنین سے کہا کہ اگر عبادہ اپنے کسی غلام کو قتل کردے تو کیا آپ غلام کے عوض میں عبادہ کو قتل کرادیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ خاموش ہوگئے۔

(695) بروایت امام شافعیؒ - (منقطعاً[3]) و بروایت امام بیہقی (موصولاً[4]) - حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں خلفائے کرام غلام کے قتل میں آزاد پر قصاص جاری نہ فرماتے (بلکہ صرف دیت پر اکتفا کرتے)۔

(696) بروایت بیہقی - حضرت عمرؓ اور جناب علیؓ دونوں (حضرات) غلام کے قتل پر آزاد کے ذمہ غلام کی پوری قیمت دیت میں ڈالتے (جس قیمت میں وہ خریدا گیا یا فی الوقت اس کی جس قدر قیمت ہو سکتی)۔

(697) بروایت بیہقی - واقعہ مدلجی میں حضرت عمرؓ نے فیصلہ صادر فرمایا کہ:

لولا انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا یقاد الاب من ابنه لقتلته.

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث نہ سنی ہوتی کہ باپ کے ہاتھ سے اگر بیٹا قتل ہو جائے، تو باپ پر قصاص نہ ہوگا، تو میں مدلجی پر قصاص جاری کر دیتا۔

پس اس مقدمہ میں امیر المومنین نے دیت پر فیصلہ فرمایا، جو اس (مقتول بیٹے) کے ورثا کو دی گئی، اور باپ کو اپنے بیٹے کے ترکہ سے کچھ نہ دیا گیا۔

باپ بیٹے کو قتل کرے تو اس پر قصاص نہیں بلکہ صرف دیت ہے

(698) بروایت بیہقی - امیر المومنین فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ باپ کے ذمے اس کے بیٹے کے قتل پر قصاص نہیں ہے۔ (یعنی صرف دیت ہے)

شوہر بیوی کو قتل کرے تو اس پر قصاص ہے

(699) بروایت بیہقی - امام بخاری ایک ترجمۃ الباب میں فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ کا فتویٰ ہے کہ میاں بیوی کے معاملے میں شوہر پر قصاص واجب ہے، قتل عمد اور اعضائے جسد میں ہر ایک کے عوض جبکہ عمد پایا جائے۔

ایک غلام دوسرے غلام کو قتل کرے تو اس پر قصاص ہے

(700) بروایت بیہقی - غلام کے ذمہ ایک دوسرے کے قتل بالعمد یا اعضائے جسد میں زخم بالعمد پر قصاص واجب ہے۔

عصا سے قتل ہونے پر

(701) بروایت بیہقی - حضرت عمرؓ نے فرمایا، عصا سے قتل پر قصاص اسی صورت میں ہو سکتا ہے، جبکہ اس کی ضرب سے مضروب جانبر نہ ہو سکے۔

خلفائے راشدین نے خود پر قصاص دینے سے احتراز نہیں کیا

(702) بروایت بیہقی - خلفائے راشدین (حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ) ہر چہار اپنی ذات سے قصاص دینے پر آمادہ رہتے، حالانکہ وہ امرائے وقت تھے، لیکن لوگ ان سے احتراماً قصاص نہ لیتے۔ (مبادا اس کا یہ مطلب سمجھ لیا جائے کہ ان میں سے ہر ایک نے ایسا اقدام کیا ہے، حاشا اللہ!)

حضرت عمرؓ نے عہدِ رسالت کی دیت میں بہ تغییر فتویٰ جنس کی تبدیلی فرمادی

(703) بروایت امام شافعیؒ - ابن شہاب و مکحول اور عطا (تابعی) فرماتے ہیں، ہم نے ایسے حضرات کو دیکھا جو عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آزاد مسلم کی دیت یک صد شتر بتلاتے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اس میں حسب ذیل تبدیلی فرمادی۔

☆اعرابی پر جس کا سرمایہ مویشی ہیں، نقدوزر نہیں بلکہ (انہیں نقد دینے کی تکلیف سے معذور رکھا! یعنی!)

☆ آزاد مسلم مرد کی دیت ـــــ یک صد شتر

آزاد مسلمہ کی دیت ـــــ نصف

☆بستیوں میں رہنے والوں پر جن کا سرمایہ نقدوزر ہے (مویشی نہیں)

آزاد مسلم مرد کی دیت ـــــ (بصورتِ دینار (طلائی) یک ہزار

(یابصورتِ درہم (نقرئی) بارہ ہزار

آزاد مسلمہ عورت کی دیت ـــــ نصف (از مذکورہ صدر)

☆اعرابی پر جس کا سرمایہ نقدوزر نہیں (بلکہ مویشی ہیں یعنی)

آزاد مسلمہ عورت کی دیت ـــــ پچاس شتر

اور فرمایا کہ ان لوگوں کو سیم وزر دیت میں دینے کا مکلّف نہ کیا جائے۔

(704) بروایت امام شافعیؒ - (عن امام محمد بن الحسن) امیرالمومنین عمر فاروقؓ نے دیت کی تعیین اس طرح فرمائی:

نقدوزر آزاد مسلم مرد کی دیت جن کے پاس چاندی کے سکے ہوں، دس ہزار درہم

" " " " جن کے پاس سونے کے سکے ہوں، ایک ہزار درہم

مویشی	آزاد مسلم مرد کی دیت	جن کے پاس گائے ہوں	دو صد
//	// // // //	جن کے پاس شتر ہوں	یک صد
//	// // // //	جن کے پاس بکری ہوں	یک ہزار
پارچات	// // //	جن کے پاس حلہ ہوں یمنی چادر مع استر	دو صد

(یعنی ان اموال میں جو شے جس کے پاس ہو، اسے دوسری جنس کا مکلف نہ کیا جائے)

اختلاف صاحبین

امام محمدؒ فرماتے ہیں ہم تو بحسب موقع ان تمام اقسام دیت پر عمل پیرا ہیں، لیکن امام ابو حنیفہؒ ان میں سے صرف تین قسموں پر فتویٰ دیتے ہیں (1) شتر، (2) درہم، (3) دینار۔

اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے نقود کی دیت میں فرمایا کہ اگر دینار ہوں تو مسلم مرد کی دیت، یک ہزار-اگر درہم نقرئی ہوں تو دس ہزار۔

(705) بروایت امام ابو حنیفہؒ-امیر المومنین نے بصورت مویشی دیت کی تعیین بایں ترتیب مقرر فرمائی:

گائے دو صد، اونٹ یک صد، بکری دو ہزار۔

امام محمد بن الحسن یہ روایت بیان کرنے کے بعد کہ-حضرت عمرؓ نے آزاد مسلم مرد کی دیت چاندی کے بارہ ہزار درہم مقرر کی-فرماتے ہیں:

اگرچہ اہل مدینہ سچ فرماتے ہیں مگر اس معاملہ میں حضرت عمرؓ کی تعیین دیت کو اہل مدینہ سے ہم (اہل عراق) کہیں زیادہ سمجھتے ہیں کہ آپ نے چاندی کے سکے مقرر کرنے میں کس چیز کو مد نظر رکھا۔ حضرت عمرؓ نے جو بارہ ہزار درہم مقرر کئے تو ان کا وزن چھ (؟) ہے۔

امام محمد بن الحسن یہ بھی فرماتے ہیں کہ دیت جب شتر کی صورت میں ہو تو دیت کے اونٹوں کی اوسط قیمت فی راس ایک سو بیس درہم بسکہ **هكذا** (٦) ہو گی۔

(یعنی اس علت پر حضرت عمرؓ نے شہریوں پر یک صد شتر کی بجائے بارہ سو درہم نقرئی مقرر فرمائے، جو کہ یک صد شتر کی قیمت میں دس ہزار درہم کے مساوی ہوتے ہیں)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد بن الحسن سے دریافت کیا، کیا آپ تسلیم کرتے ہیں کہ دیت بصورتِ نقد بارہ ہزار درہم نقرئی ہی ہے؟ جبکہ درہم کا وزن **هكذا** (٦) ہو؟

امام محمدؒ: میں اسے تسلیم نہیں کرتا۔

امام شافعیؒ: کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ اس معاملے میں اہل حجاز کی نسبت آپ کو زیادہ علم ہے، کیونکہ آپ حضرت عمرؓ کی مقرر کردہ دیت سے اتفاق نہیں کرتے؟

امام محمدؒ: اہل حجاز کی رائے اس معاملے میں پسندیدہ نہیں۔

امام شافعیؒ: آپ کوئی ایسی روایت بتایئے، جو رقم دیت کی تعیین میں اصل کی حیثیت رکھتی ہو۔ کیونکہ آپ کے نزدیک تو حضرت عمرؓ سے جن لوگوں نے یہ روایت کی ہے، وہ اس روایت کی منشا کو نہیں سمجھتے۔

اگر قتل عمد میں دیت جبکہ مقتول کا ایک وارث اپنا حق معاف کر دے

(706) بروایت امام شافعیؒ - امیر المومنین فاروق اعظمؓ کے سامنے قتل عمد کا ایک مجرم پیش ہوا، آپ نے تحقیق کے بعد اس کے قتل پر صاد فرمایا- تب مقتول کے وارثوں میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ میں حقِ مقتول میں سے اپنا حصہ قاتل کو معاف کرتا ہوں، مگر حضرت عمرؓ نے اسے قابل اعتنا نہ سمجھتے ہوئے مجرم کی سزائے موت بحال ہی رکھی۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ وہاں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے فرمایا: قاتل کا

نفس مقتول کے تمام وارثوں کے اختیار میں ہے۔ اب اگر ایک شخص اپنا حق معاف کرتا ہے اور دوسرے معاف نہیں کرتے، تو ان کی رضا کے بغیر یہ محال ہے۔[5]

امیر المومنین نے ابن مسعودؓ سے فرمایا، پھر کیا فیصلہ دیا جائے؟ انہوں نے فرمایا، قاتل سے مقتول کے وارثوں کو دیت دلوائی جائے اور معاف کنندہ کی دیت اس میں سے وضع کرلی جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، مجھے اس سے اتفاق ہے۔

(707) بروایت بیہقیؒ - ایک شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو ہم بستر دیکھا تو اپنی بیوی کو قتل کر دیا۔ یہ مقدمہ امیر المومنین فاروق اعظمؓ کے حضور آیا۔ اتنے ہی میں اس عورت کا ایک بھائی حاضر ہوا، اور اس نے غیرت کھا کر عرض کیا کہ میں اپنی بہن کا قصاص اور دیت دونوں میں سے کسی کے قبول کرنے کا روادار نہیں ہوں، میرا حصہ قاتل کے لئے صدقہ ہے۔ اس پر امیر المومنین نے بقیہ وارثوں کو دیت دلوادی۔ (اور اس کے بھائی کا حصہ وضع کر دیا) اور قاتل کو رہا کر دیا۔

(708) بروایت بیہقی - ایک شخص نے اپنی بیوی کے بھائی کو قتل کر دیا۔ مقتول کی وارث یہی اکیلی بہن تھی۔ اس نے امیر المومنین فاروق اعظمؓ کی عدالت میں بیان دیا کہ میں نے اپنے بھائی کا خون معاف کیا، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا قاتل قتل سے بری ہو گیا۔[6]

نابالغ کے ہاتھ سے قتل عمد بھی قتل خطا ہے

(709) بروایت بیہقی - حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ نابالغ بچے کے ہاتھ سے قتل عمد بھی قتل خطا ہی ہے۔[7]

سزا میں کسی عامل کی بھی رعایت نہیں

(710) بروایت بیہقی - امیر المومنین فاروق اعظمؓ نے اپنے ایک خطبہ میں

فرمایا: اے مسلمانو! میں نے اپنے عمال (حکومت) کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ بلاوجہ تمہارے خون حلال کر لیں اور تمہارے اموال اپنے قبضے میں لے لیں۔ جس شخص کو میرے مقرر کردہ حکام میں سے کسی پر ایسی شکایت ہو، وہ بلا خطر میرے آگے پیش کرے تاکہ میں اپنے عامل سے قصاص لوں۔ اس پر حضرت عمروؓ بن العاص جو کہ خود عامل مصر تھے، عرض گزار ہوئے۔ اے امیر المومنین! اگر کوئی عامل انتظاماً ایسا کرے، تو آپ اس پر بھی قصاص لیں گے؟

امیر المومنین نے فرمایا۔ سوگند بخدا! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں ضرور ایسے عامل سے قصاص لوں گا۔

وقد رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقتص من نفسه.

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اپنی ذات سے قصاص دیا۔

ہڈیوں میں دانت کے سوا کسی ہڈی کا قصاص نہیں

(711) بروایت بیہقی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں دانت کے سوا کسی ہڈی پر قصاص نہ لوں گا۔[8]

مجرم قصاص میں مر جائے تو اس کی دیت یا قصاص دونوں ساقط ہیں

(712) بروایت بیہقی۔ حضرت عمرؓ اور جناب علیؓ دونوں کا اجتہاد یہ ہے کہ جو مجرم کسی قصاص (بجز قتل) میں جان سے مر جائے، اس کا قصاص اور دیت دونوں ساقط ہیں۔

قصاص و دیت کی نوعیت مقام و وقت پر

(713) بروایت بیہقی۔ حضرت عمرؓ نے فیصلہ فرمایا، جو شخص ان تین حالتوں

میں سے کسی ایک میں قتل کیا جائے، اور اس کی دیت پر فیصلہ ہو، تو ایک پوری دیت کے ساتھ ایک ثلث (تہائی) دیت کا اضافہ مقتول کے وارثوں کو اور دلایا جائے گا، یعنی جبکہ

1۔ مقتول مُحرِم ہو (در عہد حج)

2۔ یہ قتل حرم میں ہو

3۔ مقتول کو کسی حرمت والے مہینہ[9] میں قتل کیا جائے

غیر واضح چوٹ پر دیت

امام شافعیؒ فرماتے ہیں، یہ روایت ہم نے امام مالکؒ کے درس میں پڑھی کہ آئمہ قدیم و جدید میں سے ہم کسی کا فتویٰ اس پر نہیں پاتے کہ ایسی چوٹ جو مضروب کے جسم پر واضح طور سے نہ دیکھی جا سکے اس پر کوئی دیت مقرر کی گئی ہو، بجز حضرت عمرؓ اور جناب عثمانؓ کے کہ انہوں نے اس پر دیت لازم فرما دی اور وہ بھی سیاسی مصالح کی وجہ سے۔ (اصل ماخذ میں یہ الفاظ اسی مقام پر ہیں)

ڈاڑھ اور سامنے کے دو دانتوں کی دیت میں تساوی

(714) بروایت بیہقی - امیر المومنین فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ ڈاڑھ اور سامنے کے دو دانتوں کی دیت مساوی ہے مگر پہلے آپ کا فتویٰ ان دونوں قسموں میں تساوی کا نہ تھا۔

ہاتھ کی انگلیوں میں دیت

(715) بروایت بیہقی - حضرت عمرؓ پہلے تو ہاتھ کی انگلیوں کی دیت میں تفاضل کے قائل تھے، اور اسی پر فتویٰ دیتے تھے۔ مگر جب آپ کو آل عمرو بن حزم کے پاس اس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحریری وثیقہ ملا، جس میں ہر ایک انگلی کی دیت دس دس اونٹ تھی، تو امیر المومنین نے اپنے پہلے فتویٰ سے رجوع فرما لیا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ محدثین نے آل عمرو بن حزم کے اس وثیقہ کی سند سے پہلے تو احتراز کیا، مگر بعد میں اسے تسلیم کرلیا۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، ”میں کہتا ہوں مسئلہ (دیات) میں اصل یہی وثیقہ عمرو بن حزم ہے، جسے حضرت عمرؓ نے تسلیم کیا اور اس پر فتویٰ دیا“۔

عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے

(716) بروایت امام شافعیؒ - حضرت عمرؓ اور جناب علیؓ ابن ابی طالب دونوں کا اس پر فتویٰ ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے[10]

مجوسی کی دیت اور یہودی ونصرانی کی دیت میں تفاوت

(717) بروایت امام شافعیؒ - حضرت عمرؓ نے یہودی اور نصرانی دونوں کی دیت چار ہزار درہم اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم پر فیصلہ صادر فرمایا۔

غلام کی دیت اس کی قیمتِ خرید کے مساوی ہے

(718) بروایت امام شافعیؒ - حضرت عمرؓ اور جناب علیؓ ہر دو سے روایت ہے کہ غلام کی دیت اس کی اصل قیمت کے مساوی ہے۔ (یعنی جس قیمت میں وہ خریدا گیا، اتنی قیمت، اور اگر وہ خانہ زاد غلام ہے، تو عرف وصفات کے مطابق اس کی قیمت کا اندازہ کیا جائے۔)

(719) بروایت بیہقی - امیر المومنین عمرؓ نے حضرت صفیہؓ (بنت عبد المطلب کہ جناب زبیر بن العوامؓ کی والدۂ ماجدہ اور امیر المومنین علیؓ بن ابی طالب بن عبد المطلب کی پھوپھی ہیں) کے غلاموں کے مقدمہ میں فیصلہ فرمایا کہ ان غلاموں کے ترکہ میں حضرت زبیر شریک ہیں، مگر ان کی دیت کی ادائیگی صرف حضرت علیؓ کے ذمہ ہے۔ (یعنی دیت کی ادائیگی کا ننھیال والوں پر بار نہیں، یہ مجرم کے صرف عصبات ہی ادا کریں گے)

دیت کی ادائیگی باقساط

(720) بروایت بیہقی - حضرت عمرؓ نے دیت کی ادائیگی یکمشت کی بجائے تین سال پر باقساط تقسیم فرمادی۔

جنین کی دیت

(721) بروایت بیہقی - حضرت عمرؓ ایک عورت پر چلائے، وہ اس قدر ڈری کہ دہشت سے اس کا حمل ساقط ہو گیا، اس پر حضرت عمرؓ نے بیت المال سے ایک غلام آزاد کر دیا۔

ایک غلام کی قیمت

(722) بروایت بیہقی - حضرت عمرؓ نے ایک صحیح الاعضاء غلام کی قیمت پچاس دینار مقرر کی۔

غیر معلوم قاتل کا طریق فیصلہ

(723) بروایت امام شافعیؒ - عہد حضرت عمرؓ میں ایک مقتول کی نعش موضع خیران اور ودّاعہ کے درمیان پائی گئی۔ امیر المومنین نے حکم دیا کہ دونوں مقامات کا فاصلہ دیکھا جائے جس موضع کا فاصلہ نعش کے محل وقوع سے قریب ہو اس قریہ کے پچاس مرد میرے سامنے مکہ معظمہ میں پیش کئے جائیں۔ یہاں امیر المومنین نے انہیں حکم دیا کہ بیت اللہ کے مقام حجر (حطیم کعبہ) میں کھڑے ہو کر سب لوگ نوبت بہ نوبت یہ قسم دیں کہ ہم میں سے کسی نے یہ قتل نہیں کیا۔ انہوں نے تعمیل کی مگر اس پر بھی حضرت عمرؓ نے ان پر دیت ادا کرنے کا بار ڈال دیا۔ اس پر اہل قبیلہ نے عرض کیا کہ نہ تو ہماری قسم کا اعتبار کیا گیا اور نہ ہمارے اموال ہی محفوظ رہ سکے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا - میرا

فیصلہ یہی ہے۔

(724) بروایت امام شافعیؒ - امیر المومنین نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ تمہاری قسم نے تمہیں قصاص سے بچالیا، اور دیت کا مطلب یہ ہے کہ مردِ مسلم کا قتل رائیگاں (باطل) نہیں جاسکتا۔ امام شافعیؒ یہ روایت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ روایت باعتبار سند ضعیف ہے، جس میں ایک راوی حارث بن اعور ہے اور وہ کذاب ہے۔

امام شافعیؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے موضع خیران اور موضع وڈاعہ کے دس سفر کئے اور ہمیشہ ان لوگوں سے حضرت عمرؓ کے عہد کے اس واقعہ کا حال دریافت کیا، مگر انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہماری بستی میں یہ حادثہ ہوا ہی نہیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں حالانکہ اہل عرب واقعات کے یاد رکھنے میں نہایت قوی الحافظہ ہیں۔ (بایں ہمہ حضرت عمرؓ کا فیصلہ دل پر اثر انداز ہے، جیسا کہ فرمایا حقنت ایمانکم دمآ ء کم ولا بطل دم امرأ مسلم)

مقتول کی دیت میں ورثا کا ترکہ

(725) بروایت امام شافعیؒ - امیر المومنین دیت کو مقتول کے ورثا میں تقسیم کرتے ہوئے زوجۂ مقتول کو محروم رکھتے، مگر جب آپ کو ضحاک بن سفیان کی یہ روایت ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشیم ضبائی کی زوجہ کو اشیم کی دیت سے ترکہ دیا تو امیر المومنین نے اپنے سابقہ فیصلوں سے رجوع فرمالیا۔

جادوگر واجب القتل ہے

(726) بروایت امام شافعیؒ - بجالہ نامی ایک صاحب فرماتے ہیں، امیرالمومنین فاروق اعظمؓ نے تحریری فرمان صادر فرمایا کہ جادوگر مرد اور عورت جہاں

بھی پائے جائیں، انہیں قتل کر دیا جائے۔ بجالہ (ممدوح) فرماتے ہیں ہم لوگوں نے اس فرمان کے مطابق تین جادوگروں کو قتل کیا۔

حواشی

1ھ حالانکہ یہ تعداد (ایک صد شتر) تو قتل عمد کی دیت تھی اور یہ قتل خطا تھا۔ یہ بھی تغیر فتویٰ ہے۔

2ھ سنن بیہقی کی دونوں روایتیں بصیغۂ مجہول (جو کہ برائے تمریض آتا ہے) منقول ہیں۔ محدثین کے ہاں ایسی روایت میں تقریباً ضعف ہوتا ہے۔

3ھ روایت منقطع اور موصول؟ منقطع وہ روایت ہے جس میں کہیں ایک راوی کا نام ذکر میں نہ آئے۔

4ھ موصول وہ روایت ہے جس کی سند میں تمام رواۃ کے نام موجود ہوں۔

5ھ معلوم ہوتا ہے کہ وارثوں میں سے ایک شخص کے قصاص معاف کرنے سے مجرم کا قتل مشکل ہو جاتا ہے۔

6ھ اور اسی طرح دیت سے بھی، کیونکہ وارث نے خون ہی معاف کر دیا تھا۔

7ھ یعنی اس پر قصاص جاری نہیں ہو سکتا، لیکن اس پر دیت جو عائد ہو گی تو کیا اس کی کچھ ملکیت ہے جس سے وہ یا اس کے والی ادا کر سکیں؟

8ھ مگر ایک گزشتہ روایت میں ڈاڑھ، ہنسلی اور پسلی تینوں ہڈیوں کی دیت میں جو امیر المومنین کا ارشاد نقل ہے کہ ان میں دیت ہے تو اس کی تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ دانت میں قصاص بھی ہے اور دیت بھی۔ مگر دوسرے استخوان پر قصاص نہیں صرف دیت ہے، اور حضرت عمرؓ کا یہ اجتہاد آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ ورنہ ہنسلی کے عوض قصاص تو قتل کا باعث ہے۔

9ھ حرمت والے مہینے یہ چار ہیں رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم، اور اس پر اور بھی چند مقامات و اوقات متفرع ہو سکتے ہیں، مثلاً مساجد۔

10ھ موجودہ دور کے مصلحین امت جو عورتوں کو ہر بات میں مردوں کے دوش بدوش رکھنا چاہتے ہیں، اس پر بہت گھبرائیں گے کہ آخر عورت کی دیت نصف ہونا چہ معنی؟ میں کہتا ہوں، قرآن دیکھیے، جس میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی شہادت کے مساوی ہے۔ اب شوق سے جو چاہے فرمایئے۔

باب تقسیم اموال

باب تقسیم اموال

از اقسام مالِ غنیمت و اموالِ فے و صدقات

منجانب امامِ وقت (ریاست)

تمام شرکائے جنگ غنیمت کے مستحق ہیں

(727) بروایت امام شافعیؒ - اہل کوفہ نے اپنے امیر کی معیت میں اہل بصرہ کی اعانت کی، جس میں بصرہ والوں کو فتح ہوئی۔ امیر المومنین فاروق اعظمؓ نے تحریری فرمان بھیجا کہ اموال غنیمت کے حق دار وہ تمام اہل لشکر ہیں جو اس لڑائی میں شریک تھے[1]

وہ بھی شرکائے جنگ ہیں، جو کسی وجہ سے بچھڑ گئے مگر اپنے شہداء کی تدفین تک آپہنچے

اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (سپہ سالار لشکر) کی طرف امیر المومنین فاروق اعظمؓ نے تحریری فرمان بھیجا کہ غنیمت میں ہر اس لشکری کو شریک کرو جو شہداء

کی تدفین سے قبل وہاں پہنچ گیا ہو۔

امام شافعیؒ نے اس روایت کی تضعیف بھی فرمائی ہے (لیکن یہ مضمون دوسرے شواہد سے ثابت ہے)

(728) بروایت امام شافعیؒ و امام بخاریؒ (وغیرہ)۔ حضرت عباسؓ (بن عبد المطلب) اور جناب علیؓ (بن ابی طالب) دونوں حضرات امیر المومنین عمر فاروقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ اموالِ بنو نضیر، جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فے (غنیمت نہیں) ہونے کی وجہ سے اپنے لئے خاص فرما رکھا تھا۔ دونوں اصحاب (حضرات عباسؓ و علیؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہونے کی وجہ سے ان اموال کے لئے اپنا مطالبہ پیش کریں۔ امیر المومنین نے ان کا سوال سن کر فرمایا......

یہ وہ اموال ہیں، جو جنگ کے بغیر (بصورت فے) حاصل ہوئے، اور جو اموال اس طرح حاصل ہوں، وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی عمل فرمایا۔ ان کی آمدنی میں سے (یعنی اراضی و باغات کی آمدنی سے) رسولؐ خدا اپنے تمام اہل و عیال کو سال بھر کا نفقہ عنایت فرماتے۔ اس کے بعد جو کچھ پس انداز ہوتا، اس سے اسلحہ اور دوسرے سامانِ حرب کا اندوختہ فرماتے تاکہ (بروقت) جہاد فی سبیل اللہ میں کام آئیں، یہ حدیث طویل ہے...... (اور بخاری، کتاب الجہاد، باب فرض الخمس میں منقول ہے۔ اگر اصل ماخذ (بخاری) میں یہ مکالمہ پڑھ لیا جائے تو گونہ طمانیت حاصل ہوگی۔ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِر)

سلبِ قتیل میں تخمیس

(صورت مسئلہ یہ ہے کہ جنگ میں غیر مسلم مقتول کا جو سامان (اسلحہ وغیرہ) قاتل کا حق ہے، اس میں امام کا خمس (1/5) ہے یا نہیں؟ روایت متذکرہ

الصدر میں غنیمت و فے ہر دو قسم چونکہ مقابل لشکر کا سامنا ہے اور اس میں رسولؐ اور اس کے نائب کا خمس (1/5) بھی ہے، بدیں وجہ اس میں ذیل کی بحث آگئی)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں - میرے پاس ایک صاحب آئے اور سلبِ قتیل میں انہوں نے مجھ سے یہ معارضہ کیا کہ امیر المومنین عمرؓ نے فرمایا کہ - "ہم سلب قتیل میں خمس نہیں لیتے" مگر جب براء بن عازبؓ (صحابی) کو بیش قیمت (سلب قتیل) حاصل ہوا تو حضرت عمرؓ نے اس میں سے 1/5 (خمس) لے لیا۔

امام شافعیؒ کا جواب! (جو دو وجہوں پر مشتمل ہے، فرمایا)

1۔ حضرت عمرؓ کا سلبِ براء بن عازبؓ میں سے، خمس لینا ہماری مسلم روایات سے نہیں۔

2۔ اور اگر اسے تسلیم کر ہی لیا جائے تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ (فداہ ابی وامی) سے تو یہی ثابت ہے کہ آپ نے سلبِ قتیل سے کبھی خمس نہیں لیا، جس کی بنا پر ہمارے لئے ترکِ عمل جائز نہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیش قیمت اور کم قیمت سلب میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھا اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (صحابی) نے بھی سلبِ قتیل کا فیصلہ قاتل ہی کے حق میں دیا، اگرچہ وہ بیش قیمت ہی کیوں نہ ہو۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں - "میں کہتا ہوں، اس روایت کا مفاد یہ ہے کہ سلب قتیل خمس سے مستثنیٰ ہے، لیکن جب کہ وہ بیش قیمت ہو، تب اس پر بھی خمس عائد ہو سکتا ہے۔ مگر اس معاملے میں حضرت عمرؓ کا یہ استثناء کہ آپ نے براء بن عازب کے حاصل کردہ سلب قتیل میں سے اس کا خمس (1/5) لے لیا، تو یہ حضرت عمرؓ کا اجتہاد ہے"۔[2]

• شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، اس روایت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ سلب پر تخمیس

نہیں، اور یہ صرف قاتل کا حق ہے، مگر جب وہ (سلب) معمول عام سے زیادہ بیش قیمت ہو، تب خمس امام بھی جائز ہے۔ اب رہی یہ بحث کہ آخر اس میں استثناء کیوں تسلیم کرلیا جائے، تو یہ حضرت عمرؓ کے مختارات سے ہے، واللہ اعلم۔

مالِ غنیمت میں سوار (عسکری) اور پیادہ سپاہی کا حصہ

(729) بروایت امام محمد بن الحسن (صاحب امام ابو حنیفہؒ و صاحب کتاب الموطا)۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت منذرؓ بن ابو حمصہ کو جیش مصر پر سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ فتح کے بعد انہوں نے غنیمت میں جس قدر مال حاصل کیا، اس کی تقسیم میں سوار (سپاہی) کو دو حصے اور پیادہ (عسکری) کو ایک حصہ (تقسیم میں) دے کر حضرت عمرؓ کو اطلاع کر دی، جس پر امیر المومنین نے بھی ان کی تقسیم پر اظہار رضامندی فرمایا۔

مسئلہ زیر بحث میں ائمہ احناف کا اختلافِ اجتہاد

امام محمد بن الحسن فرماتے ہیں، میں اور ابو یوسف تو اسی پر فتویٰ دیتے ہیں، مگر امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں، کہ - ہم اجتہادِ عمرؓ سے اخذ نہیں کرتے، بلکہ سوار (عسکری) کے تین حصہ پر ہمارا فتویٰ ہے، بایں وجہ کہ ایک حصہ سوار کا، اور دو حصے اس کے گھوڑے کے۔ لیکن بعد میں بروایت امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہؒ نے حضرت عمرؓ ہی کے اجتہاد پر صاد فرمایا، جس سے سوار کا ایک حصہ اور سواری کا ایک حصہ تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد قاضی ابو یوسف نے فرمایا "اور ایسی احادیث بکثرت پائی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سوار کے دو حصے اور پیادہ سپاہی کا ایک حصہ ہے۔ یہ روایات موثق ہیں، اور (بقول قاضی ابو یوسف) عامہ (احناف کے سوا دوسرے اہل مسالک) کا عمل بھی انہی پر ہے۔

تقسیم غنائم در عہدِ رسالت مآبؐ وزمانہ ہائے خلفائے اربعہؓ

(730) بروایت قاضی ابو یوسفؒ - عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہ کے زمانوں میں غنائم کی تقسیم بایں صورت تھی کہ اموال کے پانچ حصے کئے جاتے، جو حسب ذیل طریق پر تقسیم کئے جاتے۔

بعہد رسالتؐ	حصہ اول	حصہ دوم	حصہ سوم	حصہ چہارم	حصہ پنجم
بزمانہ ابو بکرؓ	اللہ اور اس کے رسولؐ کیلئے	قرابت داران رسولؐ کیلئے	یتامی کیلئے	مساکین کیلئے	مسافروں کیلئے
بزمانہ عمرؓ	......	......[3]	//	//	//
بزمانہ عثمانؓ	......	......	//	//	//
بزمانہ علیؓ	......	......	//	//	//

خمس رسولؐ اہل بیت کے لئے

(731) بروایت امام قاضی ابو یوسفؒ - حضرت عبداللہ بن عباسؓ (الہاشمی) فرماتے ہیں، امیر المومنین عمر فاروقؓ نے مجھے فرمایا کہ تم اپنے حصے کے خمس سے اپنے خاندان کی بیواؤں کے عقد اور قرضداروں کا قرض ادا کر لیا کرو، مگر میں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ یہ حصۂ مسلم ہمیں دے دیا کیجئے (ہم جیسے چاہیں اسے صرف کریں) مگر نہ انہوں نے یہ منظور کیا، نہ ہم ہی نے ان کا مشورہ تسلیم کیا۔

ذوی القربیٰ کا حصہ عہد حضرت علیؓ میں

(732) بروایت قاضی ابو یوسفؒ - امام ابو جعفر (امام محمد باقر بن علی بن حسین بن علیؓ) کی خدمت میں ایک صاحب محمد بن اسحاق نے عرض کیا کہ - "حضرت علیؓ کی اپنے عہد میں خمس اہل بیت پر کیا رائے تھی؟" انہوں نے فرمایا "حضرت علیؓ کی

رائے یہی تھی کہ خمس اہل بیت خود انہی کو دیا جائے، لیکن آپ کو حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کی مخالفت کرنا ناپسند تھا"۔

عہد عمرؓ میں ذوی القربیٰ کا حصہ اہل بیت کو دیا جاتا

(733) بروایت قاضی ابو یوسفؒ - حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا - یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اہل بیت کے خمس کی تولیت ابھی سے مجھے تفویض فرما دیجئے تاکہ جناب کے بعد کوئی اس معاملہ میں ہم سے تنازع نہ کر بیٹھے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر صاد فرما کر مجھے اس کی تقسیم پر متعین فرما دیا۔ اسی طرح ابو بکرؓ نے میری تولیت قائم رکھی، اور اسی طرح عمرؓ نے۔ مگر حضرت عمرؓ کی زندگی کے آخری سال میں ایک مرتبہ بے شمار مال آیا تو آپ نے بحسب دستور ہمارے حصے کا خمس علیحدہ رکھوا کر مجھے طلب فرمایا کہ میں اسے اٹھوا لوں۔ مگر میں نے عرض کیا کہ اس سال اہل بیت کو تو مال کی ضرورت نہیں، اور مسلمان ضرورت مند ہیں، اس لئے آپ یہ مال انہی کو تقسیم فرما دیجئے۔ (اور ایسے ہی ہوا) مگر دوسرے روز عباسؓ بن عبد المطلب نے مجھے فرمایا کہ اے علیؓ! کل تم نے ہمیں اس شے سے محروم کر دیا ہے، جو اب ہمیں قیامت تک نہ ملے گی، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ واقعی حضرت عمرؓ کے بعد پھر کسی نے ہمیں خمس نہیں دیا۔[1]

(734) بروایت قاضی ابو یوسفؒ - ایک شخص جن کا نام نجدہ ہے، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی طرف لکھا، کہ اموال غنیمت میں "ذوی القربیٰ" سے کیا منشا ہے؟ ابن عباسؓ نے (نجدہ حروری کو) جواب میں فرمایا - ذوی القربیٰ ہم ہی لوگ ہیں اور حضرت عمرؓ نے اپنے عہد امارت میں مجھے فرمایا، کہ میں تمہارے حصہ خمس میں سے تمہاری بیواؤں کا عقد اور قرض داروں کا قرض اور ضرورت مندوں کو ان کے کام

کے لئے خادم دلادیا کروں تمہیں منظور ہے؟ مگر میں نے اسے نامنظور کر دیا۔

عمر بن عبد العزیز خلیفۂ اموی نے سہم رسول ﷺ اور سہم ذوی القربیٰ بنو ہاشم کے لئے معین کر دیئے

(735) بروایت قاضی ابو یوسفؒ۔ حضرت عمرؒ بن عبد العزیز خلیفۂ اموی نے اپنے عہد میں سہم رسولؐ اور سہم ذوی القربیٰ دونوں بنو ہاشم کے لئے معین کر دیئے۔

قاضی ابو یوسفؒ فرماتے ہیں امام ابو حنیفہؒ اور اکثر فقہا نے فرمایا کہ یہ دونوں حصے (سہم رسولؐ و سہم ذوی القربیٰ) بھی امام وقت کو اسی طرح تقسیم کرنے چاہئیں جس طرح حضرت ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم نے تقسیم کئے۔

امام شافعیؒ کا دلچسپ معارضہ

اس پر امام شافعیؒ فرماتے ہیں، بعض حضرات کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کا خمس میں کوئی حصہ نہیں، اس روایت کی بنا پر جو ابن عیینہ سے کی گئی ہے۔ یعنی محمد بن اسحاق راوی ہیں کہ میں نے امام محمد باقر (ابو جعفر) بن علی بن الحسین بن علیؓ سے دریافت کیا کہ حضرت علیؓ نے خمس میں سہم ذوی القربیٰ پر کیا طریقہ اختیار فرمایا؟ امام محمد باقر نے فرمایا کہ آپ بھی حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے مسلک ہی پر رہے، کیونکہ حضرت علیؓ شیخین کے خلاف کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔

ابن عیینہ کی روایت پر امام شافعیؒ کا اعتراض

(شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، گویا سہم ذوی القربیٰ بالاجماع ساقط ہو چکا ہے)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ میں اس کا یہ جواب دوں گا:

کیا آپ کو یہ علم ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے یہی غنیمت حر اور عبد دونوں میں

برابر تقسیم فرمائی؟ تو اس شخص نے بھی میرے قول کی تصدیق کی۔

پھر میں نے کہا، کیا آپ کو یہ بھی علم ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں نہ صرف عبد کو حق غنیمت سے محروم فرمادیا، بلکہ آزادوں میں بھی مساوات نہ رہنے دی یعنی کسی کو کم اور کسی کو زیادہ حصہ دیا؟

اور یہی غنیمت حضرت علیؓ نے اپنے عہد میں عوام پر مساویانہ طریق سے تقسیم فرمائی؟ معترض نے جواب میں کہا، بے شک ایسے ہی ہوا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں، اور یہ کہوں گا- آپ کو یہ بھی علم ہے، حضرت عمرؓ کا فتویٰ تھا کہ امہات الاولاد کو فروخت نہ کیا جائے (یعنی غلام عورت جو صاحب اولاد ہے، اسے بیچ دینا اور اس کے بچے کو پاس رکھ لینا) مگر حضرت علیؓ کا فتویٰ اس کے خلاف تھا؟ (یعنی حضرت علیؓ کنیز اور بچے میں ایسی تفریق جائز سمجھتے) معترض نے اسے بھی تسلیم کر لیا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں، پھر میں معترض سے یہ کہوں گا، آپ اس معاملہ میں کیا فرماتے ہیں، کہ جد کے ترکہ کے معاملے میں حضرت علیؓ نے جناب ابوبکرؓ کے خلاف فتویٰ دیا؟

اس کے بعد امام شافعیؒ نے اپنے سلسلہ سے یہی روایت ان لفظوں میں معترض کے لئے بیان کی :

اخبرنا عن جعفر بن محمد عن ابیه ان حسناً و حسیناً و ابن عباس و عبداللہ بن جعفر سألوا علیاً نصیبهم من الخمس فقال هو لکم حق ولکنی محارب معاویة فان شئتم ترکتم حضکم فیه .

امام شافعیؒ فرماتے ہیں مجھ سے امام جعفر صادق نے روایت کی، اپنے والد

گرامی امام محمد باقر سے، آپ نے اپنے والد عالی قدر جناب امام علی بن الحسینؓ سے کہ حسنؓ اور حسینؓ اور ابن عباسؓ و عبداللہ بن جعفرؓ سب نے مل کر حضرت علیؓ سے عرض کیا کہ خمس میں ہمارا حصہ ہمیں عنایت فرمایا جائے۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا بے شک تم اس کے مستحق ہو، مگر میں عنقریب معاویہؓ کے ساتھ جنگ کرنے کو ہوں، اگر تمہیں گوارا ہو، تو اس سال اپنا حصہ نہ لو۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں، جب اس روایت کا تذکرہ میں نے عبدالعزیزؒ[5] بن محمد سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ - ہاں! ہاں! امام جعفر صادق نے اسی طرح یہ روایت بیان فرمائی ہے۔

اس کے بعد امام شافعیؒ ایسے معترض کے لئے فرماتے ہیں، پس آپ ہی فرمائیے کہ امام جعفر صادق راویوں میں اعرف اور اوثق ہیں یا ابن اسحاق؟ معترض کو یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ ابن اسحاق کے مقابلے میں امام جعفر اوثق و اعرف ہیں۔

اس پر امام شافعیؒ نے اسی مسئلے میں ایک اور روایت بسلسلۂ عبدالرحمٰن بن ابی لیلٰی بیان کی۔ (عبدالرحمٰن فرماتے ہیں)- میں حضرت علیؓ کی خدمت میں احجار زیت کے پاس حاضر ہوا، اور عرض کیا آپ پر میرے ماں اور باپ نثار! ابو بکرؓ نے اہل بیت کے حق خمس میں آپ لوگوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

حضرت علیؓ نے فرمایا، ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں مال غنیمت آیا ہی نہیں اور اس کے سوا اہل بیت کے جو حقوق تھے، انہیں وہ پوری طرح ادا فرماتے رہے۔

اسی طرح عمرؓ نے ہمارے دوسرے حصوں کے ساتھ غنائم میں اہل بیت کی حوالگی میں کبھی کوتاہی نہ فرمائی۔ حتی کہ سنوس اور اہواز (یا اہواز و فارس) سے جس وقت اموالِ غنیمت آئے تو میں بھی حاضر ہوا۔ عمرؓ نے مجھے فرمایا، اے علیؓ! تمام مسلمان

آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں، اور اس وقت مسلمان بڑی مصیبت میں ہیں۔ اگر آپ اس وقت گوارا کر سکیں کہ اپنا حصہ نہ لیں تو میں اسے بھی مسلمانوں پر ہی تقسیم کر دوں اور جب پھر مال آئے تو میں آج کا حصہ بھی آپ کو ادا کر دوں۔

حضرت عباسؓ بن عبد المطلب بھی وہاں آگئے تھے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کے جواب میں فرمایا، آپ کو ہمارے حق پر طمع نہ کرنا چاہئے۔

اس پر حضرت علیؓ نے اپنے عم بزرگوار حضرت عباسؓ سے فرمایا- "آپ ایسا نہ کہئے بلکہ اہل بیت سے زیادہ کس پر یہ حق عائد ہوتا ہے کہ وہ امیر المومنین (حضرت عمرؓ) کے فرمان کی تعمیل اور مسلمانوں کی خیر خواہی کرے"۔ (حضرت علیؓ فرماتے ہیں) مگر اسی سال حضرت عمرؓ کا انتقال ہو گیا اور اس دوران کہیں سے مال غنیمت بھی نہ آیا جو ہمیں دیا جاتا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں -اور یہی روایت مطر (نامی راوی) وغیرہ سے اس طرح منقول ہے -امیر المومنین نے حضرت علیؓ سے فرمایا، بے شک خمس آپ کا حق ہے۔ مگر میرے علم کے مطابق اگر یہ مال زیادہ ہو تو پورا مال نہ لیا جائے بلکہ کم! (اور اس میں سے کچھ حصہ مسلمانوں کی معونت کے لئے رہے) اس لئے اگر آپ کو آج یہ صورت گوارا ہو تو میں مناسب حصہ (خمس میں سے) حوالے کر دوں؟ - حضرت علیؓ نے فرمایا ہمیں یہ منظور نہیں۔ اور حضرت عمرؓ نے پورا حصہ (خمس) دینے سے انکار کر دیا۔

امام شافعیؒ نے یہی روایت (نجدہ حروری کی مرویہ) بیہقی کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے:

اگر ایسا معترض یہ کہے کہ شیخین (حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ) سے متفقہ فتویٰ نہیں ہے تو ... کہ ان کو تسلیم کر لیا جائے کہ (قرابت داران نبیؐ) کا حصہ بھی اور دوں

میں تقسیم کر دیا جائے؟

میں (امام شافعیؒ) جواب دوں گا کہ یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے، جس کا اپنا دامن علم سے خالی ہو۔ (امام شافعیؒ کا منشا یہ ہے کہ ان ہر دو حضرات (ابو بکرؓ و عمرؓ) نے سہم ذوی القربیٰ ان کے حوالے کیا)۔ حتی کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں غنیمت میں بہت زیادہ اموال آنا شروع ہو گئے۔ البتہ (بقول شافعیؒ) اختلاف اس میں ہے کہ ممدوح کے عہد میں تکثیر اموال ہو گئی، تب!

امام شافعیؒ: (معترض سے فرماتے ہیں: اور معترض سے آپ کی مراد امام محمد بن الحسن صاحب امام ابو حنیفہؒ ہیں: جیسا کہ کتاب الام میں مرقوم ہے) "آپ نے دیکھ لیا ہے کہ علمائے گزشتہ اور حال دونوں طبقوں کا یہی مذہب ہے کہ جب کوئی حکم قرآن میں منصوص اند کور ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس حکم کی وضاحت اپنے قول یا عمل سے فرما دی ہو، تو کیا ایسے حکم کے بعد ہم مستغنی نہیں؟ کہ کسی اور سے اس کے متعلق سوال نہ کریں؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولﷺ کی اتباع اہل علم پر واجب فرما دی ہے؟۔ پس اس کے سوا اس (معترض) کے لئے اور چارہ کیا ہے کہ وہ ہمارے جواب پر اظہار تسلیم فرمائے"۔

اور اسی طرح امام شافعیؒ فرماتے ہیں: "اس کے بعد میں یہ کہوں گا کہ جب سہم ذوی القربیٰ قرآن مجید کی دو آیتوں سے ثابت ہے جن کی وضاحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے ارشاد و عمل دونوں سے اس طرح فرما دی ہے کہ دنیا کا کوئی اور معاملہ اس سے زیادہ اثبت نہیں، اور جس (ثبوت) کا وجود ان دو وجہوں سے ثابت ہوتا ہے۔

اولاً۔ ان ثقہ راویوں کی روایات سے، جن میں

1۔ ان کی مرویات متصل السند ہیں (منقطع نہیں)

2۔ ان راویوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت ہونے کی بنا پر!

(اور اسی شق پر مسئلہ مابہ النزاع کا تعلق ہے)

مثلاً ان میں زہری ہیں، (محمد بن مسلم - ابن شہاب)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیال سے ہیں۔

ابن المسیب (سعید) ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے ننھیالی ہیں۔

جبیر بن مطعمؓ ہیں کہ ددھیالی ناطے سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم ہوتے ہیں (تہذیب التہذیب)

(یعنی جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف القرشی، جن کا رتبہ نسلی وجاہت کے ساتھ باب روایت میں بھی برتر ہے)

ثانیاً۔ ان رواۃ کے ماسواوہ حضرات بھی یہ روایت بیان فرمارہے ہیں، جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص شرف قرابت حاصل ہے۔ یعنی حضرت علیؓ (ملاحظہ ہوں اسی روایت کے شروع کے یہ الفاظ) "محمد بن اسحاق راوی ہیں کہ میں نے امام محمد باقر (ابو جعفر) بن علی بن حسینؓ بن علیؓ سے دریافت کیا کہ حضرت علیؓ نے خمس میں سہم ذوی القربیٰ پر کیا طریقہ اختیار فرمایا؟ امام محمد باقر نے فرمایا کہ آپ بھی حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کے مسلک پر رہے، کیونکہ حضرت علیؓ شیخین کا خلاف کرنے کو ناپسند فرماتے تھے"۔

"پس جب حضرت علیؓ ہی نے یہ فرمادیا کہ مجھے عمرؓ اور عثمانؓ دونوں نے اپنے اپنے عہد میں سہم ذوی القربیٰ دینے سے انکار کردیا۔[6] درآنحالیکہ حضرت علیؓ اور بنو عباس قرابت میں یک جدی ہیں اور عمرؓ و عثمانؓ دونوں نے بنو عباس کو ان کا سہم دے دیا- اور اگر معترض اسے بھی تسلیم کرلے، تب میں کہوں گا کہ "پس قرابت رسولؐ میں وہی لوگ شامل ہیں جنہیں بنو عبدالمطلب ہونے کا فخر ہے، اور ان سب کو شیخین نے سہم

الرسولؐ سے حصہ دیا"۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں، سنت جب بھی قرآن کی تثبیت کرے گی، ان دونوں میں کبھی باہم معارضہ نہ ہوگا[7]

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں یہ ہیں فریقین کے دلائل جن پر غور ضروری ہے لیکن میرے (شاہ صاحب) نزدیک اس تعارض کی توجیہہ یہ ہے کہ

الف۔ حضرت عمرؓ کے نزدیک سہم ذوی القربیٰ مسلم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اس کا دیا جانا ثابت ہے۔ مگر حضرت عمرؓ اس سہم کو 1/20 (خمس الخمس) پورا ادا کرنا یا نہ کرنا امام وقت کے مصالح اجتہاد پر منحصر سمجھتے تھے، جیسا کہ قاضی ابو یوسفؒ نے (اسی روایت میں) فرمایا، اور بیہقی وغیرہ نے اسے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔

ب۔ اور یہ کہ امام شافعیؒ کے پاس خود کوئی ایسی صریح حدیث نہیں، جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفائے اربعہ نے یہ سہم انہیں (ذوی القربیٰ کو) پورا عنایت فرمایا ہو۔

ج۔ اور یہ کہ قاضی ابو یوسفؒ کے ہاں بھی کوئی ایسی نص صریح موجود نہیں، جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ نے یہ سہم (ذوی القربیٰ) پورا ساقط کر دیا ہو۔ کیونکہ ابو یوسفؒ کی روایت میں کلبی (محمد بن سائب) اہل الحدیث کے نزدیک بغیر شک و شبہ ضعیف ہے۔

اور ان دونوں روایتوں میں تطبیق یوں کی جا سکتی ہے، کہ اپنی اپنی جگہ یہ دونوں امر صحیح ہیں۔

الف۔ ذوی القربیٰ کا سہم ہونا

ب۔ مگر مسلمانوں کی ضرورت کے وقت ذوی القربیٰ سے تحریک کرنا کہ وہ اس سہم

سے دستبردار ہو جائیں۔

عراق کی مفتوحہ اراضی پر منع تقسیم

(736) بروایت قاضی ابو یوسفؒ - عراق کی مفتوحہ اراضی کی تقسیم کے متعلق امیر المومنین فاروق اعظمؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (عامل عراق) کی طرف مندرجہ ذیل تحریری فرمان لکھا:

"اے سعد بن ابی وقاصؓ! آپ کا خط اس بارے میں پہنچا کہ مسلمان آپ سے عراق کی غنیمت تقسیم کرنے کے خواہش مند ہیں۔ پس جس وقت آپ کو میرا خط ملے، آپ تمام اموالِ منقولہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیجئے"۔

اراضی اور نہریں سرکاری تحویل میں

"مگر زمینیں اور نہریں تقسیم نہ کیجئے بلکہ انہیں خاصہ میں رہنے دیجئے تاکہ وہ بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لئے ان حضرات کا عطیہ ہو سکیں، کیونکہ آج اگر یہ غیر منقولہ (اراضی اور نہریں) بھی تقسیم کر دیئے گئے تو آئندہ آنے والی قوم کے لئے کچھ باقی نہ رہے گا"۔

تبلیغ اسلام

"اے سعد! میں یہ حکم دے چکا ہوں کہ جس غیر مسلم سے ملاقات کا موقع ملے، اسے اسلام کی دعوت دیجئے"۔

نووارد انِ اسلام کا حصہ

"اور میں آپ سے یہ بھی کہہ چکا ہوں کہ ہمارے ساتھ لڑائی کرنے کے بغیر جو شخص اسلام لے آئے، اسے بھی ہمارے ہاں وہی حقوق حاصل ہیں جو دوسرے مسلمانوں کو ہیں۔ پس اموالِ غنیمت میں سے انہیں بھی حصہ دیجئے، اور اسلام کے جو

حقوق پہلوں کے ذمہ ہیں وہی ان نوواردان کے اوپر بھی عائد ہیں۔ لیکن جن حضرات نے ہمارے ساتھ ادھر جنگ کی، مگر ادھر انہیں شکست ہو گئی اور وہ مسلمان ہو گئے، ان کے اسلام میں تو شبہ نہیں۔ مگر اس موقع (جہاد) پر جو اموال مسلمانوں کو حاصل ہوئے ہوں، ان میں ایسے مسلمان حضرات کا حصہ نہیں ہو گا''۔

''اے سعد! یہ آپ کے لئے میرا حکم اور عہد ہے''۔

لیکن اس فرمان سے قبل حضرت عمرؓ نے مجمع عام میں بحث و تمحیص کے بعد فیصلہ کیا

(737) بروایت ابو یوسفؒ - امیر المومنین عمر فاروقؓ کے پاس جب سعد بن ابی وقاصؓ (عامل عراق) کا وفد حاضر ہوا تو آپ نے اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجلس مشاورت میں فرمایا کہ ''اے مسلمانو! اب حکومت کے شعبے متعین کئے جائیں'' کیونکہ حضرت عمرؓ اب تک اموالِ غنیمت شرکائے جہاد میں ہر کہ ومہ کے لئے مساوی تقسیم پر متفق تھے، مگر (ان) فتوحاتِ عراق پر جب مسلمانوں کے ہاتھ اموالِ غنیمت بکثرت آ گئے، تو آپ نے اپنے سابقہ اندازِ تقسیم میں بمصلحتِ وقت تبدیلی کرتے ہوئے تساوی کی بجائے تفاضل کا ارادہ کر لیا اور دیگر صحابہ کرامؓ نے بھی بخوشی و مجبوری امیر المومنین کی رائے سے اتفاق کر لیا۔

مگر امیر المومنین نے فتح (عراق) میں اراضی کی تقسیم میں جب مشاورت فرمائی تو صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے اس کے بھی تقسیم ہی کر دینے کا مشورہ دیا مگر امیر المومنین اس پر متفق نہ تھے۔ فرمایا:

فکیف بمن یاتی من المسلمین فیجدون الارض بعلوجها قد قسمت وورِثت عن الاباٰء و حیزتْ ما هذا برائی .

آخر ان مسلمانوں کا کیا حشر ہو گا، جو ہمارے بعد آئیں گے وہ دیکھیں گے، کہ تمام مفتوحہ اراضی و ممالک تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ پس میری رائے اراضی کی تقسیم پر نہیں۔

منع تقسیم اراضی پر ابن عوفؓ کا اعتراض

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا- "کیا یہ اراضی اور ان کے غیر مسلم مالک اللہ نے ہمیں فتح میں نہیں دیئے ؟"

امیر المومنین نے فرمایا، "اے عبدالرحمٰن ! بات یہی ہے جو آپ فرماتے ہیں مگر میری رائے ان اراضی کی تقسیم سے متفق نہیں (کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں) اب میرے بعد کوئی ایسا شہر فتح نہ ہو گا جس سے مسلمانوں کو اتنا نفع حاصل ہو، جتنا اب تک ہو چکا ہے بلکہ آئندہ فتح ہونے والے علاقے مسلمانوں پر اور بھی بار ثابت ہوں گے۔ پس اگر شام و عراق کی اراضی اور باشندے موجودہ مسلمانوں پر تقسیم کر دیئے گئے تو آئندہ اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لئے کہاں سے مال آئے گا ؟ اور آج کے بعد فتح ہونے والے شہروں کے یتیم اور بیواؤں کی کفالت کیونکر کی جا سکے گی ؟"

اس موقع پر شام و عراق کے محاذ پر لڑنے والے پھر مصر ہوئے کہ انہیں یہ اراضی اور ان کے باشندے بصورت غلام تقسیم کر ہی دیئے جائیں بلکہ انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ :

ولا تقف ما افآء الله علينا باسيافنا على قوم لم يحضروا ولم يشهدوا ولا بناء قوم ولا بنا ء هم لم يحضروا .

اے امیر المومنین ! ہماری تلواروں کے ذریعہ سے جو مال اللہ نے ہمیں

عنایت فرمایا ہے، آپ کو اس کی حوالگی میں توقف نہ برتنا چاہئے، ان لوگوں کی بھلائی کے لئے جو اس وقت موجود ہی نہیں، نہ ان لوگوں کی اولاد کے لئے جو آئندہ آنے والی ہے۔

امیر المومنین نے فرمایا "میری تو یہی رائے ہے جو میں پیش کر چکا ہوں"۔

اس موقع پر امیر المومنین سے درخواست کی گئی کہ "پھر آپ مہاجرین اولین سے مشورہ فرمالیجئے، اور یہ حضرات تشریف لے آئے، مگر ان میں بھی دو رائے ہوگئیں۔

تقسیم پر	منع تقسیم پر
حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف	حضرت عثمانؓ و علیؓ و طلحہؓ اور امیرالمومنین

لیکن اب بھی کوئی فیصلہ نہ ہو سکا، آخر یہ طے ہوا کہ انصار مدینہ میں سے دس معمر اور اشراف (حضرات) کو طلب کیا جائے۔ پس قبیلۂ اوس اور قبیلۂ خزرج کے پانچ، پانچ بزرگوں کو بلایا گیا (اور امیر المومنین نے مندرجہ ذیل تقریر ارشاد فرمائی)

بعد ثنائے باری تعالیٰ!

"میں نے آپ حضرات کو اس لئے زحمت دی ہے تاکہ آپ لوگ اس امانت کی ادائیگی میں میری اعانت فرمائیں، جو آپ لوگوں کی اصلاح کے لئے میں نے اپنے سر ڈال رکھی ہے، آخر میں بھی تو آپ حضرات کی طرح جماعت کا ایک فرد ہوں۔ بے شک آپ حضرات حق پر ہیں، اور حق کا اعتراف فرماتے ہیں، نہ مجھے اس کا ملال ہے کہ زیر بحث تجویز میں کون میرا مخالف ہے، نہ اس پر فخر کہ کس کس نے میری موافقت فرمائی، نہ میرا یہ اصرار کہ آپ حضرات بلاوجہ میری رائے پر صاد فرمادیں بلکہ آپ کے سامنے اللہ کی کتاب موجود ہے جو ناطق با لحق ہے، سوگند بخدا! اس معاملے میں میرا کوئی ذاتی مفاد نہیں بلکہ مقصد حق کی طرف رجوع کرنا ہے"۔

امیرالمومنین نے یہاں تک فرمایا تھا کہ آوازیں آنے لگیں - اے امیر المومنین! ہمیں تسلیم ہے کہ آپ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں، وہ بالکل مناسب ہے"۔ مگر حضرت عمرؓ نے سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

"آپ حضرات نے یہ بھی سنا جو تھوڑی دیر پہلے بعض دوستوں نے فرمایا کہ میں اس وقت ان کے حقوق پر تصرف کر رہا ہوں، حالانکہ میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ کسی پر ظلم کروں اور اس کے حق میں دست اندازی کروں۔ سوگند بخدا! اگر میں نے ایسا کیا ہے تو میں شقی ہوں، بلکہ منع تقسیم (اراضی) میں میری مصلحت یہ ہے کہ اب ارض کسریٰ (از ایران تک بہ عراق و شام) میں کوئی ایسی جگہ نہیں رہی، جسے ہمیں فتح کرنا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات کا کہاں تک اعتراف کیجئے، جس نے ہمیں ان کی زمین ان کے باشندوں سمیت ہمارے قبضہ میں کر دی۔ اس فتح کے اموال منقولہ میں سے میں نے خمس نکال کر انہی میں تقسیم کر دیا ہے اور اس خمس کو بھی اس کے مصرف پر خرچ کر دیا ہے"۔

عراق کی اراضی اور غیر مسلم باشندے تقسیم نہ کرنا ریاست کا استحکام ہے

"مگر میں سمجھتا ہوں کہ ان علاقوں کی اراضی وہاں کے آتش پرست باشندوں ہی کے پاس (بدستور) رہنے دی جائے، جس میں مسلمانوں کے کئی فائدے ہیں:

1۔ اراضی پر خراج (لگان) وصول ہوگا۔

2۔ غیر مسلم رعایا سے جزیہ۔

اور یہ دونوں قسم کے محاصل

الف۔ جنگوں میں کام آئیں گے۔

ب۔ بیت المال میں جمع ہونے سے موجودہ مسلمانوں کی اولاد کی معونت ان سے ہو سکے گی۔

ج۔ آج کے بعد مسلمانوں کو جو ضرورتیں در پیش ہوں گی، ان میں مدد حاصل ہو گی"۔

امیر المومنین نے اپنی تقریر میں یہ بھی فرمایا کہ "موجودہ مفتوحہ شہروں میں دشمنوں کی حفاظت کے لئے فوجی چوکیوں کی ضرورت ہے۔ یہ شام کا وسیع علاقہ ہے۔ یہ جزیرہ ہے، کوفہ ہے۔ مصر ہے، جن کے تحفظ کے لئے ہر مقام پر فوجی چھاؤنی قائم کرنی ہے جن پر روپیہ پانی کی طرح خرچ ہوتا ہے۔ آج اگر یہ اراضی (عراق) اور اس کے غیر مسلم باشندوں کو (غلام بناکر) آپس میں تقسیم کر لیا گیا تو یہ مصارف کہاں سے پورے کئے جائیں گے؟"۔

منظوری

یہ سن کر حاضرین پکار اٹھے، بے شک آپ صحیح فرماتے ہیں کہ اگر مفتوحہ علاقوں کے لئے چھاؤنی قائم نہ کی گئی تو ان کے مفرور کافر باشندے پھر جمع ہو کر انہیں ہم سے واپس لینے کی کوشش کریں گے۔ اے امیر المومنین! ہمیں آپ کی رائے سے اتفاق ہے۔

اراضی کی پیمائش

امیر المومنین نے فرمایا "آپ لوگ مجھ سے متفق ہو گئے ہیں تو اب کسی ایسے صاحب کا انتخاب کیجئے، جو صلاحیت کے ساتھ اراضی کی پیمائش کے طریقے میں بھی ماہر ہو اور جو غیر مسلموں پر لگان و جزیہ مقرر کرنے میں انصاف کی حدوں سے نہ گزر جائے"۔

......اور حاضرین نے حضرت عثمان بن حنیفؓ کا نام پیش کرتے ہوئے عرض کیا، اے امیر المومنین! یہ عثمانؓ - مرد دانا اور پرانے تجربہ کار ہیں، یہ اس سے زیادہ مشکل کام بھی سرانجام دے سکتے ہیں۔ آخر امیر المومنین نے ان کو عراق کی گرداوری

پر نامزد فرماتے ہوئے تاکید فرمائی کہ اراضی کی مساحت کیجئے۔[۹]

حضرت عمرؓ کی وفات سے ایک سال قبل عراق کا لگان

آپ کی وفات سے ایک سال قبل سواد (عراق) کے یک سالہ لگان کی رقم حسب ذیل تھی۔

ایک لاکھ درہم

اور اس وقت درہم کا نرخ۔ مساوی یک درہم اور 2½ وانق (کیونکہ اس درہم کا وزن ایک مثقال تھا)[۹]

(738) بروایت ابو یوسفؒ۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے مومنین سب نے بالاتفاق امیر المومنین عمر فاروقؓ سے استدعا کی کہ آپ ملک شام کی اراضی و مملوک کی تقسیم اسی طرح فرمادیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی اراضی و باغات تقسیم فرمادیئے تھے اور یہ مطالبہ کرنے والوں میں حضرت زبیرؓ (بن العوام) و جناب بلالؓ بن رباح پیش پیش تھے۔

حضرت عمرؓ نے (ان سے) فرمایا، اگر میں آپ لوگوں کی خواہش پر یہ سر زمین اور اس کے باشندے تقسیم کر دوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے بعد میں آنے والے طبقہ (مسلمین) کے لئے کوئی شے باقی نہ رہنے دوں۔ اس موقع پر امیر المومنین نے یہ دعا کی۔ "یا اللہ مجھے بلال اور اس کے ہم نواؤں کے فتنہ سے محفوظ رکھیو"۔ اور امیر المومنین نے شام کے ذمی طبقے کو ان کے مقام پر اسی طرح آباد رہنے دیا، جو مسلمانوں کو جزیہ ادا کرتے رہے۔

اس واقعہ کے بعد عمواس (خطۂ شام) میں طاعون پھیل گئی (جس میں بے شمار

مسلمان طعمہ اجل ہوئے) تو مسلمانوں کو خیال گزرا کہ ہم پر یہ دن حضرت عمرؓ کی اس بد دعا کا نتیجہ ہے۔

(739) بروایت ابو یوسفؒ - الغرض اسی تنازع میں دو (یا تین) دن گزر گئے۔ آخری روز امیر المومنین نے فرمایا "اے مسلمانو! مجھے قرآن مجید میں سے اپنے اس خیال کی دلیل مل گئی ہے (کہ جو مال فی الوقت مسلمانوں کا حصہ ہے اس میں سے بعد میں آنے والوں کو بھی مد نظر رکھا جائے)

مستحقین فے کے طبقاً عن طبقٍ چار مورد ہیں

مورِدِ اوّل : صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ فرمایا:

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (الحشر : ٦)

تمہاری تگ و تاز کے بغیر اللہ تعالیٰ نے جو اموال اپنے رسول (ﷺ) کو عنایت فرمائے تو اللہ نے اپنے رسولوں میں سے جس کے لئے چاہا اسے ان اموال پر مسلط فرمادیا، اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔

اس موقع پر امیر المومنین نے بنو نضیر کا واقعہ بیان فرمایا کہ کس طرح انہوں نے یہ مصیبت از خود اپنے سر اوٹ لی اور فرمایا کہ یہ آیت ہر ایسی مفتوحہ بستی پر دال ہے جو اسی طرح مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔

پھر فرمایا:

مورِدِ دوم : بشمولیت مہاجرین

"لیکن اللہ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں فرمایا کہ ایسے اموال میں رسولؐ ہی کا

حصہ رہے گا بلکہ ان اموال میں مہاجرین کو بھی حصہ دار بنایا گیا، جنہوں نے عہد رسالتؐ میں شرفِ ہجرت حاصل کیا"۔

اور یہ اموال ان لوگوں کے لئے بھی ہیں

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ لا كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ط وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ق وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ o(الحشر: ۷)

اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو اموالِ کفار تگ و تاز کے صدقہ میں عنایت فرمائے ہیں ان میں مندرجہ ذیل حصہ دار ہیں (1) اللہ اور اس کا رسولؐ (2) ذوی القربیٰ (3) یتیم (4) مسکین (5) مسافران بے زادِ راہ۔ یہ تقسیم اس وجہ سے ہے کہ مبادا دولت صرف مالداروں ہی کے درمیان گھومتی رہے۔ (اور اے مسلمانو!) رسولؐ جو کچھ تمہیں دے اسے قبول کر لو اور جس سے وہ منع کرے اس سے ہٹ جاؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو، واقعی اللہ تعالیٰ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

اور ذرا توقف کے بعد امیر المومنین نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ o (الحشر: ۸)

(اموال مذکورۂ صدر) ان ضرورت مند مہاجرین (مکہ) کے لئے بھی ہیں جو اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے، اور ان کے اموال ضبط کر لئے گئے۔ ان لوگوں کی ہجرت کا مقصد فضل خداوندی کی تلاش اور اس کی رضامندی کی جستجو ہے اور ان کا

چلن اللہ اور اس کے رسولؐ کی اعانت ہے۔ یہ (مہاجرین) اپنے معاملات میں ہمیشہ صادق ہیں۔

مورد سوم : شمولیت انصار

اس کے بعد امیر المومنین نے فرمایا : لیکن خداوند عالم نے اعطائے غنائم میں صرف مہاجرین اولین ہی تک تحدید پر اکتفا نہیں رکھا، بلکہ اہل مدینہ (انصار) کو بھی انہی مستحقین میں شامل فرمادیا اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی :

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o (الحشر : ۹)

(اور یہ اموال غنیمت ان لوگوں کے لئے بھی ہیں) جو ان مہاجرین سے بھی پہلے ایمان لائے اور اپنے گھروں میں بستے رہے۔ (اہل مدینہ، پھر) انہوں نے ان لوگوں کے ساتھ جو ہجرت کر کے ان کے ہاں آپہنچے، محبت نباہی۔ اور انہوں نے کبھی اس پر اپنے دلوں میں کسک پیدا نہیں ہونے دی کہ ان مہاجرین کی اعانت مالی کیوں کی جاتی ہے، بلکہ (موقع آپڑنے پر) وہ بطیب نفس خود پر مہاجرین کو ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ وہ خود کتنے ہی زبوں حال کیوں نہ ہوں اور جو بخل نفس سے بچایا گیا، وہی لوگ فلاح یاب ہو گئے۔

یہ آیت تلاوت کرنے کے بعد امیر المومنین نے فرمایا کہ اس آیت میں صرف انصار ہی کی طرف سے مہاجرین (اولین) کی معونت اور غنائم میں سے ان کی اعانت کے متعلق خاص حکم ہے۔

مورد چہارم

"لیکن اللہ تعالیٰ نے اعطائے غنائم میں صرف مہاجرین مکہ اور انصارِ مدینہ ہی

پر حصر نہیں رکھا بلکہ ان دونوں کے بعد آنے والوں کا حصہ بھی ان اموال میں نظر انداز نہ ہونے دیا، یعنی فاتحین سواد عراق کے حاصل کردہ غنائم میں والذین جاءو ا من بعدھم کا حصہ بھی ہے۔

اور امیر المومنین نے یہ آیت شامل فرمائی:

والذین جاءو ا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم٥ (الحشر: ١٠)

(اور یہ اموال غنیمت ان لوگوں کے لئے بھی ہیں) جو لوگ ان (موجودہ مسلمانوں بوقت نزول آیت) کے بعد آئے، جو زبان قال سے بایں طور کہتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمارے گناہ معاف فرمائیو، اور ان لوگوں کے گناہ بھی جو ہم سے پہلے دنیا میں آئے اور حالت ایمان میں یہاں سے سفر آخرت اختیار کر گئے۔ خداوند! مبادا ہمارے قلوب میں سابق مومنین کے متعلق ذرہ بھر کینہ اُبھر نے پائے، اے الہ العالمین تو بڑا رؤف ورحیم ہے۔

آخری فیصلہ

آیت (مذکورہ) تلاوت کرنے کے بعد امیر المومنین نے آخری فیصلہ ان الفاظ میں ارشاد فرمایا:

فکانت ھذہ عامة لمن جاء بعدھم فقد صار ھذا الفیٔ بین ھولاء جمیعا فکیف نقسمه لھولاء، وندع من تخلف بغیر قسم

پس (اس آیت کے مطابق) ان اموال (غنائم) میں ان لوگوں کا حصہ بھی ہے جو آج کے بعد آنے والے ہیں، اور حقیقت یہی ہے، لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ ہم یہ اموال موجودین ہی میں تقسیم کر کے انہیں ختم کر دیں اور بعد میں آنے والوں کو ان میں

سے کچھ نہ ملے۔

امام زہری (راوی اثر) فرماتے ہیں، بالآخر حضرت عمرؓ نے سواد عراق کی اراضی اور وہاں کے غیر مسلم باشندوں پر کوئی تقسیم عائد نہ فرمائی، بلکہ اراضی پر لگان۔ اور باشندوں پر (جو غیر مسلم تھے) جزیہ عائد فرمادیا۔

قاضی ابو یوسفؒ کی رائے

قاضی ابو یوسف فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے سواد عراق کی اراضی اور غیر مسلم رعایا کی منع تقسیم میں قرآن مجید سے جو استدلال فرمایا، تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی بروقت معونت اور اس میں تمام مسلمانوں کی بھلائی مضمر تھی، کیونکہ اس زمین پر لگان اور باشندوں پر ٹیکس مسلمانوں کے لئے استمراری منافع تھا۔ اگر امیر المومنین یہ انتظام نہ فرماتے، تو ظاہر ہے کہ یہ تمام اموال (اراضی ورعایا) فاتحین کے درمیان تقسیم ہو کر ختم ہو جاتے، جس کے نتیجہ میں نہ تو اس وقت کے مفتوحہ علاقوں کی سرحدیں محفوظ ہو سکتیں، نہ اسلامی لشکر ہی کو جہاد کے لئے تیار کیا جا سکتا حتی کہ اگر ان شہروں کے شکست خوردہ مفرور (کافر) دوبارہ اپنے علاقوں پر حملہ آور ہوتے تو مسلمانوں کی طرف سے ان کی مدافعت کی کوئی تدبیر نہ بن پاتی۔ یہ حضرت عمرؓ ہی کی خیر طلبی کا ثمر ہے، اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا بڑا قدردان ہے۔ (مفہوم عبارت قاضی ابو یوسفؒ)

امام شافعیؒ کا فتویٰ

امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ مندرجہ ذیل تین قسم کے مفتوحہ علاقے (**الدور والارضون**) تمام مسلمانوں کے لئے وقف ہیں۔

1۔ مفتوحہ علاقے اور ان کا غلہ (بیت المال میں) جمع کیا جائے۔ **یستغل غلتها**[10]

2۔ جو علاقہ ان کے مشرک باشندے از خود چھوڑ کر وہاں سے نکل جائیں۔ ما ترکہ من بلاد اھل الشرك ھكذا۔

3۔ فاتحین کی رضا سے اپنے حصہ سے دست بردار شدہ املاک، جیسا کہ (فتح حنین میں) قبیلہ ہوازنؓ کے اسیروں سے فاتحین نے دست برداری دے دی۔ او شئ استطاب انفس من ظهر عليه بخيل و ركاب فتركوه۔

(امام شافعیؒ) (مذکورۂ صدر دفعہ 3 کی تائید میں) فرماتے ہیں:

"جیسا کہ حضرت جریر بن عبداللہ (البجلی صحابی) کی روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجھے سواد عراق میں سے جو علاقہ دیا تھا، بعد میں اس کا معاوضہ (قیمت) دے کر مجھ سے واپس لے لیا"، تو جریر کی یہ روایت اس (مذکورۂ صدر روایت) کے مشابہ ہے، جس میں امیر المومنین نے فرمایا کہ اگر میں تقسیم کنندگان کے سامنے جوابدہ نہ ہوتا، تو میں تقسیم کردہ اراضی کسی سے واپس نہ لیتا" -اور- "ممکن ہے کہ حضرت عمر نے صلح اور جنگ دونوں صورتوں سے حاصل کردہ علاقے پہلے تقسیم فرما دیئے ہوں، مگر بعد میں!

الف۔ صلح سے حاصل کردہ (علاقے) -(مسلمانوں) سے بلا معاوضہ واپس لے لئے ہوں۔

ب۔ اور جنگ سے فتح کردہ -(مسلمانوں سے) معاوضہ دے کر لوٹا لئے ہوں"

شاہ ولی اللہ کی رائے

"ممالک عراق پر فارس اور روم کے جو بادشاہ مسلط تھے، وہ یہاں کے لوگوں سے زمین کا لگان وصول کرتے تھے۔ مگر ان باشندوں کا سواد (ملک عراق و شام) کی اراضی پر جدی قبضہ تھا۔ اس وجہ سے یہ اراضی ان باشندوں کی "موروثی" ہو چکی تھی۔

لیکن جب مسلمانوں نے فارس و روم کے بادشاہوں کو یہاں سے بھگا دیا، تو اب ان علاقوں کی رعایا کے دو گروہ ہو گئے

الف۔ ایک گروہ، جس نے اپنے بادشاہ کی مرضی کے خلاف مسلمانوں سے صلح کر لی	یہ طبقہ اپنی اراضی پر بدستور قابض رکھا گیا اور ان سے معمولی لگان لیا گیا۔
ب۔ دوسرا گروہ، جس نے اپنے اپنے بادشاہوں کی حمایت میں مسلمانوں سے جنگ لڑی	اس طبقے کی اراضی حضرت عمرؓ نے ضبط کر کے مسلمان فاتحین میں تقسیم کر دی

حضرت عمرؓ نے اس موقع پر اسی مناسبت کی وجہ سے آیۂ فے تلاوت فرمائی۔ لیکن اہالیان سواد میں ایسے باشندے کم تھے جو اپنے بادشاہوں کی حمایت میں مسلمان حملہ آوروں کے بالمقابل مقاتلہ کے لئے نکلے۔ مگر جن باشندوں نے یہ ارتکاب کیا، ان کی اراضی غنیمت کی حدود میں آجانے کی وجہ سے پہلے تو تقسیم کر دی گئی، لیکن بعد میں حضرت عمرؓ کو خیال گزرا کہ یہ اراضی آنے والے مسلمانوں کی غرض سے وقف کر دینا چاہئے (اور یہاں لفظ وقف ان معنوں میں نہیں کہ وہ پھر کبھی بھی واگزار نہ ہو سکے جیسا کہ وقف مصطلحہ کا مسئلہ ہے) تو حضرت عمرؓ نے ان مسلمانوں سے (جن کو اوّلاً یہ اراضی تقسیم کر دی گئی تھی) فرمایا کہ وہ اپنا اپنا حصہ واپس کر دیں جسے بعض نے ناپسند کیا، اور ایسے اشخاص کو معاوضہ دے کر وہ اراضی ان سے واگزار کرالی گئی۔

(شاہ صاحب فرماتے ہیں) "اگر قاضی ابو یوسفؒ کی توجیہہ تسلیم کر لی جائے تو اس کے مطابق ہمیں سوادِ عراق و شام کو مالِ غنیمت کی بجائے فے تسلیم کرتے ہوئے ماننا پڑے گا کہ صحابہ کرامؓ نے اجماع اور حدیث نبویﷺ[12] کے مطابق اس علاقہ کی اراضی کو آیۂ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ[13] (8:42) کے عموم سے خاص کر لیا کیونکہ

قاضی ابو یوسفؒ کے (مذکورہ) بیان کا تقاضا فارس و روم کے مقبوضہ علاقوں پر مسلمانوں کے تسلط سے انہی معنوں سے متبادر ہو سکتا ہے"۔

امام شافعیؒ کی رائے عام علاقوں کے متعلق

مفتوحہ علاقے دو حیثیت رکھتے ہیں، قابل تقسیم و نا قابل تقسیم

1۔ جو علاقے مسلمانوں نے کسی لڑائی کے بغیر حاصل کئے (من غیر ایجاف خیل ولا رکاب) تو یہ علاقے وقف ہیں، اور ان کی آمدنی مسلمانوں کی فوجی چھاؤنیوں کے لئے جمع ہو گی، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ ذیل املاک اسی ضرورت کے لئے وقف فرمادیں۔

الف۔ خیبر کا نصف حصہ جو لڑائی کے بغیر فتح ہوا۔

ب۔ بنو نضیر (یہود مدینہ) کی تمام املاک ایضا

ج۔ فدک

2۔ مگر جو علاقے لڑائی سے فتح ہوئے، وہ فاتحین کے درمیان منقسم ہوں گے جیسے خیبر کا دوسرا نصف حصہ جو مقاتلہ سے فتح ہوا تھا (اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمادیا)۔

(شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں) ہمارا یہ بیان امام مالکؒ و امام شافعیؒ ہر دو حضرات کی اس ظاہر روایت پر ہے کہ

غنائم میں بعد میں آنے والوں کا بھی حق ہے

(739) بروایت امام شافعیؒ - قال عمر لولا اخر المسلمین ما فتحت مدینة الا قسمتها کما قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر [14]

حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر مجھے بعد میں آنے والے مسلمانوں کی ضروریات کا

احساس نہ ہوتا تو میں ہر مفتوحہ شہر کو اسی طرح تقسیم کر دیتا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر تقسیم فرمادیا۔

(740) بروایت امام شافعیؒ - حضرت جریر بن عبداللہ فرماتے ہیں، امیر المومنین نے فرمایا- "اگر میں تقسیم کنندہ ہونے کی وجہ سے باز پرس کا مکلّف نہ ہوتا، تو تقسیم شدہ اموال میں کوئی تبدیلی نہ کرتا"[15]

امام شافعیؒ فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ کی یہ روایت ان اموال پر مشتمل ہے جو مقاتلہ سے حاصل ہوئے، (یعنی غنیمت) کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف وہی اموال (صحابہ پر) تقسیم فرمائے جو لڑائی سے دستیاب ہوئے۔ (جیسا کہ پہلے گزر گیا)

مصالح زمان و مکان سے تغیر فتویٰ

(ایضاً امام شافعیؒ) لیکن حضرت عمرؓ اور جمہور صحابہ نے مصالح زمان و مکان کے مطابق ان اموال کو (جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت ہونے کی وجہ سے قابل تقسیم قرار دیا تھا) فوجی چھاؤنیوں، اسلحہ جات اور سامانِ رسد کے لئے "خزانہ" کرنا شروع کر دیا۔ **فبهذه الروية يتعين حملها على الفتوح عنوة وجعله خزانة للغزاة عدة للسلاح والكراع.**

اموال غنائم میں ہر فرد مسلم کا حق ہے

(741) بروایت امام شافعیؒ - امیر المومنین نے فرمایا ان اموال (مراد از غنائم وفے) میں ہر ایک (مسلمان) کا حق ہے، اگرچہ میں ہر فرد امت تک اسے پہنچا سکوں یا نہ پہنچا سکوں، بجز غلام اور باندیوں کے[16]

(742) بروایت امام شافعیؒ - حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر میں کچھ دن اور زندہ رہا، تو موضع حمیر[17] کے محلّہ سرو[18] کے چرواہے تک ان اموال (غنائم) میں اپنا حق لینے کے

لئے میرے پاس آئیں گے۔

امام شافعیؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ کے اس قول کا مفہوم یہ ہے کہ اموال فے و صدقات میں تمام اہل غزوہ (شرکائے جنگ) کا حق ہے۔ لیکن مجھے (امام شافعیؒ کو) اہل علم سے یہ فتویٰ "حفظ" ہے کہ "اعراب کو اموالِ فے میں سے کچھ نہ دیا جائے"۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، "تقسیم اموالِ (غنائم) میں (ہمارے سامنے دو مختلف عمل ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابو بکرؓ...... اور حضرت عمرؓ، مگر میرے (شاہ صاحب کے) نزدیک اس اختلاف (عمل) کی وجہ یہ ہے کہ

الف۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صدیقی میں ان اموال کی قلت تھی۔ بدیں وجہ یہ ایک معین طبقے تک محدود رکھے جاتے تھے۔

ب۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ان اموال کی کثرت ہو گئی۔ بایں سبب مستحقین کی تحدید ختم کر کے عوام میں تقسیم ضروری کی گئی۔

اسی بنا (وجہ ب) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے مستحقین میں تمام مسلمانوں کے شامل ہونے کے لئے اس آیہ (فے) کی تلاوت فرمائی۔ (یعنی بحسب عنوان مورد چہارم وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ در شرح روایت گزشتہ) لیکن پھر بھی تقسیم کے وقت تقدیم استحقاق کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

اموالِ مسلمین پر امامِ وقت کا تفوق والئ یتیم کا سا ہے

(743) بروایت بیہقی - امیر المومنین نے فرمایا کہ اموالِ مسلمین پر میرا تفوق اتنا ہی ہے جس طرح یتیم کے مال پر اس کے ولی کا، کہ اگر مجھے اپنے لئے ضرورت درپیش نہ ہو تو میں اس مال سے مستغنی ہوں، اور اگر میں مجبور ہو جاؤں تو بقدر

ضرورت اس میں سے خود پر صرف کرلوں۔(اس سے زیادہ نہیں)

(744) بروایت امام شافعیؒ۔حضرت عمرؓ سے بیت المال کی ایک باندی کے متعلق عرض کیا گیا، تو فرمایا کہ یہ چیز میرے لئے کیونکر حلال ہو سکتی ہے۔(اے دوستو!) میں تمہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ بیت المال پر میرا استحقاق یہ چیزیں ہیں:

1۔ایک چادر سردی سے بچنے کے لئے

2۔ایک چادر گرمی سے حفاظت کے لئے

3۔ایک چادر حج وعمرہ کے احرام کے لئے

4۔عام قریش (نہ ان کے اغنیاء) کے مطابق اپنا اور اپنے اہل وعیال کا قوت

5۔اور جب عام تقسیم ہو اور میں بھی اس زمرہ میں آسکوں تو بحصہ رُسد

اموالِ منقولہ کی تقسیم میں استعمال

(745) بروایت امام شافعیؒ -جب (مدینہ منورہ میں) سواد عراق سے اموال منقولہ پہنچا، تو خزانہ دار نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا، اگر ارشاد ہو تو میں اسے خزانہ میں جمع کردوں؟ فرمایا-برب کعبہ! میں ہرگز اسے جمع نہ ہونے دوں گا بلکہ تقسیم کر کے رہوں گا-اور حکم دیا کہ یہ مال مسجد میں رکھ کر چڑے سے ڈھانک دیا جائے۔شب بھر مہاجروانصار اس پر چوکیداری کرتے رہے۔

صبح ہوئی اور امیر المومنین تشریف لائے، اسی وقت حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب و حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف (دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے ہوئے) داخل مسجد ہوئے۔جب انبار سے پردہ ہٹایا گیا تو دیکھنے والے حیران تھے۔ انہوں نے اس سے قبل یہ چیزیں دیکھی نہ تھیں۔اس میں سونے کی بنی ہوئی چیزیں تھیں، یاقوت تھے، زبرجد اور موتی تھے کہ ان کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں

اور یہ منظر ہر ایک کو لبھا رہا تھا...... مگر حضرت عمرؓ ایک طرف کھڑے ہوئے آنسو بہا رہے تھے، عباسؓ (یاابن عوفؓ) نے امیر المومنین سے عرض کیا

اے امیر المومنین! یہ وقت رونے کا ہے یا شکر و مسرت کا؟

فرمایا واللہ! اس وقت آپ کی اور میری حالت مختلف ہے۔ میں اس لئے روتا ہوں کہ جب بھی کسی قوم میں یہ دولت اس فراوانی سے آئی، وہ آپس میں ایک دوسرے کی دشمن بن گئی...... اور اس کے بعد حضرت عمرؓ نے روبقبلہ ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ عرض کی:

اللهم انی اعوذ بك ان اكون مستدرجاً فانی اسمعك

خداوندا! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں خود کو ہلاکت کی طرف لے جاؤں۔

تقول- "سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ" o(44:68)

میں نے سن لیا ہے (قرآن مجید کی اس آیت کو) کہ ہم جلد ہی ان کو اس ہلاکت کی طرف لے جائیں گے جس کے تصور سے بھی وہ ناواقف ہیں۔

ابتدائے تقسیم

اب تقسیم شروع ہوئی۔ پہلے آپ نے از خود حضرت سراقہ بن جعشم کو بلایا، وہ حاضر کئے گئے۔ انہیں شہنشاہ کسریٰ کے کنگن عطا فرما کر ارشاد ہوا، ابھی پہنئے۔ (سراقہ کی کلائیاں بڑی نازک اور بالوں سے گتھی ہوئی تھیں) پھر فرمایا اے سراقہ تکبیر بلند کرو! اور انہوں نے بآواز بلند اللہ اکبر کہا۔ پھر فرمایا، اے سراقہ! یہ بھی کہو **الحمد لله الذی سلبهما من کسری بن هرمز والبسهما سراقة بن جعشم اعرابيا من بنی مدلج** (قابل ستائش ہے وہ الہ العالمین جس نے یہ کنگن (شہنشاہِ) کسریٰ بن ہرمز کے ہاتھوں سے اتروا کر قبیلۂ بنی مدلج کے بدو سراقہ کو پہنوائے)۔

...... اور حضرت سراقہ ...... انہیں دیکھ دیکھ کر اپنے جامے میں پھولے نہ سماتے تھے۔

اس کے بعد امیر المومنین نے سپہ سالار فاتح عراق حضرت سعدؓ کی تعریف میں فرمایا : کس قدر امین ہے وہ شخص جو انہیں یوں محفوظ یہاں تک لے آیا۔ اس پر حاضرین میں سے ایک صاحب نے کہا "اے امیر المومنین ! میں آپ کہ یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ایسے امانت دار اسی وقت تک اپنے فرائض امانت کا پاس رکھیں گے جب تک آپ بحیثیت امیر دیانت داری کے ساتھ ان کے حقوق ادا فرماتے رہیں گے۔ اگر آپ ان میں خورد برد شروع کر دیں گے تو وہ بھی ان میں تصرف سے باز نہ رہیں گے !" یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا "بے شک ! آپ نے صحیح فرمایا" اور تمام اموال تقسیم فرما کر لوگوں کو رخصت کیا۔

امام شافعیؒ یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں، شہنشاہ کسریٰ کے یہ کنگن امیر المومنین کے سراقہ کو عطا کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیش گوئی پوری ہو گئی جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ کی کلائی پر نظر ڈالتے ہوئے ان سے فرمایا تھا : "اے سراقہ ! وہ وقت آج بھی میرے سامنے ہے کہ تم نے ان کلائیوں میں کسریٰ کے کنگن پہن رکھے ہیں"۔[19]

اموال المسلمین میں مصیبت زدہ طبقہ کی معونت

(746) بروایت امام شافعیؒ - ایک قحط زدہ علاقہ کا پورا قافلہ مدینہ منورہ میں آٹھہرا، جن کی معونت امیر المومنین عمر فاروقؓ اس وقت تک فرماتے رہے جب تک کہ ان کے علاقہ سے مینہ برسنے کی خبر نہ آئی۔ اب وہ لوگ اپنے وطن جانے لگے تو امیر المومنین انہیں رخصت کرنے کے لئے سواری پر بیٹھ کر تشریف لائے۔ یہ لوگ اپنا

شجرہ ا - از مالک بن نضر بن کنانہ بن مدرکہ ــــــ
" ب - از کلاب بن مُرّہ ــــــ
" ج - از عبد مناف بن قصی بن کلاب

شجرہ ا (از نمبر ۱ تا ۱۸)

مالک
فہر (۱)
غالب (۲)

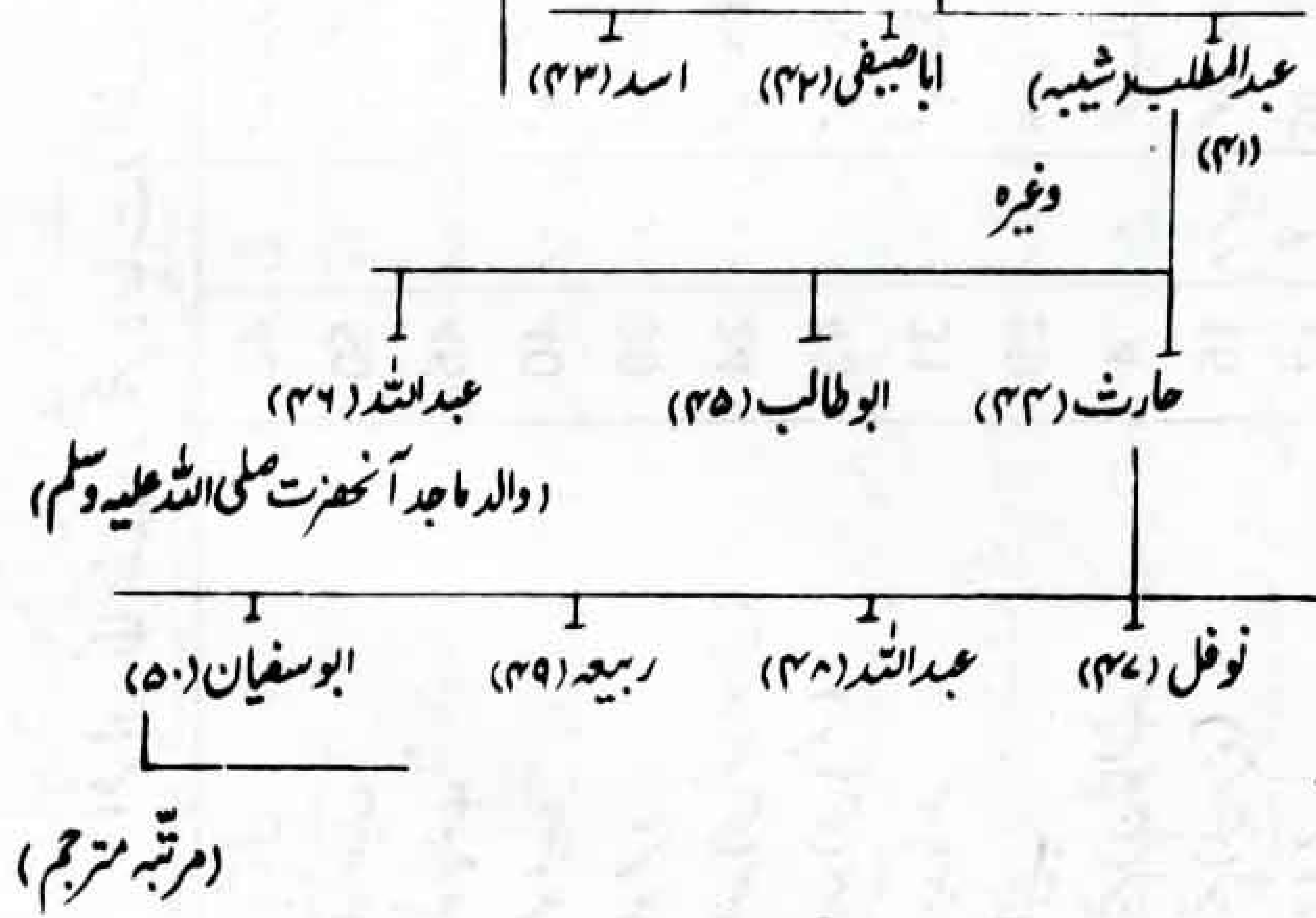
- لوی (۳)
- تیم (۴)

لوی (۳) ←
- کعب (۵)
- عوف (۶)
- عامر (۷)
- حرث (۸)

کعب (۵) ←
- مرّہ (۹)
- ہصیص (۱۰)
- سہم (۱۱)
- جمح (۱۲)
- عدی (۱۳)

مرّہ (۹) ←
- کلاب (۱۴)
- تیم (۱۵)
- مخزوم (۱۶)

عدی (۱۳) ←
- جرّاح (۱۷) — (از اجداد ابوعبیدۃ بن الجرّاح)
- زرّاح (۱۸) — (از اجداد عمر بن الخطاب)


شجرہ ب (از نمبر ۱۹ تا ۳۴)
از کلاب (۱۴) بن مرہ
قصی (۱۹)
زہرہ یا زہری (۲۰)
عبد مناف (۲۱)
عبداللہ (۲۲)
عبدالعزیٰ (۲۳)
اسد (۲۴)
خویلد (۲۵)
سیدہ خدیجہ (۲۶)
(اُمّ المؤمنین)
عبد مناف (۲۷)
حارث (۲۸)
اہیب (۲۹)
وہب (۳۰)
سیدہ آمنہ (۳۱)
(والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)
عبد (۳۲)
عوف (۳۳)
عبدالرحمٰن (۳۴)
(از عشرہ مبشرہ)
شجرہ ج (از نمبر ۳۵ تا ۵۰)
از عبد مناف (۲۱) بن قصی بن کلاب
از بطن عاتکہ بنت مرہ بن ہلال
از بطن واقد بنت عامر بن عبد
مطلب (۳۵)
ہاشم (۳۶)
عبدالشمس (۳۷)
نوفل (۳۸)
ابو عمرو (۳۹)
ابو عبیدہ (۴۰)
عبدالمطلب / شیبہ (۴۱)
اباصیفی (۴۲)
اسد (۴۳)
وغیرہ
حارث (۴۴)
ابو طالب (۴۵)
عبداللہ (۴۶)
(والد ماجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم)
نوفل (۴۷)
عبداللہ (۴۸)
ربیعہ (۴۹)
ابو سفیان (۵۰)
(مرتبہ مترجم)

افراد و ظائف در شجرہ جات (الف، ب، ج)

الف	ابا صیلی	42	ع	عبداللہ (بن حارث)	48
،،	ابو سفیان	50	،،	عبدالرحمن (بن عوف)	34
،،	ابو طالب	45	،،	عبدالدار	22
،،	ابو عبیدہ	40	،،	عبدالشمس	37
،،	ابو عمرو	39	،،	عبدالمطلب	41
،،	اسد (بن عبدالعزیٰ)	24	،،	عبدالعزیٰ	23
،،	اسد (بن ہاشم)	43	،،	عبد مناف (بن قصی)	21
،،	سیدہ آمنہ	31	،،	عبد مناف (بن زہرہ)	27
،،	آہیب	29	،،	عدی	13
ت	تیم (بن غالب)	4	،،	عوف (بن لوئی)	6
،،	تیم (بن مرہ)	15	،،	عوف (بن عبد)	33
ج	جراح	17	غ	غالب	2
،،	جمح	12	ف	فہر	1
ح	حارث (بن زہرہ)	28	ق	قصی	19
،،	حارث (بن عبدالمطلب)	44	ک	کعب	5
،،	حرث	8	،،	کلاب	14
خ	سیدہ خدیجہ (ام المومنین)	26	ل	لوئی	3
،،	خویلد	25	م	مخزوم	16
ر	ربیعہ	49	،،	مرہ	19
ز	زراح	18	،،	مطلب	35
،،	زہرہ	20	ن	نوفل (بن عبد مناف)	38
س	سہم	11	،،	نوفل (بن حارث)	47
ع	عامر	7	و	وہیب	30
،،	عبد	32	ہ	ہاشم	36
،،	عبداللہ (والد رسول اللہ ﷺ)	46	،،	ہصیص	10

(مرتبہ مترجم)

اپنا سامان بار کش جانوروں پر لاد رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ یہ دیکھ کر اہل قافلہ میں سے بنی محارب (بن حصفہ) کے ایک صاحب نے آپ سے عرض کیا "اہل قافلہ کو آپ سے کوئی شکایت نہیں۔ آخر آپ کسی باندی کے بطن سے تو نہ تھے"۔ امیر المومنین نے فرمایا "آپ نے ایسا کیوں کہا۔ آپ لوگوں پر جو کچھ میں نے خرچ کیا ہے، یہ مال میرا یا میرے باپ خطاب کا نہ تھا، بلکہ اللہ عزوجل کا مال تھا"[20]

مستقل وظیفہ خواروں کا مسجل

(747) بروایت امام شافعیؒ۔ (آخر) امیر المومنین عمر فاروقؓ نے ایک ایسا مسجل (رجسٹر) مدون کیا، جس میں ان حضرات کے نام درج کرنا تھے، جن کے نام بیت المال سے مستقل مالی وظائف جاری رہنے چاہئیں اور اس کے لئے بھی آپ نے اربابِ شوریٰ سے مشورہ طلب فرمایا کہ اس مسجل کی ابتداء کن حضرات کے نام سے ہو۔ عرض ہوا، پہلے تو اپنے قرابت داروں کے نام ترتیب رشتہ کے لحاظ سے لکھوایئے۔ یہ سن کر امیر المومنین نے فرمایا "اگر یہی ترتیب ہے، تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے شروع کرنا چاہئے"[21]

(748) بروایت امام شافعیؒ۔ (یعنی گزشتہ روایت سے اضافہ)۔ اور آپ نے بنو ہاشم سے ابتداء فرمائی۔

(749) بروایت امام شافعیؒ۔ جب حضرت عمرؓ نے وظائف کا مسجل (رجسٹر) مدون فرمانے کا حکم دیا تو محرر نے کہا "سرلوح ہاشمی حضرات کے نام لکھئے کیونکہ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حق تقدم بخشا اور اس وقت میں بھی حاضر تھا"۔ البتہ ہاشمی (نمبر 36) اور مطلبی (نمبر 35) میں سن کے اعتبار سے تقدم تاخر فرمایا۔ پس امیر المومنین نے ابتداء ہاشمی اہل وظائف سے کی، ان کے بعد مطلبی خاندان

لکھوائے اور اس وقت جو عطایا دیئے گئے ، وہ ہر قبیلہ کے سردار کے حوالے کر دیئے۔

بنو ہاشم اور بنو مطلب کے بعد قبیلۂ عبد شمس (نمبر 37) و نوفل (نمبر 38) دونوں کا تقابل سامنے آیا اور ان کے مورث عبدالشمس (نمبر 37) و نوفل (نمبر 38) دونوں عبد مناف (نمبر 21) کے فرزند تھے۔ مگر چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ سیدہ آمنہ (نمبر 31) عبد مناف (نمبر 27) کی صلب ہیں ، بدیں دو جہت امیر المومنین نے قبیلۂ عبدالشمس (نمبر 37) کو بنو نوفل (نمبر 38) پر حق تقدم بخشا اور اولاد عبدالعزیٰ (نمبر 23) اور عبدالدار (نمبر 22) کا مرحلہ آیا، توامیر المومنین نے بنو اسد (نمبر 24) کو ان دو وجہوں سے بنو عبدالدار (نمبر 22) پر مقدم رکھا۔

الف۔ بنو اسد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاہرت بوجہ ام المومنین سیدہ خدیجہ (نمبر 26) ہے جو اسد (نمبر 24) بن عبدالعزیٰ (نمبر 23) کی پوتی ہیں۔

ب۔ مطیّبین اسی قبیلہ میں ہیں۔

(جنہوں نے جاہلیت میں باہم ایک دوسرے خاندان کی نصرت و یاوری کا معاہدہ کرتے ہوئے قدح آب میں ہاتھ ڈبوئے اور انہی تر ہاتھوں سے کعبہ کا مس بغرض توکید عہد کیا، وہ لوگ مطیّبین[22] کہلائے۔

مطیّبین ہی میں عبد مناف (21) اور عبد الدار (22) دونوں کی اولاد ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہی عبد مناف (21) کی اولاد سے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ (46) بن عبدالمطلب (41) بن ہاشم (36) بن عبد مناف (21)۔

اور بعض حضرات نے مطیّبین کی بجائے ان کو ارباب حلف الفضول (فضول بہ معنی تفضّل) میں شامل سمجھا، جو مندرجہ ذیل تین خاندانوں میں ہوا۔

1۔ بنو ہاشم بن عبد مناف (21)۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

خاندان ہے۔

2۔ بنو زہرہ یا زہری (20) اور یہ آنحضرت صلوات اللہ علیہ کی والدہ سیدہ آمنہ (31) کا خاندان ہے۔

3۔ بنو تیم (15)۔ جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارباب حلف الفضول[23] (الفضول بہ معنی تفضّل) میں بھی شامل ہیں۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے بنو عبد العزیٰ (3) کی ایک اور مسابقت (1) کا تذکرہ فرمایا۔

اب بنو زہرہ (20) کی نوبت آئی تو انہیں بنو عبد الدار (22) کے بعد لکھوایا۔

اور اب بنو تیم (15) اور بنوم مخزوم (16) کی باری پر اوّل الذکر کو مقدم رکھنے کی وجوہ میں فرمایا کہ:

الف۔ بنو تیم مطیّبین سے ہیں	ان دونوں اوصاف میں رسول اللہ ﷺ کے اتصاف
ب۔ بنو تیم حلف الفضول میں بھی شامل ہیں	کی بناء پر انہیں آنحضرت ﷺ سے قرب حاصل ہے

بنو تیم رسالت پناہ (فداہ ابی وامی) کے شرف مصاہرت سے بہرہ مند ہیں۔

یعنی جناب ام المومنین خدیجہ (26) بنت خویلد (25) بن اسد بن عبد العزیٰ (23) بن قصی بن کلاب...... اور کلاب انہی تیم (15) کے بھائی ہیں۔

امیر المومنین نے بنو تیم (15) کی اور خوبیاں بھی بیان فرمائیں۔

اور بنو مخزوم (16) کے نام بنو تیم (15) کے بعد لکھوائے۔

اور اب تین ایسے قبیلوں کا معاملہ پیش ہوا (جن میں ایک قبیلہ: عدی (12) سے خود حضرت عمرؓ کا تعلق ہے، یعنی بنو سہم (11) بنو جمح (12) بنو عدی (13) بن کعب۔

تب حاضرین شوریٰ میں سے ایک صاحب نے مشورۃً عرض کیا کہ اے امیر المومنین!

ان میں آپ اپنے نام سے ابتداء کیجئے۔

فرمایا، میں اپنا نام اپنے موقع پر لکھواؤں گا- یوں جب ظہورِ اسلام ہوا، اس وقت بنو سہم (11) اور بنو عدی (13) (خاندان حضرت عمرؓ) کا معاملہ واحد تھا۔ البتہ اب از سر نو آپ لوگ پہلے بنو جمح (12) اور بنو سہم (11) کے تقدم و تاخر کا فیصلہ کیجئے۔ اس موقع پر امیر المومنین نے بنو جمح کی بعض خوبیاں بیان فرمائیں- اور بنو جمح کو مقدم رکھنے کے بعد بنو سہم اور بنو عدی کا کھاتہ اسی طرح مشترک لکھوادیا جس طرح کہ ظہور اسلام تک وہ یک جا تھے- اور آخر میں آپ نے اپنا اسم گرامی لکھوایا اور اس موقع پر بآواز بلند تکبیر پڑھنے کے بعد دعا عرض کی :

الحمد لله الذی اوصل اِلیَ حظی من رسول الله

صدبار شکر اس الہ العالمین کا، جس نے رسولؐ اللہ کی برکت سے مجھے اس فرد میں حصہ دار بنایا۔

بحسب ارشاد امام شافعیؒ : یعنی اس روایت کے بعض راوی فرماتے ہیں کہ جب فہرست یہاں تک پہنچ گئی، تو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح (17) سے ضبط نہ ہو سکا، انہوں نے امیر المومنین سے شکایتاً کہا، اے صاحب! آپ نے تو سب کو مجھ پر حق تقدم بخش دیا، مگر میں!

امیر المومنین نے فرمایا، اے ابو عبیدہ! بہتر تو یہ تھا کہ آپ بھی میری طرح ضبط و تحمل سے کام لیں- یا یہ کہ آپ اپنے قبیلہ سے طے کر لیجئے، ان میں جو شخص آپ کو خود پر مقدم کر دے، مجھے اس میں انکار نہ ہو گا، اگر آپ یہ چاہیں کہ میں اور میرے اہل قبیلہ (بنو عدی : 13) آپ کو ہم سب سے مقدم رکھنا منظور کر لیں تو اس میں بھی تامل نہیں۔ (کیونکہ عدی (13) کے دو فرزند تھے جراح (17) ان کی صلب سے حضرت ابو

عبیدہ ہیں، زراح (18) اور ان کی صلب سے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ ہیں)

اور جب بنو حارث (8) بن فہر کا معاملہ پیش ہوا، تو امیر معاویہؓ نے انہیں بنو عبد مناف (13) اور بنو اسد بن عبد العزیٰ (23) پر مقدم رکھنا چاہا، مگر امیر المومنین نے فیصلہ فرمایا کہ بنو حارث (مذکور 8) کو ان دونوں (21) و (23) کے وسط میں لکھا جائے۔ لیکن خلیفہ مہدی (عباسی) کے عہد میں جب بنو سہم (11) و بنو عدی (13) کا آپس میں اختلاف ہو گیا، تو مہدی نے یہ فیصلہ کیا کہ بنو عدی (قبیلہ حضرت عمرؓ) کو بنو سہم (11) اور بنو جمح (12) دونوں پر مقدم رکھا جائے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

اور اس فرد و ظائف میں قریش کے نام درج کرنے کے بعد دوسرے تمام قبائل عرب سے قبل انصارِ مدینہ کے نام لکھوائے، ان کی دین میں اولویت، اولیت اور منزلت کی وجہ سے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تمام بنی آدم بلا استثناء اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں۔ مگر ان میں اولیٰ و اعلیٰ وہ ہستی ہے، جسے خداوند عالم نے اپنی رسالت کے لئے منتخب فرمالیا اور وہ حامل ودیعت (نبوت) ہیں جو تمام بنی نوع بشر میں برتر ہیں یعنی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم!

(750) بروایت امام شافعیؒ - امیر المومنین فاروق اعظمؓ نے فرمایا، آیتِ صدقات (جس میں مستحقین صدقہ کی آٹھ اقسام کا ذکر ہے) کے افراد میں جس فرد (قسم) پر بھی صدقہ خرچ کر دو، جائز ہے۔

(مترجم: تقسیم افراد ثمانیہ (8) کی بجائے ایک ہی نوع یا آٹھ قسموں پر بحصہ رسدی) مگر امام شافعیؒ نے اس روایت کو از خود ضعیف فرمادیا، اس سلسلہ روایت کے دو

عیوب کی وجہ سے کہ (1) عطاء اور حضرت عمرؓ کے درمیان واسطہ منقطع ہے۔ (2) لیث غیر قوی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مصارفِ صدقات میں نبی اور اُمتی کے از خود مقرر کردہ مصارف پر راضی نہ ہونے کی وجہ سے بنفسہٖ آٹھ اقسام معین فرما دیئے۔[24]

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر کہ اللہ تعالیٰ نے صدقات کے آٹھ مصارف معین فرما دیئے، اس کا یہ منشا نہیں کہ بوقت تقسیم صدقہ ان آٹھ قسموں پر بحصہ رسدی منقسم کیا جائے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ صدقہ آٹھ قسموں پر مشروع ہے۔

(مترجم: شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ منشا لاحوج فالاحوج کے مطابق ہے اگر یہ موقع ہے کہ آٹھ اقسام کی بجائے سات انواع زیادہ مفتقر ہیں، تو آٹھواں حصہ بھی انہی پر تقسیم کر دیجئے۔ حتیٰ کہ اگر صرف ایک ہی نوع کو از حد محتاجی ہے تو اس کا اپنا حصہ اور بقیہ سات حصے بھی اسی پر تقسیم کر دیئے جائیں)

اموال فے و صدقات کے مصارف مختلف ہیں

(751) بروایت امام شافعیؒ - یحییٰ بن عبداللہ بن مالک نے اپنے والد (عبداللہ) سے دریافت کیا کہ حضرت عمرؓ اور جناب عثمانؓ جو اونٹ غازیوں کی سواری میں کام لاتے، وہ کیسے جمع کئے گئے؟ عبداللہ نے فرمایا، یہ شتر امیر معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاص نے جزیہ میں وصول کر کے صدر خلافت میں بھیجے تھے۔ امام شافعیؒ (اس روایت پر احتجاجاً) فرماتے ہیں کہ اہل فے کا صدقہ کے اموال میں کوئی حق نہیں۔[25]

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں لیکن امام شافعیؒ کا یہ احتجاج مِن وجہٍ قابل اعتراض ہے۔ یعنی جبکہ خود امام شافعیؒ ہی سے یہ روایت منقول ہے کہ جناب عدی بن حاتم نے اپنی قوم کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حضور صدقہ کے تین سو اونٹ پیش

کئے، جن میں سے تیس اونٹ خلیفۃ المسلمین نے حضرت عدی کو عنایت کرتے ہوئے فرمایا۔ اے عدی! آپ اپنی قوم میں سے مطیع بہادروں اور فرمانبرداروں کی فوج بنا کر حضرت خالدؓ (بن ولید) کی سپہ سالاری میں رہئے۔ اس پر جناب عدی ایک ہزار نوجوانوں کا لشکر لے کر حضرت خالدؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جس لشکر نے جنگوں میں نمایاں حصہ لیا۔

(ایضاً از شاہ صاحب) پھر امام شافعیؒ مذکورہ روایت کی تاویل میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے عدی بن حاتم کو یہ (تیس شتر) صدقہ ہی کی ایک شق "مؤلفۃ القلوب" (قرآن مجید میں صدقہ کے آٹھ مصارف میں سے ایک مصرف مؤلفۃ القلوب کا حصہ ہے) میں سے عنایت فرمائے، کیونکہ عدی کی قوم کو پہلے سے بھی بطور اعانت صدقات دیئے جاتے تھے۔ لیکن میرے (شاہ ولی اللہ صاحب کے) نزدیک حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس موقع پر یہ مال جناب عدی کو استحقاق صدقہ کی بجائے ان کو غزوہ میں شمولیت کی وجہ سے دیا تھا، جو آیۂ صدقہ کی ایک اور شق "فی سبیل اللہ" کے مطابق ہے، (اور قرآنِ مجید میں صدقات کے آٹھ مصارف میں ایک شق "فی سبیل اللہ" بھی ہے)

بروایت امام شافعیؒ۔ خلیفہ عبد الملک (اموی نے اپنے ماتحت) عامل یمامہ کو حکم دیا کہ مدینہ منورہ میں قحط پڑ گیا ہے۔ وہاں کے باشندوں کی اعانت کے لئے ایک لاکھ درہم ان میں تقسیم کر دیئے۔ مگر جس وقت یہ مال مدینہ پہنچا، تو اہل شہر نے یہ کہہ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ "آپ ہمیں مالداروں کی میل کھلانا چاہتے ہیں، ہمارے لئے صدقہ جائز نہیں۔ ہم یہ مال ہرگز قبول نہ کریں گے" جب عبد الملک کو اطلاع ہوئی تو اس نے یہ مال واپس لیتے ہوئے کہا۔ "مسلمانوں میں ایسے برگزیدہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے"[26]

امام شافعیؒ فرماتے ہیں، میں نے سعید بن ہند سے پوچھا کہ اہل مدینہ میں سے جن حضرات نے اس گفتگو میں حصہ لیا وہ کون کون تھے؟ سعید نے کہا۔"ان میں پیش رو سعید بن المسیبؒ تھے۔ ابو بکر بن عبد الرحمٰن تھے، خارجہ بن زید تھے، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ تھے، اور بے شمار حضرات۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں، ان حضرات کا "لا یصلح لنا" کہنے کا یہ مطلب ہے کہ ہم فوجی ہونے کی وجہ سے مستحقین فے سے ہیں، اس لئے اموال صدقہ میں ہمارا حق نہیں، اور کسی کا خاص حق غیر مستحقین کی طرف منتقل نہیں ہو سکتا۔

اس انکار پر شاہ ولی اللہ کی رائے

مگر اہل مدینہ نے یہ مال دو وجہوں سے واپس فرمایا

الف۔ ان کی اعانت فقر و محتاجی کے عنوان سے کی گئی، نہ کہ ان کے فوجی ہونے کی وجہ سے۔

ب۔ وہ اموی خلیفوں کی قیادت میں غزوات میں شریک ہونا نہ چاہتے تھے۔

مجوس پر جزیہ

(752) بروایت امام مالکؒ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علاقہ بحرین کے مجوس پر جزیہ عائد فرمایا، اور حضرت عمرؓ کے عہد میں فارس فتح ہوا، تو آپ نے بھی وہاں کے مجوس پر اور جب حضرت عثمانؓ کے دور میں سوڈان ([27]مصر) فتح ہوا، تو آپ نے بھی وہاں کے مجوس پر جزیہ عائد فرمایا۔

مجوس کے ساتھ اہل کتاب کا سا برتاؤ

(753) بروایت امام مالکؒ۔ امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب نے ارباب شوریٰ سے پوچھا، "مجھے علم نہیں کہ مجوس کے ساتھ کس انداز سے معاملہ کیا جائے؟" اس پر

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا:

اشهد لسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول سنّوا لهم سنّته اهل الكتاب.

میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا(آپؐ نے فرمایا) کہ مجوس کے ساتھ دوسرے اہل کتاب کا سا معاملہ کرو۔

(754) بروایت امام مالکؒ- حضرت عمرؓ نے جزیہ کی یہ حدود متعین فرمائیں:

الف۔ جن لوگوں کے پاس سونا زیادہ ہے، ان پر فی کس چالیس دینار سالانہ (کہ سونے کا سکہ ہے)

ب۔ جن لوگوں کے پاس چاندی زیادہ ہے، ان پر فی کس چالیس درہم سالانہ (کہ چاندی کا سکہ ہے)

بایں اضافہ کہ اگر سرکاری کارندے ان کی بستیوں میں آئیں تو یہ لوگ تین روز تک ان کی ضیافت بھی کریں۔

(نوٹ: "الف" اہل شام ہیں-اور "ب" اہل عراق)[28]

بیت المال کے ناکارہ اموال کا طریق استعمال

(755) بروایت امام مالکؒ-امیر المومنین فاروق اعظمؓ کو اطلاع کی گئی کہ بیت المال میں ایک اونٹنی اندھی ہو گئی ہے۔ فرمایا، کسی غریب عیال دار کو دے دیجئے۔وہ اسے بیچ کر منفعت حاصل کرے گا۔ عرض ہوا، یہ اونٹنی اندھیاپے کی وجہ سے نہ تو قطار میں چل سکتی ہے اور نہ زمین پر گردن ہی رکھ سکتی ہے۔ فرمایا، یہ صدقات سے ہے یا جزیہ میں آئی ہے؟ عرض ہوا، جزیہ کی مد میں آئی ہے۔ ارشاد ہوا، سوگند بخدا! آپ لوگوں کی نیت اسے ذبح کرنے کی معلوم ہوتی ہے۔ عرض ہوا، مگر اس پر جزیہ کا داغ

بھی ہے۔ اور آپ نے اسے ذبح کرادیا۔

آپ نے امہات المومنین کے لئے نو بڑے[29] طباق (بیت المال) میں جمع کر رکھے تھے اور جب میووں یا از قسم ماکولات دوسری اشیاء کا تحفہ پیش کرنا ہوتا، تو انہی طبقات میں امہات المومنین کے حضور پیش کرتے۔ اس تقسیم میں بھی حضرت عمرؓ کا ایک معمول تھا کہ اپنی صاحبزادی جناب ام المومنین حضرت حفصہؓ کا حصہ آخر میں لگاتے کہ اگر مقدار میں کمی رہ جائے، تو آپ کے حصہ میں ہو۔ اس اونٹنی کا گوشت اسی دستور کے مطابق امہات المومنین کے حضور بھیجنے کے بعد جس قدر بچ گیا، وہ مہاجرین اور انصار کو یکجا فرما کر تقسیم کرادیا۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، اس روایت سے امام شافعیؒ کا استدلال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ جزیہ اور صدقہ دونوں قسم کے مویشی پر علیحدہ علیحدہ قسم کا داغ دلواتے۔

محصول چونگی میں تعیین[30]

(756) بروایت امام مالکؒ-امیر المومنین نے نبطی (غیر مسلم سوداگران غلہ) کے لئے محصول میں تخفیف فرمادی۔

الف۔ گیہوں اور روغن زیتون میں نصف محصول، یعنی عشر (1/10) کی بجائے نصف عشر (1/20)

ب۔ مسور، لوبیا، ماش (اور اس قسم کے وہ غلے جو پکائے جاتے ہیں) میں پورا عشر (1/10)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ (راوی ایں روایت) فرماتے ہیں، امیر المومنین کا اس رعایت سے منشا یہ تھا کہ مدینہ کی منڈی میں اطراف سے غلہ کثرت سے آئے۔

(758،757) بروایت امام مالکؒ - حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں،

عہد فاروقی میں جناب عبداللہ (بن عتبہ بن مسعود) کی ماتحتی میں مدینہ کے بازار میں بھی چونگی وصول کرنے پر مقرر تھا۔ اس وقت ہم نبطیوں سے 1/10 (عشر) وصول کرتے، اور جب ابن شہاب (زہری) سے یہ تحقیق کی گئی (کہ ان سے 1/10 کیوں لیا گیا؟) تو آپ نے فرمایا، نبطیوں سے قبل از اسلام بھی اہل مدینہ 1/10 (عشر) محصول ہی لیتے۔ جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو آپ نے بھی اسے بدستور قائم رکھا[31]

امامِ وقت کے لئے صدقہ ناجائز ہے

(760) بروایت امام مالکؒ و امام شافعیؒ - امیر المومنین حضرت عمرؓ بن الخطاب کے پاس ایک صاحب دودھ لائے، جسے پی کر آپ نے اظہار مسرت فرمانے کے بعد فرمایا "یہ دودھ تم کہاں سے لائے ہو؟" عرض کیا فلاں چشمہ پر صدقہ کے اونٹ جمع تھے، اور چرواہے ان کا دودھ دوھ رہے تھے، اس میں سے مجھے بھی انہوں نے دے دیا۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ نے حلق میں انگلی ڈال کر دودھ قے کر دیا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں، عامل و امیر کے لئے صدقہ ناجائز ہے۔

حواشی

[1] چونکہ موجودہ دور میں تمام عسکری تنخواہ دار ہیں، بدیں وجہ اسلامی قانون کے مطابق ان کا ایسے اموال میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ یہ حصہ اسی حالت میں ہو سکتا ہے جبکہ لشکری تنخواہ دار نہ ہوں۔

[2] مسئلہ مافی الباب میں حضرت عمرؓ کا اجتہاد دوسرے مسائل میں تغییر فتویٰ کو اگر نظر انداز کیا جائے تو آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے، حضرت عمرؓ کا براء بن عازبؓ کے حاصل کردہ سلب میں بدیں وجہ تخمیس روا رکھنا کہ یہ سامان بیش قیمت ہے، اور سنت نبویؐ سے اس کے خلاف یہ منقول ہونا کہ سلبِ قتیل خمس سے بری ہے، بظاہر نازک مرحلہ سہی، مگر مصالح مکان و زمان کا جو دستور قرآن مجید سے لے کر اقوال و افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا آرہا ہے، اس کے ہوتے ہوئے اس

میں کوئی اشکال نہیں۔

قرآنِ مجید سے : مثلاً قرآن کریم میں پانی سے وضو کا وجوب مگر بعض عوارض میں تیمم کی رعایت اسی طرح صوم رمضان میں بعض تکالیف پر قضائے روزہ۔

حدیث سے :اموالِ حنین کی تقسیم میں بعض افراد غزوہ کو بعض پر ترجیح۔

اجتہاداتِ عمر فاروقؓ سے (1) تطلیقات ثلاثہ کا طلاق بائن قرار دینا۔ (2) ایک شتر کے سرقہ پر دو سزائیں۔

(الف) سارق کا قطع ید (ب) اور مالِ مسروقہ کی دو چند قیمت (ج) دشنام پر زخم کی دیت۔

3ـہ لیکن اگلی روایت میں منقول ہے کہ قرابت دارانِ رسولؐ کا حصہ حضرت عمرؓ نے جناب علیؓ کو دینا شروع کر دیا تھا۔

4ـہ اور یہ اشارہ فقط حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت کی طرف ہے۔

5ـہ عبدالعزیز بن محمد امام شافعیؒ کے استاد اور امام جعفر صادق بن امام محمد باقرؒ کے شاگرد ہیں (تہذیب التہذیب، ج6 نمبر 677)

6ـہ ویخبرك انه طلبه هو وعثمان فمنعاه.

7ـہ ان الفاظ میں بعض لفظ کتاب الام سے مقابلہ کرنے پر اضافہ کئے گئے۔

8ـہ قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اس تحقیق وصحت کے ساتھ پیائش کی، جس طرح قیمتی کپڑا ناپا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پیائش کا پیانہ خود اپنے دست مبارک سے تیار کر کے دیا۔ کئی مہینے تک بڑے اہتمام اور جانچ کے ساتھ پیائش کا کام جاری رہا۔ کل رقبہ طول میں 375 اور عرض میں 240 یعنی کل مکسر (30000) میل مکسر ٹھہرا، اور پہاڑ، صحرا اور نہروں کو چھوڑ کر قابل زراعت زمین تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب ٹھہری۔ خاندانِ شاہی کی جاگیر، آتش کدوں کے اوقاف، لاوارثوں، مفروروں اور باغیوں کی جائیداد، اور وہ زمین جو سڑکوں کی تیاری و درستی اور ڈاک کے مصارف کے لئے مخصوص تھی، دریابرد، جنگل ان تمام زمینوں کو حضرت عمرؓ نے خالصہ قرار دے کر ان کی آمدنی جس کی تعداد سالانہ ستر لاکھ تھی، رفاہِ عامہ کے کاموں کے لئے وقف مخصوص کر دی۔ کبھی کبھی کسی شخص کو اسلامی کوششوں کے صلے میں جاگیر عطا کی جاتی تو انہی زمینوں سے کی جاتی۔ لیکن یہ زمین کسی حال میں خراج یا عشر سے مستثنیٰ نہیں ہوتی

تھی۔باقی زمین قبضہ داروں کو دے دی گئی اور حسبِ ذیل لگان مقرر کیا گیا۔

(1) گیہوں	فی جریب	2درہم سالانہ	(5) انگور	فی جریب	10درہم سالانہ
(2) جو	//	ایک درہم سالانہ	(6) نخلستان	//	10درہم سالانہ
(3) نیشکر	//	5درہم سالانہ	(7) تل	//	8درہم سالانہ
(4) روئی	//	10درہم سالانہ	(8) ترکاری	//	3درہم سالانہ

بعض مقامات پر زمین کی لیاقت کے اعتبار سے اس شرح میں تفاوت بھی ہوا

گیہوں فی جریب 4درہم سالانہ

جو // 2درہم سالانہ

افتادہ زمین بشرطیکہ قابل زراعت ہو،دو جریب پر ایک درہم مقرر ہوا۔

اسی طرح عراق کا کل خراج .... آٹھ کروڑ ساٹھ لاکھ ٹھہرا۔

چونکہ پیائش کے مہتمم مختلف لیاقت کے تھے،اس لئے تشخیص جمع میں بھی فرق رہا۔ تاہم جہاں جس قدر جمع مقرر کی گئی،اس سے زیادہ مالکانِ اراضی کے لئے چھوڑ دیا گیا۔

حضرتِ عمرؓ کو ذمی رعایا کا اس قدر خیال تھا کہ دونوں افسروں کو بلا کر کہا کہ تم نے تشخیص جمع میں سختی تو نہیں کی۔عثمانؓ نے کہا کہ نہیں بلکہ اسی قدر گنجائش ہے۔

(مترجم : دوسرے صاحب کا نام حضرت حذیفۃ الیمانی ہے اور دونوں اکابر صحابہ سے ہیں)(الفاروق : مولانا شبلی در عنوان "عراق کا بندوبست")

9 وزن فی وانق (یانی دانگ) مساوی تقریباً سات رتی

وزن فی مثقال مساوی چار ماشہ چار رتی

پس 2½ وانق کا وزن 16رتی یعنی (2ماشہ)

یک درہم بوزن مثقال چار ماشہ چار رتی

میزان فی درہم چھ ماشہ 4رتی

(مستفاد از کتاب ارجح الاقاویل فی اصح الموازین والمکائیل ، مؤلفہ : مفتی محمد شفیع دیوبندی)

10 رسالہ "در مذہب فاروق اعظمؓ" مؤلف (شاہ ولی اللہ دہلوی) نے مختلف ماخذ سے مرتب فرمایا ہے۔ازاں جملہ "کتاب الام" ہے جس کی مرویات آپ نے "الشافعی" سے نقل فرمائی ہیں۔

راقم مترجم کو سب سے پہلے اسی روایت میں تشابہ ہوا، جو اصل "کتاب الام" پر رسالہ عرض کرنے سے واقعی تشابہ ہی نکلا۔ مثلاً یہی الفاظ **یُستغل غلتها فی کل عام** ہیں، مگر کتاب الام میں۔ **تستغل ویقسم الامام غلتها فی کل عام** ہیں، اس پر یہ شبہ تقویت حاصل کرتا گیا، کہ مبادا اور روایات میں بھی اسی قسم کی تصحیف ہو۔ تب بعض اور شبہات پر کتاب الام کو دیکھنا پڑا۔ کاش! کسی طرح پوری کتاب اپنے اپنے ماخذ پر عرض کی جاسکتی، لیکن : ع کہیں سے آب بقائے دوام لا ساقی!

11ﮧ تفصیل این حکایت از زاد المعاد (لابن القیم)، جلد اول، فصل و **قدم وفد هوازن علی رسول الله صلی الله علیه وسلم ...... و سألوه ان یمن علیهم بالسبی والاموال فقالَ ان معی من ترون وان احب الحدیث الیّ اصدقه الخ**

فتح حنین کے بعد اس نواح کے مفتوحین میں سے قبیلہ ہوازن کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے درخواست کی کہ میرے اسیر اور اموال واگزار فرما دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم دیکھ رہے ہو کہ میرے ہمراہ اور لوگ بھی ہیں (میں ان سے مشاورت کے بعد کچھ کر سکوں گا) اور میرے نزدیک سب سے بہتر چیز صداقت ہے۔

12ﮧ مترجم : راقم نہیں سمجھ سکا کہ شاہ صاحب کا مفہوم کون سی حدیث سے ہے۔

13ﮧ "اے مسلمانو! تم جان لو کہ جو کچھ تمہیں غنیمت میں حاصل ہوا، اس کے حصہ دار یہ افراد ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ذوی القربیٰ، یتامیٰ، مساکین، مسافر"۔

14ﮧ ان اموال میں تقسیم کا اصل معاملہ امامِ وقت کے مصالح پر ہے، جس میں نکتہ تحت الباء منع تقسیم مکہ معظمہ ہے۔ حالانکہ یہ بھی حملہ کے بعد فتح ہوا، اگرچہ مقاتلہ نہیں ہوا، جس میں علماء کے تین اقوال ہیں۔

اوّل : (1) مکہ معظمہ لڑائی سے نہیں بلکہ صلح سے حاصل ہوا، اس لئے اس پر تقسیم عائد نہ کی گئی۔

(2) مکہ معظمہ دار النسک اور محل عبادت ہے، اس لئے اس پر تقسیم عائد نہ کی گئی۔

دوم : امام وقت مختار ہے اراضی مفتوحہ کی تقسیم میں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی اراضی منقسم فرمادی اور مکہ معظمہ پر تقسیم عائد نہ ہونے دی۔

اراضی، بستیاں اور انسان نا قابل تقسیم ہیں۔

سوم : تقسیم اموالِ منقولہ کی ہو سکتی ہے، مگر غیر منقولہ تقسیم سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ سابقہ

امتوں پر مفتوحہ علاقوں کی اراضی تقسیم نہ ہوتی تھی (اور منقولہ اموال ان پر حلال ہی نہ تھے) جن پر وہ بغیر تقسیم حصص قابض ہو جاتے، جیسا کہ بنی اسرائیل کے فتح مصر پر ارشاد (قرآنی) ہے:

وَاِذْقَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا ق وَّاٰتٰکُمْ مَا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَo یٰقَوْمِ ادْخُلُوْا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَۃَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ (المائدہ :20،21)

جب حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے فرمایا، اے میری قوم! اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو، جس نے تم میں سے کسی کو نبوت کا خلعت اور کسی کو تخت بادشاہی عطا فرمایا، حتی کہ تمہیں وہ کچھ دیا جو دنیا میں کسی اور کو نہ مل سکا۔ اور اے میری قوم! اب تم اس ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ جو تمہارے لئے اللہ نے مقدر فرما رکھی ہے۔

اس آیت مبارکہ میں مرکز استدلال یہی حصہ ہے۔ (یعنی حصہ وار تقسیم نہیں ہوئی)۔

اور اسی طرح سورۂ شعراء میں فرعونیوں کے نہ صرف شہروں بلکہ اراضی وافراد کے متعلق فرمایا: کَذٰلِکَ وَاَوْرَثْنٰھَا بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَo (الشعراء :59)

اور اسی طرح ہم نے فرعونیوں کی اراضی، ان کی بستیوں اور افراد ہر شے کا وارث بنی اسرائیل کو بنادیا۔

(مستفاد از زاد المعاد (ابن القیم) جلد اوّل "فصل فی ہدیہ فی الارض المفتوحۃ")

شرح مزید دریں مسئلہ - امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں:

وکذلك جری فی فتوح مصر والعراق وارض فارس وسائر البلاد التی فتحت عنوۃ لم یقسم منها الخلفاء الراشدین قریۃ واحدۃ ولا یصح ان یقال انه استطاب نفوسهم وقفها برضاهم فانهم قد نازعوہ فی ذالك وهو یأبی علیهم ودعا علی بلال واصحابه رضی الله تعالی عنهم.

اور یہی دستور (منع تقسیم اراضی) مفتوحۂ مصر و عراق و سرزمین فارس بلکہ ان تمام ممالک میں قائم رہا، جو جنگ سے حاصل ہوئے، کہ خلفائے راشدین میں سے کسی نے ایک بستی تک کی اراضی بھی منقسم نہ فرمائی۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ حضرت عمرؓ نے فاتحین (عراق) کی رضا سے وہاں کی اراضی ورعایا کو تقسیم نہ فرمایا۔ نہیں! نہیں! وہ لوگ (مدعیان حقوق) تو امیر المومنین سے

تنازع تک کرنے سے باز نہ آئے۔ لیکن حضرت عمرؓ نہ صرف انکار پر مصر رہے (بلکہ) ان کے لئے بد دعا تک کی (اور اسی بد دعا کے نتیجے میں عمواس میں طاعون پھیل گئی جیسا کہ سطور سابقہ میں گزرا)۔

وکان الذی رأہ وفعله عین الصواب ومحض التوفیق اذ لو قسمت لتوارثها ورثة اولئك واقاربهم فكانت القریة والبلد تصیر الی امرأة واحدة اوصبی صغیر والمقاتلة لا شیء بایدیهم فكان فی ذالك اعظم الفساد واكبره.

میں (ابن القیم) کہتا ہوں، حضرت عمرؓ نے اس معاملے میں جو انداز اختیار فرمایا، اس میں وہ عین صواب پر تھے، اور ان کا یہ اقدام توفیق خداوندی پر تھا (ورنہ صورت معاملہ بے حد نازک ہو گئی تھی) آہ! اگر یہ سرزمین اور اس کے باشندے منقسم ہو جاتے، تو غضب ہو جاتا۔ آخر وارثوں میں منتقل ہوتے ہوئے ایسے مواقع آجاتے کہ ایک پوری بستی پر یا تو کوئی بیوہ قابض رہ جاتی یا ایک طفل یتیم جو مقاتلہ و جنگ میں مسلمانوں کی کوئی نصرت نہ کر سکتے۔ یہ صورتحال مسلمانوں کے لئے کس قدر نقصان دہ تھی۔

وهذا هو الذی خاف عمر رضی الله عنه منه فوفقه الله سبحانه لترك قسمة الارض وجعلها وقفا علی المقاتلة تجری علیهم حتی یغزو منها اخر المسلمین وظهرت بركة رأیه ویمنه علی الاسلام واهله.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیش نظر یہی خطرہ تھا جو انہوں نے عراق کو تقسیم نہ کیا، اور اللہ نے ان کی ہمت بندھا دی کہ اسے آپ صرف جہاد کے لئے وقف فرما دیں حتی کہ دنیا کا آخری مسلمان بھی جہاد کے وقت اسی عراق کے وقف سے اسلحہ ورسد حاصل کر سکے۔ پس حضرت عمرؓ کی اصابت رائے اور آپ کی برکت سے اسلام اور اس پر عمل کرنے والے مستفیض ہوں۔

ووافقه جمهور الائمة واختلفوا فی كیفیة القائها بلا قسمة.

امیر المومنین کی اس رائے سے تمام ائمہ نے اتفاق فرمایا ہے، البتہ اس رائے کی کیفیت میں اختلاف ہے۔

فظاهر مذهب الامام احمد رحمهم الله واكثر نصوصه علی ان الامام مخیر وفیها تخییر مصلحة لا تخییر شهوة.

الف۔ امام احمد رحمہ اللہ کے اکثر فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک امام

مصالح وقت کی بنا پر مختار ہے، نہ کہ اپنے نفس کی مشخت کی وجہ سے۔

فان كان الاصلح للمسلمين قسّمها

1۔اسے یہ اختیار ہے کہ اگر مصلحت تقسیم میں دیکھے تو جنگ سے حاصل کردہ غیر منقولہ اموال کو مسلمانوں میں تقسیم کردے

وان كان الاصلح ان يقفها على جماعتهم وقفها.

2۔اور اگر مصلحت کسی ایک جماعت کے لئے خاص کرنے میں ہے تو ایسا کردے۔

وان كان الاصلح قسمة البعض ووقف البعض.

3۔اور امام کو یہ بھی اختیار ہے کہ ایسی مفتوحہ اراضی میں سے جتنا حصہ چاہے تقسیم کر دے اور جس قدر چاہے اس میں سے وقف کردے۔

فان رسول الله صلى الله عليه وسلم فعل الاقسام الثلا ثة فانه قسّم ارض قريظة والنضير وترك قسمة مكة.

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان تینوں طریقوں پر عمل فرمایا (یعنی!) بنو قریظہ وبنو نضیر کی املاک تقسیم فرمادیں۔ مگر مکہ معظمہ کی پوری بستی، اراضی اور باشندوں پر تقسیم عائد نہ فرمائی۔

وقسّم بعض خيبر وترك بعضها لما ينوبه من مصالح المسلمين.

4۔ خیبر کا ایک حصہ تقسیم فرمادیا، اور دوسرا حصہ وقف رکھا تا کہ یہ نسل بہ نسل مسلمانوں کے جماعتی مصالح کے کام آسکے۔

وعن احمد رحمه الله رواية ثانية انها تصير وقفا بنفس الظهور و الاستيلاء عليها من غير ان ينشى الامام وقفا وهو مذهب امام مالك رحمه الله عنه رواية ثالثة.

ب۔امام احمد رحمہ اللہ کا دوسرا فتویٰ- مفتوحہ سرزمین، امام وقت کے اس غور وفکر سے قبل کہ اسے وقف رکھا جائے یا نہ بلکہ غلبہ ہی کے وقت تقسیم کی جاسکتی ہے۔ اور امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے۔

انه يقسمها بين الفاتحين كما يقسم بينهم المنقول الا ان يتركوا حقوقهم منها وهو مذهب الامام الشافعي رحمه الله.

ج۔ مفتوحہ سرزمین فاتحین میں تقسیم کی جائے، البتہ اگر وہ از خود اس سے دستبردار ہو

جائیں تو وقف رہے۔ اور امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے۔

وقال ابو حنیفة رحمه الله الامام مخیر بین القسمة وبین ان یقرّ اربابها فیها بالخراج وبین ان یخلّیهم عنها وینفذ الیها قوما اخرین یضرب علیهم الخراج

د۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا فتویٰ - امام مختار ہے کہ (1) ایسی سر زمین پر تقسیم عائد فرماتے ہوئے (2) وہاں کی زمین وقف اور باشندوں کو اس پر بر قرار رکھ کر ان پر لگان و جزیہ عائد کر دے۔ (3) ان باشندوں کو جلاوطن کر کے کسی اور قوم کو وہاں آباد کار بنا دے اور ان سے لگان اراضی وصول کرے۔

ولیس هذا الذی فعل عمر رضی الله عنه بمخالف للقران فان الارض لیست داخلة فی الغنائم التی امر الله بتخمیسها وقسمها و لهذا قال عمر انها غیر المال ویدل علیه ان اباحة الغنائم لم تکن بغیر هذه الامة بل هو من خصائصها کما قال صلی الله علیه وسلم فی الحدیث علی صحته "واحلت لی الغنائم ولم تحل لاحد قبلی"۔

(ابن القیم کی آخری رائے)۔ حضرت عمرؓ نے سواد عراق پر جو فیصلہ صادر فرمایا، یہ قرآن مجید کے خلاف نہ تھا۔ کیونکہ زمین ان غنائم میں محسوب نہیں، جو عند اللہ قابل تقسیم ہوں۔ اسی لئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "اراضی اموال مقسمہ سے نہیں" (انها غیر الاموال)۔ اور غنیمت صرف امت محمدیہ کے لئے حلال ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متفق علیہ حدیث ہے، کہ غنیمت جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھی، وہ میری امت کے لئے حلال ہو گئی۔

وقد احل الله سبحانه الارض التی کانت بایدی الکفار لمن قبلنا من اتباع الرسل اذا استولوا علیها عنوة کما احلها لقوم موسی فلهذا قال موسی لقومه یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰهُ لَکُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰی اَدْبَارِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ○ (المائدہ: 21)

اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی سر زمین ہم سے پہلے ان لوگوں کے لئے حلال کر دی جو رسول کے متبع ہوئے جبکہ ان میں سے ایک قوم مقاتلہ کے بعد اس سر زمین پر قابض ہوئی۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کا واقعہ ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ (جب حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا) اے میری قوم! تم اس ارض مقدس میں (ارض مقدس بہ معنی بیت المقدس یا کوہ طور اور ان کی وادیاں یا ملک شام)۔ (ملخص از تفسیر کبیر)۔ داخل ہو جاؤ، جس کا وعدہ اللہ نے تمہارے ساتھ کر رکھا ہے۔ اور دیکھو! مبادا تم دشمنوں

سے ڈر کر پھر لوٹ جاؤ! اس حالت میں تم سراسر نقصان میں رہو گے۔

فموسی وقومه قاتلوا الکفار واستولوا علی دیارهم واموالهم فجمعوا الغنائم فنزلت النار من السمآء فاکلتها وسکنوا الارض والدیار ولم تحرم علیهم فعلم انها لیست من الغنائم وانها لله یورثها من یشآء (زاد المعاد، جلد اول، فصل وفیها البیان الصریح فی ذکر سریة خالد بن الولید الی بنی جزیمة)

پس! حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کے ساتھ مل کر کفار سے مقاتلہ کیا، اور جب ان کی بستیوں اور ان کے اموال پر قابض ہو گئے تو منقولہ سامان انہوں نے یکجا کر کے رکھ دیا، تاکہ اسے آگ چاٹ لے (اور اس وقت تک یہی سنت تھی۔) شعلۂ نار آیا جو اس مال کو چاٹ گیا۔ مگر مفتوحہ اراضی اور بستیاں ان پر حرام نہ تھیں (اور وہ ان میں آباد ہو گئے)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ غیر منقولہ املاک واموال غنیمت ہی نہیں، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی ودیعت ہیں کہ جسے وہ چاہتا ہے اسے ان کا وارث (نہ کہ مالک) بنا دیتا ہے۔ (از زاد المعاد۔ ابن القیم)

[15] حضرت جریر بن عبداللہ صحابی ہیں، قبیلہ بجلیہ کے فرد ہیں، یعنی بجلی! اور اس روایت کی تفصیل امام ابن حزم نے لکھی ہے۔ کانت بجیلة ربع الناس یوم القادسیة فجعل لهم عمر ربع السواد فاخذوا سنتین او ثلاثاً ، فوفدعمار بن یاسر الی عمر بن الخطاب و معه جریر بن عبدالله، فقال عمر، یا جریر لو لا انی قاسم مسئول لکنتم علی ما جعل لکم ، واری الناس قد کثر وافأری ان ترده علیه ففعل جریر ذلك (المحلی، جلد سابع، مسئلہ نمبر 957 بر صفحہ 344) غزوۂ قادسیہ میں صرف قبیلہ بجیلہ کے افراد تمام لشکر کا 1/4 حصہ تھے۔ بدیں وجہ اس قبیلہ کے لوگوں کو عراق کی مفتوحہ اراضی کا 1/4 حصہ ملا، جس پر وہ دو یا تین سال تک قابض رہے۔ اسی زمانہ میں حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت جریر بن عبداللہ البجلی امیر المومنین کے حضور وفد کی صورت میں حاضر ہوئے۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے جناب جریرؓ سے فرمایا، اگر میں تقسیم کنندہ ہونے کی وجہ سے باز پرس کا مکلف نہ ہوتا تو تقسیم شدہ اموال میں کوئی تبدیلی نہ کرتا۔ اے جریرؓ! اب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو گئی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ یہ اراضی ان کے لئے واپس فرما دیں، اور حضرت جریرؓ نے بخوشی واپس دے دی۔

[16] غلام۔ اس لئے محروم سمجھے گئے کہ ان کی ملک ان کے مالکوں کا مال ہے۔

17ھ حمیر : "بروزن درہم موضع است غربی صنعائے یمن۔ (از منتہی الارب)

18ھ سرو : محلۂ حمیر (مذکور)

19ھ اس پیشین گوئی کا محل فتح مکہ کی عفو عام کا وہ دربار ہے جبکہ حضرت سراقہ اپنے نام کا معافی نامہ لے کر حاضر ہوئے اور نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا "ہاں! سراقہ یوم وفاء و امانۃ! تم گھبراؤ نہیں، یہ تو ایفائے عہد و ادائے امانت کا دن ہے۔

20ھ اس مسئلہ میں امام شافعیؒ نے یہ بحث کی ہے کہ جن لوگوں پر صدقہ حلال ہے، ان پر اموالِ فے میں سے خرچ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس کے لئے کتاب الام جلد چہارم باب "اعطاء النساء والذریۃ" (ج4، ص80) دیکھنا چاہئے۔

21ھ حضرت عمرؓ کی قرابت دارانِ رسولؐ سے اس حد تک جذب و محبت کے نثار جایئے کہ :

ہر بات میں انہیں کی خوشی کا رہا خیال ہر کام سے غرض ہے انہیں کی رضا مجھے
ہر نغمے نے انہیں کی طلب کا دیا پیام ہر ساز نے انہیں کی سنائی صدا مجھے

بایں ہمہ۔ مگر :

معلوم سب ہے پوچھتے ہو پھر بھی مدعا اب تم سے دل کی بات کہیں کیا زبان سے ہم

22ھ حلف المطیبین بنو عبد مناف اند، سُمّوا به لا نه ارا سبنو عبد مناف اخذ ما فی ایدی بنی عبدالدار من الحجابة والرفادة واللواء والسقاية وابت بنو عبدالدار وعقد كل قوم على امرهم حلفاً موكداً على ان لا يتخاذلوا ثم خلطوا اطياباً فغسموا ايدهم فيها وتعاقدوا ثم مسحوا الكعبة بايديهم توكيداً فسمّوا المطيّبين وتعاقدت بنو عبدالدار و حلفاء ها حلفا اخر موكدا فسموا الاحلاف وكان النبی صلی اللہ علیه وسلم من المطيّبين . (منتہی الارب)

23ھ حلف الفضول : آں سوگند است کہ ہاشم و زہرہ و تیم نزد عبداللہ بن جدعان آمدند و ہم دیگر باتفاق بر دفع ظلم ظالم و اخذ حق از وے سوگند خوردند فسمیَ بذلك لانهم تحالفوا ان لا يتركوا عند احد فضلا بظلمه احدا لا اخذوه و لهٗ منه . (منتہی الارب)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشمول جناب ابو بکرؓ مطیّبین سے ہیں۔

حضرت عمرؓ کا تعلق "حلف الفضول" کے افراد سے ہے جس میں مندرجہ ذیل چھ قبائل

شامل ہیں : عبدالدار (22) جمح (12) مخزوم (16) عدی (13) کعب (5) سہم (11)۔(از النہایہ فی غریب الحدیث والاثر :ابن الاثیر جزری)

24ھ یہ حدیث سنن ابو داؤد میں انہی الفاظ میں منقول ہے ، جو اصل رسالہ میں ہیں۔عن زیاد بن الحراث الصدائی قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبایعته فاتاه رجل فقال اعطنی من الصدقة، فقال لهٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یرض بحکم نبی ولا غیره فی الصدقات حتّٰی حکم فیها هو فجزأه ثمانیة اجزاء فان کنت من تلك الاجزاء اعطیتك حقك .

یعنی زیاد فرماتے ہیں، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور ایک آدمی حاضر ہوا، وہ اپنی خاطر صدقہ کے لئے عرض گزار ہوا۔ جنابؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مستحقین صدقہ کے معاملہ میں نبی اور غیر نبی کسی کی تحکیم پر راضی نہ ہوا۔ یہاں تک کہ اس نے خود ہی مستحقین کے آٹھ افراد متعین فرمادیئے (اے زیاد!) اگر آپ بھی ان افراد میں سے ہیں تو میں آپ کو آپ کا حق عطا کر سکتا ہوں۔

25ھ یعنی جب فے و غنیمت میں سے ان کا حصہ مل جاتا ہے، تو صدقات میں سے انہیں کچھ نہ دینا چاہئے۔

26ھ یہ روایت گزشتہ روایت کی صرف متابعت کیلئے ہے اور امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی ذات کو اس روایت سے کوئی تعلق نہیں۔اس لئے یہ روایت اس سے مستثنیٰ کر دی گئی ہے۔

27ھ "و عثمان بن عفان گرفت جزیہ از بربر کہ قومے از سودان ہستند"۔ (شاہ ولی اللہ ، مصفّٰی شرح مؤطا، باب اخذ الجزیة من المجوس)

28ھ از مصفّٰی باب اخذ الجزیة من المجوس .

29ھ امہات المومنین میں سے صرف سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت زینبؓ بنت خزیمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں وفات یاب ہوئیں اور بقیہ نو امہات - حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں بقید حیات موجود تھیں۔ یعنی (1) حضرت سودہؓ (2) حضرت عائشہؓ (3) حضرت ام سلمہؓ (4) حضرت زینبؓ بنت جحش (5) حضرت جویریہؓ (6) حضرت ام حبیبہؓ (7) حضرت صفیہؓ بنت حیی (8) حضرت میمونہؓ (9) حضرت حفصہؓ بنت امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب۔

30 اموالِ تجارت پر محصول حضرت عمرؓ کے اوّلیات سے ہے، اور اس محصول میں بحسب مواقع تخفیف و تکثیر بھی آپ ہی کے مختارات سے۔ (وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ(7:187)) مصالح کے مطابق حضرت عمرؓ نے بنو تغلب پر جزیہ المضاعف (دوگنا) کر دیا۔ **واما ما ذکر مالك بن انس من الابل فان عمر بن الخطاب لم یاخذ الابل فی جزیة علمنٰها الا من بنی تغلب فانه اضعف علیهم الصدقة فجعل ذلك جزیتهم** . (مؤطا امام محمد، باب الجزیہ) بحسب تصریح مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی (منقول از تعلیق علی موطا امام محمد، ص 171)۔ (اور مالک بن انسؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے بجز بنو تغلب کے کسی اور سے جزیہ میں اونٹ نہیں لئے اور ان (بنو تغلب) سے دو چند جزیہ وصول کیا)۔ اگر شریعت میں یہ گنجائش نہ ہوتی، تو اسلام کی صف اب تک پلٹ چکی ہوتی۔ اور امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب کی اقتداء حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بھی کی۔ "عمر بن عبدالعزیز برائے عامل خود نوشت کہ ہر کہ بگزرو بر تو از اہل ذمہ، پس بگیر از آنچہ مے گرداند باآں از تجارت - از ہر بیست دینار ! یک دینار......"

(مصفّٰی باب **ما یؤخذ من تجارات اهل الذمة** . ترجمہ فارسی شاہ ولی اللہ صاحب)

غالباً یہ (مضمون روایت) امیر المومنین کے عہد اوّل کے متعلق ہے، اور تخفیف (1/10) کی بجائے[31] (1/20) آپ نے بعد میں اختیار فرمایا ہوگا، جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ اموی کی تائید سے واضح ہوتا ہے، جو گزشتہ روایت کے حاشیہ پر نقل ہوا۔

كتاب الفرائض

کتاب الفرائض

(761) بروایت سنن دارمی - حضرت عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا: اے مسلمانو! جس طرح تم قرآنی مطالب کا علم ایک دوسرے سے حاصل کرتے ہو، اسی طرح یہ علوم ثلاثہ بھی سیکھو۔

الف۔ فرائض - (علم ترکہ)

ب۔ معنی و مصداقِ قرآن[1]

ج۔ سنت رسول[2] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فرائض پر احاطہ علوم دین سے ہے

(762) ایضاً بروایت سنن دارمی - امیر المومنین نے فرمایا: اے مسلمانو! علم فرائض تعلیماً حاصل کرو۔ وہ علوم دین ہی کی ایک شاخ ہے۔

(763) وبروایت بیہقی - حضرت عمرؓ نے خطبۂ جابیہ میں فرمایا کہ علم فرائض کے لئے (حضرت) زیدبن ثابتؓ کی شاگردی اختیار کرو۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں - حضرت عمرؓ کا یہ اشارہ (جناب) زید بن ثابتؓ کے لئے امیر المومنین کے کمالِ فراست پر مبنی ہے، کیونکہ فرائض کی تقسیم (عددی) صحابہ کرامؓ میں حضرت زید بن ثابتؓ سے منقول ہے - اور مدینہ منورہ کے راویوں میں جو بعنوان - ''ابو الزناد - از - خارجہ بن زید - از زید بن ثابتؓ'' منقول ہے، تو اس میں تمام راوی مدنی ہیں، جیسا کہ امام مالکؒ نے اسے تعلیقاً متخرج فرمایا۔

بیوی کا ترکہ جبکہ شوہر اور بیوی کے والدین تین وارث ہوں

(764) بروایت دارمی - حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا، امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب حل مسائل میں جو راہِ گریز اختیار فرماتے، ہم سب اس راہ کو آسان سمجھ کر اس پر گامزن ہوتے۔ پس حضرت عمرؓ نے ایسی فوت شدہ بیوی جس کے یہ (مندرجہ ذیل) وارث ہوں، کے بارے میں ارشاد فرمایا:

1۔ شوہر	3روپے	مثلاً جبکہ ترکہ میں چھ روپے ہوں۔
2۔ والدہ	2روپے	
3۔ والد	1روپیہ	

(765) بروایت دارمی - ایضاً از حضرت عبداللہ بن مسعودؓ - حضرت عمرؓ نے فرمایا، اگر شوہر کا ترکہ ہے اور مندرجہ ذیل وارث ہوں تو صورتِ تقسیم یہ ہوگی،

1۔ بیوی	3روپے	مثلاً جبکہ ترکہ میں بارہ روپے ہوں
2۔ والدہ	3روپے	
3۔ والد	6روپے	

(766) ایضاً بروایت دارمی - امیر المومنین عمر فاروقؓ، حضرت ابن مسعودؓ وحضرت زیدؓ ہر سہ حضرات مندرجہ ذیل افراد کو ترکہ میں شریک سمجھتے۔ (بیوی، والدہ،

حقیقی واخیافی برادر) حضرت عمرؓ فرماتے، باپ نے ان (اخیافی بھائیوں) میں اضافہ ہی تو کیا ہے۔

دادا کا حصہ باپ کے مساوی ہے

(767) بروایت دارمی و صحیح بخاری۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی دادا کا حصہ باپ کے برابر مقرر کیا۔

دادا اور دو سے زائد حقیقی بھائی

(768) بروایت دارمی۔ حضرت عمرؓ نے مندرجہ ذیل افراد کے حصے میں یہ وثیقہ لکھوایا۔ یعنی اگر ب کا ترکہ ہے اور ورثا میں (ب کا) دادا : الف : اور : ب : کے دو یا زیادہ بھائی : ج :، : د : وغیرہ ہیں تب

الف۔ دادا	4روپے	جبکہ بارہ روپے ہوں
ج، د۔ بھائی	8روپے	

اور اگر : ج : و : د : کے ساتھ اور بھائی ہیں تو یہی آٹھ روپے ان میں تقسیم ہوں گے۔

دادا کے حصہ کی تنسیخ

(770،769) بروایت دارمی۔ جب حضرت عمرؓ کو زخمی کر دیا گیا تو آپ نے وثیقہ مذکور سے دادا کا حصہ قلم زن کرانے کے بعد اربابِ شوریٰ سے فرمایا:

آپ حضرات کو اطلاع ہے کہ میں نے دادا کو ذوی الفروض قرار دیا تھا، لیکن آخری اختیار آپ حضرات کو ہے، اگر آپ لوگ چاہیں تو دادا کو ترکہ میں محجوب الارث رہنے دیں یا ذوی الفروض میں سے۔

اس پر حضرت عثمانؓ بن عفان نے عرض کیا، اگر ہم آپ کے پہلے ارشاد پر

عمل کریں تو اس میں بھی حرج نہیں، اور اگر ہم جناب ابو بکرؓ (کہ صائب الرائے تھے) کے فتویٰ پر عمل پیرا ہوں تو اس میں بھی مضائقہ نہیں۔ (حضرت ابو بکرؓ کا یہ فتویٰ گزشتہ روایت میں نقل ہوا ہے)۔

دادی اور نانی کا حصہ

(771) بروایت دارمی - خلیفۃ المسلمین حضرت ابو بکرؓ کے حضور ایک عورت حاضر ہو کر عرض گزار ہوئی - "اے صاحب! میں ایک متوفی یا متوفیہ کی دادی یا نانی (بربنائے شک راوی) ہوں اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ میں اس کے ترکہ کی حقدار ہوں۔ آپ کا کیا فتویٰ ہے؟"۔ خلیفۃ المسلمین نے فرمایا، اس مسئلے میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا، مگر اسی روز جب حضرت ابو بکرؓ نے نماز ظہر ادا فرمائی تو آپ نے شرکائے صلوٰۃ سے دریافت فرمایا کہ اگر اس مسئلہ میں کسی صاحب نے آنحضرت صلوات اللہ علیہ کی زبانِ مبارک سے کوئی حکم سنا ہو تو مطلع کیا جائے؟ اس پر حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے عرض کیا، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے جدہ کا حصہ (ترکہ میں سے) 1/6 (سدس) متعین فرمایا- جناب ابو بکرؓ نے فرمایا یہ تو ایک شہادت ہے، اے دوستو! کیا کسی اور صاحب نے بھی یہ حدیث سنی ہے؟ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے عرض کیا، مغیرہ نے سچ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ کا 1/6 حصہ مقرر فرمایا......

اور عہد فاروقی میں یہی مسئلہ آپ کے حضور پیش ہوا تو امیر المومنین حضرت عمرؓ نے بھی وہی فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ میں کچھ نہیں سنا، اور حضرت ابو بکرؓ کی طرح آپ نے بھی ارباب شوریٰ سے وہی سوال کیا۔ تب حاضرین نے حضرت ابو بکرؓ و جناب مغیرہؓ بن شعبہ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ کا پورا واقعہ

(مذکورۂ صدر) عرض کیا۔

اس کے بعد امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا، کہ "جدّ یا جدہ" (دادا یا دادی) میں سے اگر ایک موجود ہو تو اس کا حصہ 1/6 (سدس) ہے اور اگر دونوں موجود ہیں تو وہی سدس (1/6) دونوں میں مساوی مساوی (تقسیم کر کے ترکہ دیا جائے)۔

کلالہ

(772) بروایت دارمی - خلیفۃ المسلمین حضرت ابو بکر صدیقؓ سے سوال کیا گیا۔ (قرآن مجید کے) "لفظ کلالہ کے منطوق کون کون افراد ہیں؟" فرمایا میں اس کی تفسیر اپنی طرف سے کر رہا ہوں، جو اگر صواب ہو، تو اللہ تعالیٰ کے انعامات سے ہے، اور اگر خطا ہو تو یہ میری ایسی غلطی ہے جس میں شیطان کا دخل ہے۔

کلالہ وہ شخص ہے جس کا باپ اور بیٹا دونوں نہ ہوں۔

اسی لفظ (کلالہ) کی تفسیر امیر المومنین عمر فاروقؓ سے دریافت ہوئی تو آپ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے شرم کرتا ہوں کہ اپنے پیشرو (حضرت ابو بکرؓ) کے خلاف کہوں۔

ذوی الفروض کے فقدان پر ذوی الارحام کا حق

(773) بروایت دارمی - حضرت ابن الدحداحہ صحابی کے انتقال پر ان کے ذوی الفروض میں سے کوئی وارث نہ تھا۔ امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب نے متوفی کا ترکہ ان کے ماموؤں کے حوالے کر دیا۔

(774) بروایت دارمی - حضرت عمرؓ کے اجتہادات میں ایک میّت کے غیر ذوی الفروض میں اس طرح ترکہ تقسیم فرمایا گیا۔

متوفی کی ماں کا حقیقی چچا	4 روپے	جبکہ چھ روپے ہوں
متوفی کا حقیقی ماموں	2 روپے	

(775) بروایت دارمی - امیر المومنین حضرت عمرؓ نے مندرجہ ذیل اقارب میں تقسیم ترکہ یوں فرمائی :

متوفی کی خالہ	2روپے	جبکہ چھ روپے ہوں
متوفی کی پھوپھی	4روپے	

(776) بروایت دارمی - جب حضرت عمرؓ کے عہد میں مقام عمواس پر مسلمان طاعون سے شہید ہو گئے (اور اسلام میں یہ حادثۂ وبا سب سے پہلے اسی مقام پر واقع ہوا) تو آپ نے ان کے ترکہ کا فیصلہ یوں فرمایا کہ ذوی الفروض میں جو لوگ ماں کی طرف سے یکساں وارث ہوں، ان کی نسبت قرابت کی وجہ سے سب کو مساوی حصہ دیا جائے اور جو لوگ باپ کی طرف سے وارث ہوں تو یہ پہلوں سے زیادہ مستحق ہیں۔

غیر مسلم کا ترکہ غیر مسلم کے لئے

(778،777) بروایت دارمی - عہد فاروقی میں حضرت محمد بن اشعث کی پھوپھی نے (یمن) میں رحلت کی اور متوفیہ یہودی مذہب پر تھیں۔ امیر المومنین سے ان کے ترکہ کا دریافت ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ اس کے ہم مذہب میں سے جو رشتہ میں اس کے قریبی ہوں، وہی اس کے ترکہ کے وارث ہیں (مگر مسلم قرابت دار محروم الارث ہیں)۔

(780،779) بروایت دارمی - امیر المومنین نے فرمایا کہ نہ تو مسلمان اپنے مشرک قرابت دار کے ترکہ کا وارث ہو سکتا ہے، نہ مشرک اپنے مسلمان رشتہ دار کا وارث ہو سکتا ہے۔

(781) بروایت دارمی - حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں فرماتے ہیں کہ مختلف ملت کے افراد ایک دوسرے کے ترکہ کے حق دار نہیں ہو سکتے اور نہ وہ شخص کسی جائز وارث کو ممنوع الارث قرار دے سکتا ہے جو خود ناجائز طور پر وارث

ہونے کا ارتکاب کرے۔

مستحقین ترکہ

(782) بروایت دارمی - حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ (اور غالباً حضرت عبداللہ بھی) تمام حضرات کا فتویٰ ہے کہ اگر ماں اور باپ دونوں کی طرف سے وارث موجود ہوں، تو دوسرے اقسامِ اقارب کے بالمقابل وہی ترکہ کے مستحق ہوں گے۔

اموالِ دیت کی تقسیم ورثا میں ترکہ کی مانند ہے

(783) بروایت دارمی - حضرات ثلاثہ (جناب عمرؓ، علیؓ، زیدؓ) کا متفقہ فتویٰ ہے کہ دیت (خطا و عمد بہر دو صنف) اور ترکہ (ہر دو نوع) کی توریث یکساں ہے (جو افراد دیت کے وارث ہیں وہی افراد ترکہ کے مستحق ہیں)

(784) بروایت دارمی - امیر المومنین نے فرمایا کہ قتل عمد یا خطا (بہر دو قسم) کی دیت کا وارث قاتل نہیں ہو سکتا۔

غیر معلوم فرد کو ترکہ کے لئے شہادت دینا ضروری ہے

(785) بروایت دارمی - حضرت عمرؓ نے قاضی شریحؒ (در کوفہ) کی طرف اپنے فرمان میں یہ بھی لکھوایا کہ جو لڑکا کم سنی میں اپنے وطن سے اغوا کر لیا گیا ہو، وہ بالغ ہو کر واپس آئے اور ثبوت میں اپنی صغر سنی کی بوسیدہ پوشاک بھی پیش کرے تو شہادت کے بغیر وہ اپنے مورث کے ترکہ کا حقدار نہیں ہو سکتا۔

(786) بروایت دارمی - امیر المومنین نے فرمایا، الفاظ "صدقہ" اور "عتق" زبان سے نکلتے ہی ان کا نفاذ ہو گیا[3]

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں الفاظ کا اطلاق (اپنے اپنے مورد پر) پوری طرح موثر ہو گا، نہ یہ کہ زبان سے کہنے کے بعد انہیں پھر واپس لے لیا جائے۔

غلام کی وِلاء

(787) بروایت دارمی - حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آزاد مرد کنیز سے اور غلام مرد زنِ آزاد سے نکاح کرلے توان کا مولود نصف آزاد ہوگا۔

(788) ایضاًبروایت دارمی - امیر المومنین حضرت عمرؓ، جناب علیؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ ہر سہ اصحاب فرماتے ہیں کہ آزاد کردہ غلام کا مال اصل مالک کے ان ورثا کا حق ہے جو مالک کے قریبی ذوی الفروض سے ہوں، باستثنائے آزاد کنندہ کی بیوی کے آزاد عورت ایسے غلام کے مال کی حقدار ہے، جسے وہ خود آزاد کرے یا غلام سے مکاتبہ کرے[4]

(789) وایضاًبروایت دارمی - امیر المومنین عمرؓ، جناب علیؓ اور زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ اگر فرزند نے اپنا مملوک آزاد کیا (اور وہ فرزند) آزاد کردہ غلام کے مال (وِلاء) پر قبضہ کرنے سے قبل فوت ہوگیا تو اس مال کا وارث متوفی (فرزند) کا باپ ہے۔

(790) بروایت دارمی - حضرت عمرؓ نے فرمایا، جب آزاد عورت غلام سے عقد کرلے اور اس کے ہاں فرزند متولد ہو، تو یہ لڑکا اپنی والدہ کے اصلاً آزاد ہونے کی وجہ سے آزاد ہوگا اور اس کا ترکہ اس کی والدہ اور والدہ کے قرابت داروں کا ہوگا۔ اور اگر اس کا والد بھی آزاد ہوجائے تو اس مولود کا ترکہ والد کی طرف لوٹے گا۔

(791) وایضاًبروایت دارمی - ایک شخص نے امیر المومنین سے عرض کیا کہ جب میرے وارث کلالہ ہوں تو کیا میں ان کے لئے اپنے نصف مال کی وصیت کرسکتا ہوں؟ آپ نے انکار فرمادیا۔ سائل نے 1/3 سے لے کر 1/10 (ثلث، ربع، خمس، سدس، سبع تابہ ثمن، عشر) تک کے لئے عرض کیا، فرمایا البتہ 1/10 کی وصیت مناسب ہے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، شعبی سے ایک روایت میں منقول ہے کہ جاہلیت [illegible] 1/5 [illegible] 1/4 تک تھا جس کی انتہا [illegible] 1/3 تھی

(792) بروایت دارمی ایضاً - امیر المومنین حضرت عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا، وصیت میں حجت مُوصی کا آخری قول ہے۔

حواشی

ف[1] اصل روایت میں لفظ "اللحن" ہے، جسے کچھ کے کچھ معنی دے کر حقیقت سے بُعد حاصل کر لیا گیا ہے، بلکہ (وفی حدیث عمر) تعلّموا السُنة والفرائض واللحن کما تعلّمون القران وفی روایة تعلّموا اللحن فی القران کما تعلمونه یرید تعلّموا لغة العرب باعرابها وقال الازهری معناه تعلموا لغة العرب فی القرآن و اعرفوا معانیه لقوله تعالیٰ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ، (محمد :30) ای معناه و فحواه " (النهایة فی غریب الحدیث لابن الاثیر الجزری) (خلاصہ) حدیث عمرؓ میں ہے کہ اے مسلمانو! تم سنت، فرائض اور لغت کو اسی طرح سیکھو جس طرح قرآن تم نے سیکھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ تم لحن سیکھو، یعنی معنیٔ قرآن سیکھو۔ جیسا کہ قرآنی آیت میں ارشاد ہے کہ اے نبیؐ! تاکہ انہیں آیات کے معانی اور مصداق پہنچا دے۔

ف[2] سنت کے معنی؟ والاصل فیها الطریقة والسیرة ولذا اطلقت فی الشرع فانما یراد بها ما امر به النبی صلی الله علیه وسلم ونهی عنه وندب الیه قولاً و فعلاً مالم ینطق به الکتاب العزیز ولهذا یقال فی ادلة الشرع "الکتاب والسنة" ای "القرآن و الحدیث" (النهایة، لابن الاثیر الجزری).

لفظ سنت کے معنی راستہ اور سیرۃ ہیں۔ اور شرع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے نہی وامر (ہر دو) خواہ بالفاظ ہو خواہ بہ عمل۔ مگر وہ اوامر و نواہی جن پر کتاب العزیز نے نطق نہ فرمایا ہو۔ اسی مناسبت سے دلائل شرعیہ میں "کتاب و سنت" کہا جاتا ہے جس کے معنی قرآن و حدیث کے ہیں۔

ف[3] عتق بہ معنی غلام آزاد کرنا اور عتق کا تعلق ترکہ سے بھی ہے۔ یعنی آزاد کردہ غلام کا تمام مال اس کے مالک کا ہوگا، جس کے لئے مصطلحہ لفظ "وِلاء" ہے۔

ف[4] مکاتبہ بہ معنی غلام سے آزادی کی شرط ہے، مگر جب تک ایسا غلام خود پر عائد کردہ شرائط کی تکمیل نہ کرے، بدستور اپنے مالک کی ملکیت ہے۔

درمسائل متفرق

در مسائل متفرق

جزیرۃ العرب میں دو دین یک جا نہیں رہ سکتے

(793) بروایت امام مالکؒ-ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یجتمعان دینان فی جزیرۃ العرب.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جزیرۂ عرب میں اسلام کے ساتھ کسی اور ملت کا اجتماع نہ ہونا چاہیے۔

اور امیر المومنین عمر فاروقؓ نے اپنے عہد میں جب اس حدیث کی مصلحت پر غور فرمایا، تو آپ کو اس کی معنویت پر تسکین خاطر ہو گئی کہ واقعی جزیرۂ عرب میں اسلام کے ساتھ کسی اور ملت کا اجتماع نہ ہونا چاہیے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں، اب حضرت عمرؓ نے نجران، فدک اور خیبر ہر سہ مقامات کے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا۔ البتہ (الف) یہود خیبر کو بلا معاوضہ چیزے ملک بدر کر دیا اور (ب) یہودِ فدک کو ان کے حصہ (نصف) کی اراضی و باغات کا زربدل اس صورت میں پورا ادا فرمادیا کہ کچھ سونا، کچھ چاندی، بقیہ (میں) اونٹ اور ان کے پالان و

نکیل اور باندھنے کی رسیاں (ان تمام اجناس کو قیمت میں محسوب کر دیا)۔ امیر المومنین نے ان (اربابِ فدک) کے ساتھ یہ خصوصیت اس لئے برتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کی اراضی وباغات پر نصف بٹائی کے عوض بر قرار رکھا تھا۔

شہر مکہ پر مدینۃ النبیؐ کی برتری

(794) بروایت امام مالکؒ۔ سفر مکہ میں ایک منزل میں حضرت عمرؓ کے غلام (جناب) سالم، حضرت عبداللہ بن عیاش المخزومی کے پاس گئے۔ اس وقت ان کے سامنے نبیذ رکھی تھی۔ جناب سالم نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ یہ نبیذ تو امیر المومنین کو بھی مرغوب ہے، جس پر ابن عیاش نے ایک قدح بھر کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے پیتے ہوئے فرمایا، بہت خوش ذائقہ ہے۔ اور اس میں سے کچھ اپنے دائیں طرف ایک صاحب کو عنایت فرمادی۔

حضرت عبداللہ واپس جارہے تھے کہ امیر المومنین نے انہیں لوٹا کر دریافت فرمایا، سنا گیا ہے آپ مکہ (معظمہ) کو مدینہ (منورہ) پر فضیلت دیتے ہیں؟ عبداللہ نے عرض کیا جی ہاں! میں نے اتنا تو ضرور کہا ہے کہ مکہ معظمہ میں اللہ کا حرم ہے، وہ مامن ہے اور اس میں خدا کا گھر ہے۔ امیر المومنین نے فرمایا، میں آپ سے وہاں کے حرم اور بیت اللہ کے متعلق دریافت نہیں کرتا، بلکہ یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں، کیا (واقعی) آپ مکہ کو مدینہ پر فضیلت دیتے ہیں؟ حضرت عبداللہ نے پھر وہی عرض کیا۔ جی ہاں! میں نے اتنا تو ضرور کہا ہے کہ مکہ معظمہ میں اللہ کا حرم ہے، وہ مامن ہے اور اس میں خدا کا گھر ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے بھی اپنے وہی الفاظ ارشاد فرمائے کہ میں تو دریافت کرتا ہوں کیا (واقعی) آپ مکہ کو مدینہ پر فضیلت دیتے ہیں؟ اور اس کے بعد امیر المومنین اس مقام سے آگے بڑھ گئے۔

وبازدہ زمین

(795) ایضاًبروایت امام مالکؒ - حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب ابن عوفؓ کی روایت (دربارۂ وبازدہ سرزمین) سن کر امیر المومنین تمام لوگوں کے ہمراہ (مقام رکبہ سے) واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

(796) بروایت امام مالکؒ - امیرالمومنین عمرؓ نے فرمایا کہ (خطۂ حجاز کے) رکبہ[2] کا ایک گھر مجھے ملک شام کے دس گھروں سے زیادہ محبوب ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد اس بنا پر ہے کہ خطۂ شام وبا کی آماجگاہ بن رہا تھا اور حجاز میں وبائی اموات کا خطرہ کم ہے۔ جس سے زندگی میں کچھ نہ کچھ بقا ہو سکتی ہے۔

(797) ایضاًبروایت امام مالکؒ - امیر المومنین عمر فاروقؓ سے اس آیت کے معنی کے لئے عرض کیا گیا:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ (الاعراف :172)

یاد کیجئے وہ ساعت، جب آپ کے رب نے تخلیق آدم کے بعد اس کی پشت سے اولادِ آدم کی روحیں حاضر فرما کر ان سے فرمایا، کیا میں تمہارا پروردگار نہیں؟ سب روحوں نے اقرار کر لیا۔ پس ہم (اللہ) نے خود ہر ابن آدم کو اس کے نفس پر گواہ بنالیا کہ مبادا وہ قیامت کے روز اس سے اپنی بے خبری کا اظہار کرنے لگے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے اس آیت کے معنی دریافت کئے تو آپؐ نے فرمایا:

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تبارك و تعالى خلق ادم ثم مسح ظهره بيمينه فاستخرج منه ذرّية فقال خلقت هٰؤلآءِ للجنة وبعمل اهل الجنة يعملون ثم مسح ظهره فاستخرج منه ذرّية فقال خلقت هٰؤلآءِ للنار و بعمل اهل النار يعملون فقال رجل يا رسول الله! ففيم العمل فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تبارك و تعالى اذا خلق العبد للجنة استعمله بعمل اهل الجنة حتّٰى يموت على عمل من اعمال اهل الجنة حتّٰى يموت على عمل من اعمال اهل الجنة فيدخلهٗ بالجنة. واذا خلق العبد للنار استعمله بعمل اهل النار حتّٰى يموت على عمل من اعمال النار فيدخله به النار.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلق آدم کے بعد خداوند تبارک و تعالیٰ نے آدم کی پشت پر اپنا دائیاں ہاتھ مَس فرمایا، اور اس پر ان کی ذریت کا بے شمار حصہ نظر آیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہ لوگ میں نے جنت کے لئے تخلیق فرمائے ہیں، اس لئے کہ ان کے اعمال ہی ایسے ہوں گے۔

پھر اللہ پاک نے حضرت آدم کی پشت سے دستِ مبارک مَس فرمایا اور پہلے کی طرح ان کی ذریت کا بے شمار طبقہ نظر آنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، انہیں میں نے دوزخ کے لئے تخلیق فرمایا کیونکہ یہ بدنصیب کام ہی ایسے کریں گے۔

اس موقع پر ایک شخص نے عرض کیا، اے خدا کے رسولؐ! توفیق عمل کا محرک کیا ہے؟ فرمایا، اللہ تعالیٰ جسے جنت کا حقدار سمجھتا ہے، اسے ویسے ہی اعمال کی توفیق فرمادیتا ہے جس سے وہ جنت کا حق دار پایا جاتا ہے۔

اسی طرح اہل النار کا معاملہ ہے۔

(798) بروایت امام ابو حنیفہؒ - امیر المومنین نے جابیہ (نواح مکہ معظمہ) کے خطبہ میں (یہ بھی) فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ

جو شخص گمراہ ہونا چاہے، اور جو کوئی ہدایت یاب ہونا پسند کرے، اللہ تعالیٰ اسے ویسی ہی توفیق دے دیتا ہے۔

(مجمع میں غیر مسلم بھی موجود تھے، چنانچہ) ایک مجوسی نے قریب کے ساتھیوں سے پوچھا، امیر المومنین کیا فرمارہے ہیں؟ کسی مسلمان نے اسی ارشاد کا اعادہ فرما دیا، راہب نے کہا اللہ تعالیٰ کا عدل یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ وہ از خود کسی کو گمراہ کرے۔ حضرت عمرؓ نے راہب کا اعتراض سن کر فرمایا: آخر تجھے بھی تو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر ہی دیا ہے - سوگند بخدا! اگر تو ذمی نہ ہوتا تو تیری اس گستاخی پر میں تجھے سخت سزا دلواتا[3]

(799) بروایت امام ابو القاسم - الطلحی[4] (در کتاب الحجۃ فی بیان الحجۃ) اللہ تعالیٰ نے جس وقت عالم کو مخلوق فرمایا، ان میں ایک طبقہ جنت کا مستوجب تھا، اس نے ویسا ہی عمل بھی کیا۔ دوسرا طبقہ دوزخ کا مستوجب تھا، اس نے اسی قسم کا چلن پکڑا، جو جس منزل کے قابل تھا، اسی پر جادہ پیما ہوا۔

راوی (حضرت عبد اللہ بن حارثؓ) فرماتے ہیں، امیر المومنین کا خطبہ سن کر جب لوگ واپس لوٹے تو کسی شخص نے تقدیر پر گفتگو کرنا گوارا نہ کیا۔

ذم الرائے

(800) وایضاً بروایت امام ابو القاسم - امیر المومنین حضرت عمرؓ نے خطبہ میں فرمایا، اے مسلمانو! اصحاب الرای دشمنانِ سنت ہیں، ان کا (مجرد) اپنی رائے پہ تکیہ بدیں وجہ ہے کہ حدیث انہیں حفظ نہیں ہو سکتی، اس لئے وہ حدیث سے بھاگتے ہیں۔

لیکن جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو شرم میں ڈوب کر اپنی برتری قائم رکھنے کے لالچ میں یہ تو ان کی زبان پر آتا نہیں کہ ہم اس مسئلے سے ناواقف ہیں، اس لئے سنت کی بجائے اپنی رائے سے فتویٰ دیتے ہیں۔ وہ خود تو گمراہ تھے ہی، مگر اب دوسروں کو بھی لے ڈوبے! میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو رائے محض سے مستغنی ہونے کا پورا سامان فراہم نہ فرمایا، نہ تو رسالت مآب صلوات اللہ علیہ رحلت فرما ہوئے اور نہ وحی کا سلسلہ ہی منقطع ہوا۔ (آپ لوگ غور تو کیجئے کہ) اگر دین میں رائے ہی کا دخل ہوتا، تو وضو میں خف (چرمی موزہ) پر مسح کا حکم تلوے کی طرف ہوتا (اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح خف کا حکم اوپر کے حصہ میں فرمایا ہے)۔ پس اے مسلمانو! ایسے بدفہم فلاسفہ سے خود کو محفوظ رکھو[5]

تا توانی با جماعت یار باش

(801) وایضاً بروایت امام ابو القاسم - اور امیر المومنین عمر فاروق ؓ نے جابیہ کے خطبہ میں یہ بھی فرمایا کہ - حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

من اراد بحبوحة الجنة فعليه بالجماعة فان الشيطان مع الفذ.

جو شخص جنت کا متلاشی ہے، اسے جماعت سے مل کر رہنا چاہئے، ورنہ اس کا تنہا رہنا اسے شیطان کے ساتھ لگادے گا۔

(اصحابِ لغت نے **بحبوحة الجنة** کے معنی "وسط جنت" **الفذ** کے معنی تنہائی لکھے ہیں)

قرآن کلام اللہ القدیم ہے (حادث نہیں)

(802) وایضاً بروایت امام ابو القاسم - حضرت عمرؓ نے بر سر منبر فرمایا کہ یہ

قرآن اللہ ہی کا کلام ہے۔

(803) وایضاً بروایت امام ابو القاسم - امیر المومنین عمرؓ کے حضور ایک دہقان حاضر ہو کر عرض گزار ہوا، مجھے دین سکھائیے۔ آپ نے فرمایا:

الف۔ زبان سے لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرو۔

ب۔ قیام صلوٰۃ و عطائے زکوٰۃ و ادائے حج و روزۂ رمضان کا التزام رکھو۔

ج۔ ظاہر شریعت کے مقابلے میں باطنیت سے اجتناب کرو۔

د۔ ہر اس ارتکاب سے پرہیز کرو جس پر تمہارا ضمیر تمہیں ملامت کرے۔

اے دہقانی! جب ان پابندیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے تمہاری ملاقات ہو اور وہ تم سے سوال کرے تو عرض کرنا کہ عمرؓ نے مجھے یہ تلقین کی تھی۔

عذابِ قبر

(804) وایضاً بروایت امام ابو القاسم - حضرت عمرؓ سے روایت ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يتعوذ من عذاب القبر .

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عذابِ قبر سے پناہ مانگتے۔

نکیرین

(805) وایضاً بروایت امام ابو القاسم - حضرت عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے:

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف انت اذا كنت فى اربعة اذرع فى ذراعين ورأيت منكراً و نكيراً قال قلت يا رسول الله وما منكر و نكير؟ قال فتانا القبر يبحثان الارض بانيا بهما و يطأن فى اشعارهما اصواتهما كالرعد القاصف و ابصارهما كالبرق الخاطف، معهما مزربة لو اجتمع عليهما اهل منى لم يطيقوا رفعهما هى

ایسرعلیهما من عصای هذه قال قلت یا رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا علی حالی هذہ؟ قال نعم ! قلت اذاً اکفیکهما .

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اے عمرؓ) تمہارا کیا حال ہو گا، جب تمہارا آخری بسیرا قبر میں ہو گا اور نکیرین تمہارے سامنے کھڑے ہوں گے ؟ عرض کیا، اے رسولؐ خدا! منکرو نکیر کیا ہیں ؟ فرمایا دوایسے قوی ہیکل (فرشتے) ہیں جو ہر شخص کی قبر میں آئیں گے۔ وہ قبر کو اپنے دانتوں سے کھودیں گے۔ ان کے جسم کے بال ان کے قدموں تک لٹکتے ہوں گے، آواز میں رعد کی سی کڑک اور آنکھوں سے بجلیاں کوندتی نظر آئیں گی۔ ان کے ہاتھوں میں اس قدر گرانبار گرز ہوں گے کہ اگر منیٰ (حاجیوں کا مجمع) بھی چاہے تو اس (گرز کو) نہ اٹھا سکے۔ مگر ان کے لئے وہ معمولی عصا سے بھی ہلکا ہو گا۔ عمرؓ نے عرض کیا، یارسول خدا! کیا میں اس وقت اسی حالت (ثبات ایمان و عمل) میں ہوں گا ؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بے شک تم اس وقت اسی حالت (ثبات ایمان و عمل) میں ہو گے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا، تب مجھے ان سے کوئی گزند نہ پہنچے گا۔

مقصدِ بعثت

(806) ایضاً بروایت امام ابو القاسم -عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم بُعِثْتُ داعیاً و مبلّغاً لیس الی من الهدیٰ[6] شیءٌ و خلق ابلیس مزیناً ولیس الیه من الضلالة .

حضرت عمرؓ سے روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری بعثت سے مقصود دعوت و تبلیغ ہے، کسی کو ہدایت یاب کرنا میرے اختیار میں نہیں۔ اور ابلیس کا کام انسان کے سامنے بدی کو حسن و جمال کا جامہ پہنا کر پیش کرنا ہے، گمراہ

کرنا اس کے بس میں نہیں ہے[7]

محض تقدیر پر بھروسہ اور تدبیر سے غفلت

(807) وایضاً بروایت امام ابو القاسم - عن عمر بن الخطاب قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تجالسوا اصحاب القدر ولا تفاتحوهم.

حضرت عمرؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے مسلمانو! جو لوگ خود کو محض تقدیر کے بس میں سمجھتے ہیں، ان کی صحبت و مکالمہ سے خود کو بچاتے رہو۔

(808) بروایت امام احمد بن حنبلؒ - ہیثم حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں، امیر المومنین حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی تمجید و تعریف کے بعد مسئلہ "رجم" (سزائے زنا) کے متعلق فرمایا، اے مسلمانو! مبادا تمہیں کوئی شخص فریب دے کر رجم (سنگسار کردن زانی را) کی بجائے صرف جلد (دُرّے) کی تلقین پر اتر آئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں رجم مقررہ سزا ہے۔ سوگند بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً نافذ فرمایا اور آپ کے بعد ہم نے اس پر عمل کیا۔ اے مسلمانو! اگر مجھے اس اعتراض کا خوف نہ ہو کہ لوگ کہیں گے عمرؓ نے کتاب اللہ میں وہ آیت لکھ دی، جسے مرسل الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے منسوخ التلاوۃ فرمادیا تھا تو میں یہ آیت ان الفاظ (وشهد عمر الخطاب) کے ساتھ مصحف کے حاشیہ پر لکھوا دیتا۔

اور یہی روایت ہیثم - (راوی مذکور) نے حضرت ابن عباسؓ کی بجائے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے اس اضافہ کے ساتھ بیان فرمائی ہے...... لیکن وہ زمانہ بھی آئے گا کہ ایک طائفہ ان حقائق سے انکار کردے گا، یعنی رجم سے، دجال سے شفاعت سے، عذاب قبر سے۔ اور ایک گروہ اس سے منکر ہو جائے گا کہ قیامت کے دن تعذیب کے

بعد کسی کو دوزخ سے نکالا ہی نہ جائے گا۔

حسن پوشش

(809) بروایت امام مالکؒ - امیر المومنین نے فرمایا، اے کاش! خوانندہ قرآنِ پاک کا لباس بھی سفید (بے داغ بمثل قرآن) ہو۔

مالی تیسیر میں

(810) بروایت امام مالکؒ - اور آپ نے فرمایا، اے مسلمانو! اگر مالی وسعت میسر ہو تو کھانے اور پہننے میں بھی خرچ کر لیا کرو۔

امیرِ ریاست کا لباس

(811) بروایت امام مالکؒ - حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ جب امیر المومنین کے درجہ پر پہنچ گئے تو آپ کے کرتے کی پشت میں تہ بہ تہ تین تھگلی کا پیوند لگا ہوا میں نے دیکھا۔ مصفّٰی میں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں - وجہ جمع درمیانِ ایں احادیث احتمال در حالۂ متغائر است۔ اگر اختیارِ لباس درشت ورکیک بنا بر نحل است یا برائے ریاست، تا مردم اور را قانع گمان کنند پس ایں ممنوع است البتہ و اگر برائے غرضے باشد کہ بدوں آں حاصل نشود - یا برائے تعلیم صفت قناعت و زہد مردم باشد - یا علاجِ نفس خود از رذیلہ عجب و کبر باشد۔ پس آں مستحسن و مرغوب است۔

امیر اور مامور دونوں کے لئے حریر منع ہے

(812) بروایت امام مالکؒ - مسجد (نبویؐ) کے صدر دروازہ پر ایک یمنی پارچہ فروش کے پاس ریشمی چادر تھی۔ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، اگر آپؐ اسے خرید فرمالیں تو جمعہ کے روز اور باہر سے آنے والے وفود کی

بار یابی پر استعمال ہو۔

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما يلبس هذا من لا خلاق لهٗ في الآخرة.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ریشمی لباس (دنیا میں) ان لوگوں کے لئے مباح ہے، جن کے لئے آخرت کی نعمتیں حرام ہیں۔

لیکن کچھ دنوں بعد اسی قسم کی چادر غنیمت میں آگئی، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو عطا کرنا چاہا۔ تو انہوں نے یہ عرض کیا۔ "یارسولؐ اللہ! چند روز ہی تو گزرے ہیں کہ آپؐ نے اسی قسم کی چادر پر ایسا فرمایا تھا، اور آج وہی چادر حضورؐ مجھے عنایت فرمانا چاہتے ہیں؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ نے فرمایا، اے عمرؓ! اس عطا سے مقصد یہ تو نہیں کہ تم خود اسے استعمال کرو۔ حضرت عمرؓ نے یہ عطیہ تو قبول کر لیا اور بعد میں اسے اپنے اس بھائی کو بھیج دیا جو ہنوز مکہ معظّمہ میں تھا اور ابھی مسلمان نہ ہوا تھا۔

آدابِ طعام میں توسع

(813) بروایت امام مالکؒ۔ جناب عمرؓ، جناب علیؓ اور حضرت عثمانؓ ہر سہ حضرات کھڑے کھڑے پانی نوش فرمالیتے۔

عوام اور امامِ وقت کی معیشت میں مساوات

(814) بروایت امام مالکؒ ۔ امیر المومنین دستر خوان پر بیٹھے، روٹی کے ساتھ گھی تھا، ایک دہقان ادھر سے گزرا، آپ نے اسے بھی شریک طعام فرمالیا۔ دہقان نے تیزی سے کھانا شروع کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے پیالہ بھی صاف کر گیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، اے دہقان! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم اس وقت اشتہاء سے پریشان تھے؟ عرض کیا، صاحب! مجھے تو فلاں وقت سے کھانے کو کچھ میسر نہیں آیا۔

یہ خشک سالی کا زمانہ تھا۔ امیر المومنین نے عہد کیا

لا اکل السمن حتیٰ یُحیَی الناس من اوّل ما یحیون

جب تک گزشتہ سالوں کی طرح بارش نہ ہو گی، میں کھانے میں گھی استعمال نہ کروں گا۔

(815) ایضاً بروایت امام مالکؒ - امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب کے دستر خوان میں ایک صاع کھجوریں تھیں۔ آپ تر و تازہ کے ساتھ خشک خرمے بھی تناول فرماتے۔

ٹڈی کی حلت

(816) ایضاً بروایت امام مالکؒ - حضرت عمرؓ نے فرمایا، اگر ٹڈی کا قدح میسر ہو تو میں ضرور کھاؤں ؎

بروایت امام مالکؒ - امیر المومنین عمر فاروقؓ نے فرمایا، گوشت خوری میں نفس کو قابو میں رکھو، کیونکہ گوشت را تاثیرے ہست در نفوس مانند تاثیر شراب۔ (مصنف)

قوم کی غربت میں بعض جائز و حلال اشیاء کا ترک

(817) بروایت امام مالکؒ - حضرت جابر بن عبداللہؓ اپنے ہمراہ گوشت کی گٹھڑی اٹھائے چلے آرہے تھے۔ امیر المومنین جناب عمرؓ نے دریافت فرمایا تو جابرؓ نے کہا اس گٹھڑی میں گوشت خوری کی ہوس بندھی ہے، جسے میں نے ایک درہم میں خریدا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا افسوس! آپ لوگ غریب پروری یا نادار چچازاد بھائی کے تکفل سے منہ موڑ کر اپنے نفس کی خواہش تو پوری کر لیتے ہو، اے جابرؓ! کلام مجید کی یہ آیت تم بھول ہی گئے۔

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِي حَيٰوتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا (19:46)

تم نے تو اپنا نیکیوں کا معاوضہ دنیا ہی میں پورا بھر لیا۔

زبوں حالی پر اظہارِ شکوہ انسانیت کی تذلیل ہے

(818) بروایت امام مالکؒ -(از حضرت انس بن مالکؓ) امیر المومنین عمرؓ نے ایک صاحب کے سلام پر جوابِ سلام کے بعد فرمایا، آپ کیسے ہیں ؟ اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے عرض کیا، الحمد للہ ! فرمایا، جزاک اللہ آپ سے ایسے ہی انداز میں اظہارِ تشکر کی توقع تھی۔

تثبیت حدیث

(819) بروایت امام مالکؒ - حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ سے فرمایا، اے ابو موسیٰؓ ! آپ کو متہم کرنا مقصود نہ تھا، بلکہ مجھے خطرہ ہے کہ مبادا لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتہام شروع کر دیں۔[10]

احترامِ حدیث اور اجتنابِ سوال

(820) بروایت امام مالکؒ-

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ارسل الى عمر بن الخطاب بعطائه فردّ عمر . فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم، لم رددتهُ . فقال يا رسول الله ! قد اخبرتنا ان خيراً لاحدنا ان لا يأخذ من احد شيئاً. فقال لهُ رسول الله صلى الله عليه وسلم انما ذلك عن المسئلة. فاما ما كان من غير مسئلة فانه رزق يرزقكه الله فقال عمر بن الخطاب والذى نفسى بيدهٖ لا اسئل احداً شيئاً ، ولا ياتينى شى ءٌ من غير مسئلة الا اخذتهُ.

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے لئے ایک عطیہ بھیجا جسے انہوں نے واپس کر دیا۔ رسولؐ اللہ نے سبب واپسی دریافت فرمایا تو عرض کیا، یا رسولؐ اللہ ! آپؐ ہی نے تو فرمایا ہے کہ کوئی مسلمان کسی شخص سے کوئی شے نہ لے اور

یہ اس کے لئے بھلائی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کا منشا یہ تھا کہ سوال کر کے نہ لے، لیکن اس کے بغیر اگر از راہ تحفہ (وعطیہ) کوئی کسی کو کچھ پیش کرے تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے "رزق" سمجھ کر ضرور قبول کرلے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا، سوگند بذاتِ کبریا! کہ جس کے قبضے ہاتھ میری زندگی ہے، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے اس ارشاد پر اب سے نہ تو میں کسی سے سوال کروں گا اور نہ کسی کا تحفہ وعطیہ واپس کروں گا۔

وہ مرض جو دوسروں کی ایذا کا باعث ہو اور اس کی اطاعت جس میں خدا اور رسولؐ کا اشارہ ہو[11]

(821) بروایت امام مالکؒ - زن مجذوم طوافِ کعبہ میں مصروف تھی۔ امیر المومنین عمر فاروقؓ نے اسے دیکھا تو فرمایا، اے مومنۂ پاک نفس! (خدارا) تم دوسروں کی ایذاء کا سبب نہ بنو۔ بہتر ہے کہ بیت اللہ میں آنا ترک ہی کردو! -اور جب حضرت عمرؓ نے انتقال فرمایا، تو کسی نے اس مومنہ سے کہا، آپ کے منع کرنے والے دنیا سے چل بسے، آپ بیت اللہ میں جائیے۔ بی بی نے فرمایا، میں جس امام کی زندگی میں اس کے جائز حکم کی تابع تھی، اس کی وفات کے بعد بھی اس طرح مطیع فرمان ہوں۔

متکبرانہ ناموں پر تنبیہ

(822) بروایت امام مالکؒ - حضرت عمرؓ سے ایک صاحب ملاقی ہوئے۔ آپ نے ان کا نام پوچھا، تو جمرہ (انگارہ) بتایا اور اپنے باپ کا نام شہاب (نجم سوزندہ) بتایا۔ قبیلہ دریافت فرمایا تو حرقہ (سوختہ شدہ) تھا، بستی کا نام حرۃ النار (آگ کی سرزمین) اور خطہ ذات لظی (آتش فشاں)۔

امیر المومنین نے ایسے متکبرانہ ناموں کا یہ تسلسل سن کر اس شخص سے فرمایا،

اے صاحب! آپ کی واپسی سے قبل آپ کا گھر بار نذر آتش ہو چکا ہو گا، اور ایسا ہی ہو گا۔

جو سرزمین سدا امراض کی آماجگاہ بنی رہے

(823) بروایت امام مالکؒ - حضرت عمرؓ عراق تشریف لے جانے کی تیاری فرمانے لگے، تو جناب کعب الاحبار (صحابی) نے عرض کیا، وہاں کا قصد نہ فرمائیے، جہاں کے (قدیم) باشندوں میں 9/10 جادوگر ہیں، پورا خطہ زہریلے سانپوں کا گھر، اور لاعلاج امراض سے ہر کہ ومہ دائم المریض ہے۔[12]

عفیفات کا چلن

(824) بروایت امام مالکؒ - حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک کنیز امیر زادیوں کی سی پوشاک پہن کر بے نقاب نکلتی۔ امیر المومنین نے اپنی صاحبزادی (جناب ام المومنین) حفصہؓ سے فرمایا اے بی بی! اپنے بھائی کی باندی کا چلن تو دیکھو کہ کس بیباکی سے امیر زادیوں کی پوشاک میں بے محابا گھومتی پھرتی ہے۔

اعترافِ عجز

(825) بروایت امام مالکؒ - حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں، امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب اور میں دونوں ایک باغیچہ میں گھوم رہے تھے، جس میں ایک دیوار بھی تھی۔ اتفاق سے آپ دیوار سے اس طرف ہو گئے اور میں دوسری طرف - اس وقت آپ خود کو تنہا پا کر فرما رہے تھے (جسے میں بھی سن رہا تھا) - "اخاہ! عمرؓ بن الخطاب امیر المومنین اے پسر خطاب! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیو، ورنہ وہ تجھے عذاب میں مبتلا کر دے گا"۔

غیر قوموں کے ساتھ معاشرہ میں توسع

(826) بروایت بغوی - حضرت عمرؓ نے ایک نصرانی بی بی کے مشکیزہ سے

وضو کیا۔

غیر مسلم کی تر اشیاء کا استعمال

(827) بروایت بغوی - امیر المومنین نے فرمایا کہ اہل کتاب کے ہاتھ کا بنا ہوا پنیر کھانا جائز ہے۔

ذبیحہ کا مقام ذبح

(828) بروایت بغوی - حضرت عمرؓ اور جناب ابن عباسؓ کا متفقہ فتویٰ ہے کہ ذبح کا مقام (ذبیحہ کے) حلق اور نرخرہ کا وسط ہے۔ اور حضرت عمرؓ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ذبیحہ کے پوری طرح ٹھنڈا ہو جانے کے بعد اس کی کھال کشی شروع کی جائے۔ (جس کے معنی اس کے جسم وروح کا فصل ہے)

طعام کی خوبی

(829) بروایت بغوی - امیر المومنین عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ (کھانے کا) آٹا چھاننا ضروری نہیں، کیونکہ اس کی بھوسی بھی طعام ہی ہے۔

قلتِ پیداوار میں نصف غذا

(830) بروایت بغوی - حضرت عمرؓ کے عہد میں قلت پیداوار سے غلہ نایاب ہونے لگا تو امیر المومنینؓ نے فرمایا، میرا ارادہ ہے کہ ہر گھر کے افراد کا شمار کر لیا جائے اور راشن کی صورت میں ہر شخص کو اس کی قوت سے نصف جنس دی جائے۔ کیونکہ اتنی غذا سے بھی انسان زندہ رہ سکتا ہے۔

ہر وہ سیال شے خمر ہے جو عقل پر چھا جائے

(831) بروایت بخاریؒ - حضرت عمرؓ نے (منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم) پر خطبہ میں فرمایا کہ شراب کی حرمت قرآن میں نازل ہو چکی ہے - جو ان پانچ چیزوں سے کشید کی جاتی ہے، منقّی، کھجور، گندم، جو اور شہد۔

...... اور خمر (شراب) ہر وہ (سیال) شے ہے، جو عقل پر چھا جائے - پھر فرمایا، اے کاش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جدا نہ ہوتے جب تک کہ ان تین امور کی وضاحت نہ فرما لیتے (1) ترکہ میں دادا کی حیثیت (کہ وہ ذوی الفروض سے ہے یا محجوب الارث) (2) کلالہ کی تعریف (3) سود کی تفصیلات۔ (لیکن خمر کے معاملے میں یہ مدار کافی نہیں کہ اس کا جوہر کیا ہے جس سے وہ کشید کی گئی، بلکہ "ما فاتر العقل" (جو شعور کو سلب کر دے)

قرینہ بمنزلۂ شہادت

(832) بروایت بغوی - امیر المومنین کو ایک شخص کے منہ سے بوئے شراب کا شبہ ہوا۔ اس سے دریافت فرمایا تو اس نے کہا، میں نے تو طلاء پی ہے اور آپ نے اسے نگرانی میں سونپ دیا کہ اگر اس پر نشہ کے آثار ظاہر ہوں تو اطلاع دی جائے۔ ایسا ہی ہوا اور آپ نے اسے حد لگوا دی۔

لباس کی حفاظت

(833) بروایت بغوی - ایک نوجوان چلا آ رہا تھا، اور اس کا ازار زمین پر گھسٹ رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے دیکھا تو فرمایا - اے عزیز من! اپنا ازار ذرا اوپر کر لو۔ اس کی حفاظت ہو گی اور تمہارے خدا کو یہ احتیاط پسند آئے گی۔

(834) بروایت بغوی - امیر المومنین نے ایک شخص کو زعفرانی پوشاک پہنے ہوئے دیکھ کر فرمایا، ارے یہ رنگ تو عورتوں کے لئے زیبا ہے۔ (اور تم مرد ہو) اسے اتار پھینکو۔

(835) بروایت بخاری - عن ابن زبیر (وغیرہ) **سمعت عمر بن الخطاب یقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تلبسوا الحریر فانه من لبسه فی الدنیا لم یلبسه فی الاخرة.**

جناب عبداللہ بن زبیرؓ (اور دوسرے حضرات) سے مروی ہے۔ امیر المومنین عمرؓ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے (مرد) پوشاک میں ریشمی کپڑا نہ پہنیں، کیونکہ جو شخص دنیا میں اسے پہنے گا، وہ قیامت میں اس سے محروم رہ جائے گا۔

(836) بروایت بغوی - جناب ابو عثمان النہدی سے مروی ہے، میں حضرت عتبہ بن فرقد کے ہاں آذربائیجان میں مقیم تھا۔ امیر المومنین عمرؓ کا ایک تحریری فرمان پہنچا، جس میں یہ ہدایت (بھی) تھی کہ:

فان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن الحریر الا هکذا و اشارباصبعه السبابة الا موضع اصبع اور اصبعین او ثلاث او اربع.

بتاکید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو ریشمی ملبوس سے منع فرمایا بجز ایں قدر، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر اپنی انگشت سبابہ سے اشارہ فرمایا کہ اتنا ریشم ہو (ایک انگشت عرضاً) یا اس قدر (بقدر دو انگشت) یا اتنا (تین انگشت کی چوڑائی تک) اور زیادہ سے زیادہ چار انگشت عرض میں۔

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں، امیر المومنین کا منشا (اس حدیث سے) یہ ہے کہ لباس (مرد) اور اس کے دیگر مستعملات میں فقط ریشمی کور کی اجازت، وہ بھی ایک سے چار انگشت (عرض) تک ہے۔

(837) بروایت بغوی - **عن ابن عمر ان النبی صلی الله علیه وسلم**

رأى على عمر قميصا ابيض فقال اجديدٌ قميصك هٰذا ام غسيلٌ ؟ فقال جديدٌ فقال البس جديداً وعش جميلاً اومت شهيداً.

از جناب ابن عمرؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی قمیص دیکھ کر فرمایا، یہ نئی ہے یا دھلی ہوئی ہے ؟ عرض کیا یارسولؐ اللہ ! یہ قمیص نئی ہے۔ فرمایا، عمرؓ! نئی پوشاک پہنو، سدا خوشی سے رہو اور شہادت کا مرتبہ حاصل کرو۔

(838) ایضاًبروایت بغوی -اور لباس میں ان چیزوں کا خیال رکھو۔ تہبند، چادر، کفش، خف (چرمی موزے) وزیر جامہ اور ان دونوں کی نزاکت کا خیال رکھو۔ اور پوشاک کی نزاکت میں اپنے جدبزرگوار جناب اسماعیل علیہ السلام کی پیروی کرو۔ لباس نہ تو بیش قیمت ہو، نہ عجمیوں کی وضع وتراش -اور قرارِ صحت کے لئے شعاع ہائے آفتاب سے فائدہ اٹھاؤ۔ یہ شعاعیں اہل عرب کا حمام ہیں۔ (ہاں) صحت بدن کا پاس رہے۔ (کسرت[13] پابندی سے کرتے رہو) پوشاک میں دبیز[14] کپڑے اور کھانے میں سادہ سے سادہ غذا[15] رکھو۔ لباس شایانِ شان پہنو[16]۔ اپنی سواری کے جانوروں کو کھلاتے پلاتے[17] رہو۔ پشت[18] اسپ سے چمٹے رہو۔ نشانہ بازی[19] کی مشق سے غفلت نہ برتو۔

(839) بروایت بغوی -ایک شخص سونے کی انگشتری پہنے تھا۔ امیر المومنین نے دیکھی تو حکم دیا کہ وہ اسے اتار دے۔ اس وقت زیاد نے عرض کیا، اے امیر المومنین میرے ہاتھ میں لوہے کی انگشتری ہے ؟ فرمایا یہ سونے کی انگشتری سے زیادہ بدبودار ہے۔ **ذاك انتن و انتن .**

انگشتری کا نگینہ

بروایت بغوی- **عن ابن عمر قال اتخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم خاتما من ورق وكان في يده ثم كان بعد في يد عمر ثم كان بعد في**

ید عثمان حتی وقع بعد فی بیئراریس - نقشہ "محمد رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم۔

بروایت حضرت عبداللہ ابن عمرؓ - جناب رسولؐ خدا نے چاندی کی انگوٹھی پہنی، آپ کے بعد یہی انگشتری حضرت ابوبکرؓ نے بطور نائب رسولؐ کے پہنے رکھی۔ ان کے بعد اسے حضرت عمرؓ نے بحیثیت خلیفہ النبیؐ کے پہن لیا۔ اب حضرت عثمانؓ نے خلافت سنبھالی تو یہ انگشتری بھی آپ کو ملی، جسے آپ نے پہلے ہر دو حضرات کی طرح پہن لیا۔ مگر ایک روز یہ انگشتری حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے اتر کر اریس نامی کنوئیں میں گر گئی[20] (جو بے حد تلاش پر بھی نہ مل سکی)

معطرات

(840) بروایت بغوی - امیر المومنین کو بوئے مشک بہت مرغوب تھے، مگر انتقال کے وقت وصیت فرمائی کہ میری میت میں اسے استعمال نہ کیا جائے۔ اور حسن بصریؒ کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ مشک کا استعمال جائز ہے مگر میت کے لئے نہیں۔

خضاب، حنا، حجامت اور حمام کے مسائل

(841) بروایت بغوی - حضرت انس بن مالکؓ (صحابی) سے ایک صاحب نے دریافت کیا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ریش مبارک پر خضاب استعمال فرماتے تھے؟ جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک میں سفیدی آئی ہی نہ تھی۔ البتہ حضرت ابوبکرؓ خضاب استعمال فرماتے اور جناب عمرؓ حنا۔

(842) بروایت بغوی - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حلق کے سوا نورہ (بال صفا پوڈر) استعمال نہ فرماتے۔ اسی طرح اصحاب ثلاثہ بھی۔

(843) بروایت بغوی-جبیر بن نفیر فرماتے ہیں، امیرالمومنین نے جو حکم نامہ عامل شام کو بھیجا، اس میں یہ بھی تحریر تھا کہ (قانوناً) کوئی مرد حمام میں لنگی کے بغیر نہ جائے۔ اور مستورات صرف غسل صحت کے لئے حمام میں جائیں اور تفریحات میں ان (تین) کاموں کی اجازت فرمائی۔ (گھر سے باہر) شہسواری و تیر اندازی۔ اور (گھریلو زندگی میں) اپنی بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت۔

بت خانوں سے عدم تعرض

(844) بروایت بغوی-امیر المومنین شام میں تشریف لے گئے اور ایک نصرانی کی دعوتِ طعام پر فرمایا کہ ہم تمہارے گرجاؤں میں بیٹھ کر کھانا کھانے سے اس لئے مجبور ہیں کہ ان میں مجسمے[21] رکھے ہوئے ہیں۔

اجتنابِ تکلف

(845) بروایت بغوی-جناب صفیہ (بنت ابو عبید الثقفی: اصابہ) حرم حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں آپ کے شوہر یا ان کے کسی قرابت دار نے ایک نقشین چادر تحفۃً پیش کی، جسے بی بی نے گھر کے دروازہ پر لٹکا دیا۔ امیر المومنین عمر فاروقؓ کو یہ اطلاع ہوئی تو آپ وہاں تشریف لے گئے کہ اس تکلف کا پردہ چاک فرمادیں، مگر بی بی نے آپ کے پہنچنے تک چادر علیحدہ کر دی[22]

(846) بروایت بغوی-حضرت صفوان بن امیہ نے امیر المومنین کو دعوتِ ولیمہ میں مدعو کیا اور رنگے ہوئے نقش دار چمڑے کا فرش زمین پر ڈال دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس سے تو کمبل زیادہ بہتر ہے جو زمین کا غبار بھی جذب کر لیتا ہے۔

نفس انسان کی نگہداری میں فراست

(847) بروایت بغوی-ایک صاحب نے امیر المومنین کے سامنے بر سبیل

تذکرہ اپنی بیوی کے مرض کا تذکرہ یوں کیا، کہ اسے ...... کی قریبی جگہ سے خون جاری رہتا ہے۔ دوسرے صاحب نے جو وہاں موجود تھے کہا، اگر شرعاً غیر عورت کے پردہ کی جگہ کو دیکھنا جائز ہوتا تو میں اس کا علاج کر سکتا تھا۔ امیر المومنینؓ نے فرمایا، وہ کیسے ؟اس نے عرض کیا، یہ ایک باریک رگ ہوتی ہے، جسے اگر داغ لگا دیا جائے تو مریض صحت یاب ہو سکتا ہے۔ فرمایا : کیا اس کے سوا کوئی اور علاج نہیں ؟ عرض کیا، اس کا تو یہی ایک علاج ہے۔ امیر المومنین نے مریضہ کے شوہر سے فرمایا، جائیے، اسے کپڑا اوڑھا کر صرف وہ حصہ کھلا رہنے دیجئے جہاں داغ دینا ہے۔ اور اس علاج سے مریضہ صحت یاب ہو گئی[23]

علم الافلاک سیکھنے کی اجازت

(848) بروایت بغوی - امیر المومنین عمر فاروقؓ نے فرمایا، علوم نجوم کہانت کے لئے نہیں بلکہ جہاتِ قبلہ و سمتِ سفر معلوم کرنے کے لئے سیکھو[24]

علم فقہ و سنت کے لئے عربی زبان کا فہم و معبر کی فراست

(849) بروایت بغوی - امیر المومنین حضرت عمرؓ نے (ابو موسیٰ اشعریؓ عامل بصرہ) کی طرف جو فرمان لکھوایا، اس میں (منجملہ اور ہدایات کے یہ بھی) مرقوم فرمایا۔ امابعد ! میں آپ لوگوں کو انہی امور کا حکم دیتا ہوں، جن کا ارشاد تمہیں قرآن مجید نے دیا ہے، اور انہی چیزوں سے روکتا ہوں جن سے تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

1۔ امرکم باتباع الفقه و السنة .

میں آپ لوگوں کو فقہ و سنت کی پیروی کا حکم دیتا ہوں۔

2۔ والتفهم في العربيّة.

اور یہ کہ عربی لغت کا فہم وادراک حاصل کرو۔

3۔ واذا رأی احدکم رؤیا فقصها علی اخیه فلیقل خیراً لنا و شراً لاعدائنا .

اگر ہمارا مسلمان فرد اپنے کسی دوست سے تعبیر خواب پوچھے، تو اسے مسلمانوں کے حق میں بھلائی کا کلمہ کہنا چاہئے اور اسلام کے دشمنوں کے لئے جو اس کی سمجھ میں آئے، کہے۔

(850) بروایت بغوی-اور ایک شخص نے امیر المومنین عمرؓ کے سامنے اپنا رؤیا ان لفظوں میں بیان کیا کہ پہلے تو مجھے ہری ہری دوب دست یاب ہوئی، مگر بعد میں خشک گھاس ملی۔ حضرت عمرؓ نے یہ رؤیا سن کر فرمایا، اے شخص! پہلے تجھے ایمان کی تازگی نصیب ہو گی، مگر آخر میں تو کفر اختیار کرے گا اور کفر ہی میں تمہارا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس پر سائل نے یہ کہا، یہ رؤیا نہ تھا، بلکہ میں نے یونہی بات بنائی تھی۔ امیر المومنین نے فرمایا، جو کچھ میں نے کہا ہے منجانب اللہ اسی طرح اس کا فیصلہ ہو گیا ہے، جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھیوں[25] کے خلاف۔

القابِ مراسلات

(851) بروایت بغوی-نافع (وغیرہ) سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے مقرر کردہ عمال (اپنے اپنے صوبہ سے) امیر المومنین فاروق اعظمؓ کی خدمت میں مراسلے بھیجتے تو سرنامہ اپنے نام سے شروع کرتے۔ ازاں جملہ، میں نے یہ مراسلہ دیکھا:

من النعمان بن مقرن الی عبدالله امیر المومنین

(یہ مراسلہ نعمان بن مقرن کی طرف سے ہے، بخدمت عبداللہ امیرالمومنین)

(اس سلسلۂ سند کے راوی) حضرت زیاد فرماتے ہیں-ما کان هٰؤلآء الا

الاعراب[26]۔ (اور یہ لوگ (اصحابِ مراسلات) فصحائے وقت تھے۔

احترامِ امیر

(852) بروایت بغوی - امیر المومنین عمر فاروقؓ صوبہ شام میں تشریف لائے۔ صوبہ دار حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے استقبال کیا اور مصافحہ پر امیر المومنین کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔ جناب تمیم (ابن سلمہ) راوی فرماتے ہیں کہ یہ حضرات اسے سنت سمجھتے تھے[27]۔

تسمیہ

(853) بروایت بغوی - (جناب) تیمی[28] ناپسند کرتے تھے کہ اولاد کے نام جبرئیل ومیکائیل رکھے جائیں - کیونکہ امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب بھی اسے مکروہ سمجھتے تھے، اور دوسرے صحابہؓ وتابعین سے بھی کسی نے اپنے بچوں کے یہ نام نہیں رکھے۔

(854) بروایت بغوی - امیر المومنین نے مسروق سے ان کے والد کا نام دریافت فرمایا تو انہوں نے اجدع بتایا، آپ نے فرمایا، مسروق بن عبد الرحمٰن[29]۔

واعظینِ گرم گفتار کی مذمت

(855) وایضاً بروایت بغوی - امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں ایک صاحب وعظ ارشاد فرمارہے تھے۔ طولِ مدعا کا یہ عالم کہ سلسلہ ختم ہونے پر نہ آتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، بیشتر وعظ و خطبات شیطانی ہیجان ہیں[30]۔

(856) بروایت بغوی - امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شتربان کے لئے حدی[31] خوانی پر کبھی زجر نہ فرماتے۔ (کیونکہ ان گیتوں میں اونٹ کے لئے ایسا سرور ہے جس سے وہ منزل میں مگن ہو کر چلتا رہتا ہے)۔

خاتمہ از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

میرے قلم کے یہ آخری الفاظ ہیں جو میں نے (فی الحال) بتوفیق خداوندی امیر المومنین جناب عمرؓ بن الخطاب کے مسلک پر سپرد خامہ کئے۔ **والحمد لله اولاً و اخراً وظاهراً و باطناً وصلى الله على خير خلقه محمد وآله واصحابه اجمعين.**

حواشی

1ـہ اس گفتگو میں حضرت عمرؓ کے مد نظر یہ تھا کہ مکہ معظمہ کے مقامات عبادت سے قطع نظر شہر پر مدینۃ النبیؐ کو فضیلت حاصل ہے۔ واللہ اعلم۔

2ـہ نام موضع در میانِ غمرہ وذاتِ عراق در حجاز (النہایہ لابن الاثیر)

3ـہ اصل لفظ **لضربت عنقك** (یعنی میں تیری گردن اڑا دیتا) لیکن ظاہر ہے کہ یہ جرم واجب القتل نہ تھا، اس لئے امیر المومنین کا یہ فرمانا عام عادت کے مطابق ہے۔

4ـہ اسماعیل بن محمد بن اسماعیل بن محمد۔ بن طلحہ۔ التیمی الطلحی الکوفی۔ (تہذیب التہذیب)

5ـہ یہ ہیں امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب، جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے جمع حدیث کی بنیاد کھدوادی۔ موجود دَور کے ایسا کہنے والے اصحاب الرائے اس الزام کے مورد تو نہیں ہو سکتے کہ انہیں احادیث حفظ نہیں رہتیں۔ مگر اتنا ناگزیر ہے کہ علم حدیث تو بڑی چیز ہے، وہ سرے سے عربی زبان تک سے ازلاً و ابداً مستغنی ہیں۔ اور منزل عشق و محبت میں ایسے سرور نغمہ کے حدی خواں کہ آج تک وہ کسی رہرو کے زیر لب بھی تو یہ سرور نہیں آیا۔ خداوندا:۔

ایں مطرب از کجاست کہ ساز عراق ساخت
و آہنگ باز گشت ز راہِ حجاز کرد

6ـہ بمصداق آیت۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ج وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (القصص :56) (اے پیغمبر! کسی کو ہدایت یاب بنانا تمہارے اختیار میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو خوب جانتا ہے، جن کا ہدایت میں حصہ ہے)۔

7ے بمصداق آیات - وَعَادًا وَّ ثَمُوْدَ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ قف وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ (العنکبوت : 138) (اور اے پیغمبر!) قوم عاد اور ثمود (دونوں کا) حشر واضح ہے، ان کی تباہ شدہ بستیوں پر سے تم گزر ہی چکے ہوں۔ انہوں نے اپنی بربادی خود اپنے ہاتھوں سے کی، شیطان ان کے برے کردار کی تحسین کرتا رہا اور وہ اس کے فریب میں آکر ہدایت کی راہ کھو بیٹھے)۔ شیطان کا کسی کے برے چلن کو اسے خوش نما کر کے دکھانے میں سورۂ انفال کی آیت نمبر 50 پر نظر ڈالئے۔لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاس ۔ (ارے! تم لوگوں پر اس زمانہ میں کون فتح حاصل کر سکتا ہے)۔ یہ واقعہ غزوۂ بدر کے مبادی کا ہے- مگر جب اس نے مکہ والوں کو شکست کے قریب دیکھا، تو اِنِّیْ بَرِیْءٌ مِّنْكُمْ کہہ کر ایک طرف ہو گیا۔ صدق الله ورسوله! وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (البقرہ :208) دیکھو! شیطان کی باتوں میں نہ آجاؤ، وہ تو تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے!

8ے غالباً مسئلہ خلودِ نار سب سے پہلے امام ابن تیمیہ نے اجاگر کیا۔ یہ کہ خلود کے معنی دوام و استمرار نہیں، بلکہ طولِ مدت ہے اور بالآخر اہل النار کو دوزخ سے نکال دیا جائے گا۔

9ے ٹڈی کی حلت الکافی میں دیکھنے کا اتفاق ہوا، تو امیر المومنین علیؓ بن ابی طالب کی یہ روایت (توافق) میں مل گئی ہے۔ عن ابی عبدالله علیه السلام قال قال امیر المومنین صلوات الله علیه الجراد ذکی کله فاما ما هلك فی البحر فلا تاکله (الفروع من الکافی جلد 2، باب الجراد)

امام ابو عبداللہ جعفر صادق فرماتے ہیں، جناب امیر المومنینؓ کا ارشاد ہے کہ ٹڈی (الجراد) اپنے تمام اعضاء سمیت حلال ہے، الا جو (ٹڈی) پانی میں گرنے سے مر گئی ہو، اسے مت کھاؤ...... الکافی۔ شیعہ حضرات کے "اصول اربعہ" میں درجہ اولیت و اولویت پر ہے۔ (اور اصول اربعہ بہ معنی چار کتبِ اصول دین جس طرح اہل سنت میں صحاح ستہ ہیں)۔

10ے حضرت عمرؓ کی فراست خداداد نے اندازہ کر لیا کہ ایک گروہ ہر خوشنما جملہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر دے گا، اور صدرِ اول ہی میں یہ مصیبتیں امڈ آئیں۔ مسلمان وضع حدیث کرنے والوں کے دوش بدوش، غیر مسلم اسلام نما بھی در آئے، اور ایک طوفان برپا کر دیا- حتی کہ :

ع یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت

راویوں کے حسن و قبح اور ان کے الفاظِ روایت کی تنقیح و تنقید کے لئے ایسا مکتب قائم ہو گیا، جس نے ایک ایک راوی کے سلسلۂ اسناد و الفاظِ حدیث کو پرکھ کر :

ع کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا

اور یہ لوگ اربابِ جرح و تعدیل کہلائے، جن کی تحقیقی موشگافیوں نے موجودہ دَور کے محققین (مغرب) کو حیرت میں ڈال رکھا ہے، کہ تمام اصحابِ مذاہب میں کسی مشرب کے اعاظم و اکابر میں اس قسم کی معمولی سی کتاب بھی نہ ملے گی، مگر محدثین نے لاکھوں راویوں کے حالات اس تکمیل سے منضبط کر دیئے کہ ان کی ہمت و قوتِ حفظ و ملکۂ تحریر و فن تدوین دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ پھر لفظ محدث جو آج اس قدر عام سمجھا جاتا ہے، اس کا اطلاق اس عالم حدیث پر ہوتا ہے، جو ایک لاکھ راویوں کے پورے حالات اور ان کی بیان کردہ روایات کے پورے متون کے حسن و قبح سے کماحقہٗ آگاہ ہو۔ امام بخاریؒ کا واقعہ مشہور ہے، جو ان کی نوعمری میں بغداد میں پیش آیا۔ بایں ہمہ ہر محدث صاحبِ جرح و تعدیل نہیں ہو سکتا۔ یہ کمالِ محدثیت کے بعد ایک اور درجہ ہے اور اس درجے میں پھر اور درجے ہیں۔ سب سے اعلیٰ درجہ ان ناقدین حدیث کا ہے جن کی سند کے بغیر حدیث قابلِ قبول نہیں ہو سکتی۔

دنیائے علم و فن میں محک و تنقیح میں جس قدر سختی ناقدین حدیث نے کی، اس کی نظیر محال ہے۔ سدا کے معتبر، معتمد، متقی اور عالم دین کو ذرا سی فروگزاشت پر ہمیشہ کے لئے "متروک فی الحدیث" ٹھہرا کر راندۂ درگاہ کر دیا۔ (واقعات مشہور ہیں)۔ بعض ایسے پرہیزگار جن کے تقویٰ و تقدس کی شہرت اس حد تک ہے کہ ناقدین فن حدیث کو بھی اس کا اعتراف ہے، لیکن ان کے ہاں اتنا ہی کافی نہیں کہ وہ شخص صرف اتقا کا نمونہ ہو یا اس کی قوتِ حفظ و ضبط میں لغزش کا شائبہ تک نہ پایا جائے، بلکہ اس قسم کی تمام صفات کے ساتھ وہ جرح و تعدیل رواۃ سے اس حد تک باخبر ہو کہ اس کے مکتب کے شیوخ اعلیٰ نے اسے یہ سند و اجازہ بھی دی ہو۔ مثلاً حافظ ابو نعیم اصبہانی ہیں کہ حفظ و ضبط و تقویٰ و حسن عقیدہ ہر ایک صفت سے بہرہ مند ہیں، جس پر انہیں ثقہ تو سمجھا گیا، مگر ان کی یہ ثقاہت صرف ایک سر در روایت تک محدود ہے، نہ کہ نقد و محک کی حدود تک مستند۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مدونہ حلیۃ الابرار پر اربابِ نقد مطمئن نہ ہو سکے۔ (و قال فيه) – فان ابا نعيم روى كثيراً من الاحاديث التي هي ضعيفة بل موضوعة باتفاق علماء اهل الحديث السنة والشيعة

وان كان حافظا ثقة كثير الاحاديث واسع الرواية . (منہاج السنۃ لابن تیمیہ، ج 4، ص 5)

(ابو نعیم بے شک حافظ الحدیث اور کثیر الروایہ ہیں مگر انہوں نے بے شمار احادیث ایسی بیان کی ہیں جو ضعیف بلکہ موضوع ہیں جن پر سنی اور شیعہ دونوں طبقوں کے علمائے حدیث کا اتفاق ہے) اور یہی حال ابو عبداللہ حاکم صاحب المستدرک کا ہے کہ ادعا تو علی شرط الشیخین اور علیٰ احد ہما ہے (یعنی حاکم نے اپنی کتاب المستدرک میں جمع کردہ احادیث کے حسن و کمال میں تحدی تو یہ فرمائی کہ اس میں تمام حدیثیں تین صفتوں میں سے کسی ایک محک پر ضرور اتریں گی (1) بخاری اور مسلم دونوں کی شرط پر (2) صرف بخاری کی شرط کے مطابق (3) صرف مسلم کی شرط کے موافق۔ لیکن حال یہ ہے کہ وہ نہ صرف اس میں ناکام رہے بلکہ مسلمہ ناقدین فن نے انہیں "تساہل" سے متہم کیا۔ یوں مستدرک کی روایات کا کچھ حصہ مدوّن کے دعویٰ کا منطوق بھی سہی۔ اور دوسرا گروہ وہ ہے جس نے سرے سے حجیت حدیث کا انکار کر دیا۔ مگر جہاں "طالب اور مطلوب دونوں ضعف" سے درماندہ ہوں، ان کی حکایت سے کیا حاصل۔ ان میں سے ہر فرد نے حدود شریعت کی حد بندی صرف اپنی فراست و وسعت علم تک کر رکھی ہے اور علم کا یہ حال ہے کہ جس زبان میں قرآن نازل ہوا، اس کے مبادی تک سے بے نیازی۔ امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب نے ایسے ہی گروہوں کے خطرہ سے ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت پر تثبیت چاہی۔

ف11 یعنی اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ج (النساء :59) (اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، اس کے رسول کی تابعداری کرو اور ان امرائے سیاست کی فرمانبرداری کرو جو تم جیسے مسلمان ہیں)۔

ف12 اصل الفاظ داء العضال ہیں - وهو المرض الذى يعجز الاطباء فلا دواء له (النہایہ لابن الاثیر)

ف13 یعنی و تمعددوا وجود کو سخت رکھو۔ معد بن عدنان جدِ آنحضرت ﷺ کی طرف اشارہ۔

ف14 واخشو شنوا . اراد الخشونة فى الملبس و المطعم (لباس و طعام میں سادگی)

ف15 واخشو شنوا. فهو من الصلابة . وهى الخشونة فى المطعم (سادہ غذا)

ف16 واخلو لقوا . در واخلو لق - "اى هو اجدرو جديريه" (النہایہ لابن الاثیر)

ف17 [illegible]

18ھ انزوا نزواً

19ھ اِرموا بالاغراض

20ھ بعض لوگوں نے واقعہ انگشتری سے خلافتِ نبوت کی تحدید حضرت عثمانؓ پر ختم کر دی۔ یہ تفاول تو ہے، جس سے کچھ اندازہ کر لینا جائز ہے۔ لیکن نیابت و خلافت رسل کا انحصار ایسے تفاول پر، جس کے ساتھ استشہاد خارجی نہ ہوں، اس منصب کی نفی کے برابر ہے۔ وحی نائب و خلیفہ رسولؐ کے لئے تو ایسے شواہد کی ضرورت ہے جو نصوص کے حدود سے جاملیں، جیسے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ (بشمول خلیفۃ المسلمین جناب ابو بکر صدیقؓ ہر دو، کی وصایت کا معاملہ ہے)۔

عن حذیفة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الا انی لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر (ترمذی)

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معلوم نہیں، میرا دورِ حیات کب ختم ہو جائے، اے مسلمانو! تم میری وفات کے بعد (یکے بعد دیگرے) ابو بکرؓ و عمرؓ کی اقتداء کرنا۔

اسی قسم کے ارشاد مگر بعنوانِ دگر حضرت عثمانؓ و جناب علیؓ کے متعلق بھی ملتے ہیں، مگر یہ مقام ایسے مباحث کا متحمل نہیں۔

21ھ فی زمانہ مجسمہ و تصویر نے بھی مکلفین سنت محمدیہ کو ضغط میں ڈال رکھا ہے، کیونکہ یہ دَور تزیین کا دَور ہے۔ جو شے بھی تہذیب کے چہرہ پر غازہ کا کام دے سکتی ہے، اس کی ملت کا استصواب "اہل الذکر" (الآیہ) سے نہیں، ہر شخص خود ہی اسے حل کر لیتا ہے۔ تصویر و مجسمہ کے معاملے میں تو بڑے بڑے علمائے عصر اسی صف میں آکر کھڑے ہو گئے، مگر یہ معاملہ سیر و مغازی کا نہ تھا جس میں ایک طرف بیٹھے ہوئے سپاہیوں کی داستانِ جنگ بیان کر دیں، بلکہ ماجرا فقہ و اجتہاد کا تھا، جس خار دار وادی میں وہ خود بھی اصحاب فتویٰ کی رہبری کے محتاج تھے:

فرصت شمر طریقہ رندی کہ ایں نشان
چوں راہِ گنج بر ہمہ کس آشکارا نیست

مجسمہ کی آڑ میں ان نو واردانِ مسند افتاء نے ذی روح کی تصاویر کے جواز پر ثبت فرمادیا۔ ادھر یہ تماشا آرائیاں ہیں اور اُدھر سنت نبوی کا یہ حزم و احتیاط کہ:

الف۔ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دولت خانہ میں کسی شے پر ذی روح کی تصویر ملاحظہ فرماتے تو اسے مٹا دیتے۔ (بخاری)

ب۔ اور فرماتی ہیں "میں نے اپنے حجرہ کے دروازے پر ایک مصور پردہ لٹکا دیا، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو اسے قطع کر دیا، آخر میں نے اسے کتر کتر اکر شہ نشین کے زیر پابنائے۔ (متفق علیہ)- پس تصاویر و نقوش ہوں یا مجسمے، تعظیم کی حد تک ان کا جواز ممکن ہے اور یہ بھی حد اضطرار تک۔ وَلَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا (65:1)

22ھ لیکن یہ معاشرہ کی نوعیت پر منحصر ہے، نہ کہ حرمت یا نہی تحریمی۔

23ھ اللہ! اللہ! نفس انسانی کی بقامیں حضرت عمرؓ کی فراست۔

24ھ اس دور تک علم ہیئت پر صرف انہی دو امور (علم جہات و کہانت) کا مدار تھا، اس لئے ایک دانشور معلم کے لئے یہی کافی تھا جو کہ امیر المومنین نے فرمایا۔ مگر آج دوسرے علوم کی طرح علم الافلاک بھی اوج ثریا سے گزر رہا ہے۔ بایں ہمہ حضرت عمرؓ کے اس ارشاد میں کسی ترمیم یا توسیع کی ضرورت نظر نہیں آتی کہ علم نجوم کہانت کے لئے نہیں بلکہ جہاتِ قبلہ و سمتِ سفر معلوم کرنے کے لئے ہے۔ یعنی کہانت آج بھی توہم پرستوں کا بت ہے اور جہتِ سفر میں ستاروں سے استمداد کے متعلق کیا عرض کیا جائے، کہ اب تو بحر و بر کے ساتھ فضا بھی انہی تاروں کی روشنی میں طے ہو رہی ہے۔ صدق الله و رسوله . وَبِالنُّجُوْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ (النحل :16)(اور انسان اجرامِ فلکی کے طفیل سمتِ سفر معلوم کرتے ہیں)

محال ہے کہ مذہب کی صداقت کے لئے سائنس کا سہارا تلاش کیا جائے، اور خود کو موجودہ سائنس پر آیات اللہ کے انطباق کے تکلف میں گم کیا جائے، کیونکہ مذہب، سائنس وفنون کا پرچار کرنے نہیں آتا۔ بایں ہمہ وہ اگر ان کی طرف توجہ کرتا بھی ہے تو اس گیرائی و گہرائی کے ساتھ کہ اس کا انکشاف عقل و خرد سے بے گانہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے لئے قرآن کی صرف ایک مثال کافی ہو گی۔ بارانی ہواؤں کی آمد آمد ابر و باران کی مبشر ہے اور یہ تحقیق ہے دَورِ حاضرہ کے اربابِ سائنس کی۔ قرآن فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ ط حَتّٰى اِذَا اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ط كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (الاعراف :57)

وہی تو ہے، جس نے بادلوں کے آگے آگے مژدہ بر شگال سنانے کے لئے بارانی ہواؤں کو فراشی کا مکلّف بنا رکھا ہے۔ پھر یہ کہ جونہی بادلوں کے یہ دل اپنے بوجھ سے اکتانے کو ہو گئے، ہم (اللہ تعالیٰ) نے فوراً انہیں مردہ زمینوں پر انڈیلنا شروع کر دیا۔ (مگر صرف تماشائے سیلاب کے لئے نہیں بلکہ) اس پانی سے ذی ارواح کو قوتِ حیات بر قرار رکھنے کے لئے۔ اور پھلدار پودے اگانے کے لئے۔ پس! اے انسانو! اگر تم نصیحت کا دامن بھر سکتے ہو، تو ہمارے حشر و نشر کا اندازہ بارش ہی کی قوتِ حیات بخش سے کر لو، جسے تم ہر سال میں کئی کئی مرتبہ دیکھتے ہو۔

25ھ متن کے الفاظ - لَكَ مَا قُضِىَ كصاحب يوسف ہیں۔ جن سے امیر المومنین کے توغل بالقرآن کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے زندانی رفیقوں کے رؤیا کی تعبیر میں - قُضِىَ الْاَمْرُ الَّذِىْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ط (یوسف : 41) فرمایا تھا۔ (اے صاحبو! تم نے جو دریافت کیا میں نے اس کی تعبیر تمہیں فیصلہ شدہ امر کے مطابق بتادی)۔

26ھ "اعراب" کے متعدد معنی ہیں، ازاں جملہ - دیہاتی - **الاعرابی و الاعراب ساکنوا البادية من العرب الذين لا يقيمون فى الامصار ولا يدخلونها الا لحاجة**..... وازاں جملہ! **ابين و اوضح** یعنی **اعربهم احسابا اى ابينهم و اوضحهم** (النہایہ لابن الاثیر) - پھر حضرت نعمان بن مقرنؓ صحابی تھے۔ فتح مکہ میں ایک جیش کے سپہ سالار...... حضرت زیاد...... کے لفظ "الا الاعراب" سے بادی النظر میں دیہاتی بھی تھے۔ مگر یہاں دوسرے معنی (فصیح) زیادہ مناسب معلوم ہوئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستورِ فرامین بھی یہی ہے کہ سرنامہ کی ابتداء اپنے نام نامی سے فرماتے، جس کے بعد متصلاً مکتوب الیہ کا نام ہوتا۔ (**هذا من محمد رسول الله الى** ......) اور صحابہ کرامؓ اس (سرنامہ) میں بھی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے۔

27ھ یہاں لفظ "سنت" خلاف "بدعت" کے معنی میں ہے۔

28ھ **سليمان بن طرخان التيمى ابو المعتمر البصرى و لم يكن من بنى تيم وانما نزل فيهم روى عن انس بن مالك** ...... (تہذیب التہذیب)

29ھ حضرت عمرؓ نے مسروق کے معاملے میں یہ تبدیلی مسجل و ظائف کے موقع پر فرمائی، اور ان کی ولدیت اسی طرح لکھوائی گئی - "بن الاجداع - **وكتب عمر فى الديوان مسروق بن**

عبدالرحمن الوداعی۔" (تقریب التہذیب: بید امیر علی ملیح آبادی) ۔(از حاشیہ تقریب التہذیب مطبوعہ لکھنؤ، ص 489)

؎ متن کے الفاظ ہیں: شقاشق الشیطان۔ جس سے یہ تشدید پر حجت ہے کہ بیان کرم گفتار واحد و فور کلام کے تحولوں میں بلا امتیاز جو زبان پر آئے کہہ جاتا ہے اور صدق و کذب کا ترک امتیاز شیطان کا شیوہ ہے۔

؎ اصل الفاظ۔ النعب والحداء ونحوها۔ ہیں۔ النعب بالسکون ضرب من غناء العرب شبه الحداء ــــ (النہایہ لابن الاثیر) اور "حدی" کے معنی مشہور ہیں:

ع حرز دیرے لوتوں کے حدی خواں

تبصرہ

"رسالہ در مذہب فاروق اعظمؓ"

از شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

تبصرہ

”رسالہ در مذہب فاروق اعظمؓ“

از شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

جمع روایاتِ امیر المومنینؓ میں اختصار

گزشتہ اوراق میں امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اجتہادات پر جو روایات جمع کی گئی ہیں، اگر مزید کوشش کی جاتی تو 2/3 (دو تہائی) آثار اور حاصل ہو سکتے تھے۔ اس کے ساتھ اگر ان مرویات کے صحت و سقم اور راجح و مرجوح پر وہ گفتگو یکجا کی جاتی، جو علمائے سلف (ارباب جرح و تعدیل) نے کی ہے تو یہی ”رسالہ“ ایک ضخیم مجلد ہو جاتا، لیکن موجودہ حالات میں یہ سہولت ممکن نہیں۔ ماسوائے ازیں کہ ابتدائے (رسالہ) میں حضرت عمرؓ کی اصابت رائے پر جو لکھا گیا ہے کہ :

منزلتِ فاروقی

نسبتِ مجتہدین با فاروق اعظمؓ مانند نسبتِ مجتہدِ منتسب مطلق است با مجتہدِ

مستقل، و مذہب فاروق اعظمؓ بمنزلۂ متن است و مذاہب اربعہ بمنزلہ شروح الی غیر ذلک مما بسطنا فی صدر المقالة ، کافی است ، ولے خالی از تعصب و گوش شنوائے باید و بس۔

فقاہتِ فاروقیؓ

الحمد للہ ! کہ بحث فی الباب (در اجتہادات و فقاہت) بعنایت ایزدی حد تکمیل تک پہنچ چکی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دو ایسے نکتے واضح کر دیئے جائیں جو اس (فقاہت فاروقی) پر (غور و فکر) اور احاطہ کے بعد معلوم ہوئے ہیں۔

نکتۂ اولیٰ

عہدِ رسالت میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافی تھے

عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر شخص ہر مسئلہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال پر نظر رکھتا تھا۔ کسی کو مصالح جہاد میں ہدایت حاصل کرنا ہوتی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا جاتا، دشمنانِ حق سے صلح کا معاملہ ہوتا، تو رسولؐ اللہ کے فرمان کا انتظار رہتا۔ جزیہ کے احکام پر ہدایت کی ضرورت درپیش ہوتی تب نبوتِ پناہ سے التجا کی جاتی اور اسی طرح احکام فقہ و علوم زہد و عبادت، ایک ایک نوع و صنف میں سائل اس سادگی سے دریافت کرتا کہ جیسے وہ ابھی تک مولودِ نو ہی سا ہے۔

علوم جاہلیہ کا خاتمہ

اسی طرح وہ تمام مروّجہ علوم اور حاصل شدہ فنون جو ان حضرات پر بعثت سید الرسل (علیہ افضل الصلوات والتسلیمات) سے قبل منکشف و معمول بہ تھے، مدبّر

ارض و سما کی جانب سے نازل شدہ وحی کی سطوت نے ہر ایک علم و فن کی تابانی کو ماند کر دیا کہ اب صرف حضرت مخبر صادق (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطلاع و ہدایت ہی ان سب کے لئے دلیل راہ ہے۔

اور انقطاعِ وحی کے بعد

مجالس شیخین میں نبوت و خلافت کا امتزاج

مگر جب (نبوت کی بجائے) خلافت پر نوبت آ پہنچی، تو شیخین (حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ) کی مجلسوں میں نبوت اور خلافت دونوں کا امتیاز عنوانے بعنوانے ظاہر ہونا شروع ہوا۔ ایک طرف مسائل اجتہادیہ میں دوسرے اربابِ تفقہ سے مشاورت کی طرح ڈالی گئی اور دوسری طرف احادیث کے تتبع کی راہیں متعین کی گئیں۔ بایں ہمہ کسی شخص کی مجال نہ تھی کہ اگر خلیفۂ وقت کسی امر کا فیصلہ کر دے، تو اس کی مخالفت میں قدم اٹھایا جائے، کیا انتظامی معاملات اور کیا مسائل۔ کوئی شخص خلیفہ کی رائے سے ہٹ کر دوسرا راستہ اختیار نہ کرتا۔ اور نہ خلیفہ کی رائے دریافت کرنے کے بغیر وہ کسی جماعتی کام ہی کا انصرام کرتا، بایں یک جہتی اس زمانہ میں افتراقِ مسلک و اختلاف آراء کا وجود ہی نہ تھا۔

مسائل و نظم ہر ایک میں اطاعتِ خلیفہ

بلکہ تمام لوگ ایک ہی مسلک پر گامزن اور ایک ہی منزل کے جادہ پیما تھے۔ اور وہ مسلک ورائے خلیفۂ وقت کی تھی۔ کیا احادیث، کیا فتویٰ و قضایا اور کیا مواعظ، ہر ایک شعبہ خلیفہ یا اس کے نائب (مقرر کردہ بر منصب) کے حدود علم و نظم میں محدود تھا، جس کا اشارہ اس حدیث میں موجود ہے۔

تنفیذ احکام و تذکیر، امیر یا اس کے مجاز کا حق ہے

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یقص الا امیر او مامورٌ اومختالٌ.

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تنفیذ احکام اور تذکیر (دونوں) امیر وقت کا منصب ہے یا اس شخص کا جسے وہ (امیر و خلیفہ) نامزد کرے اور ان دونوں کے بعد باغی کا۔

اور حضرت عمرؓ نے مفتی و قاضی کے متعلق فرمایا:

ولِّ حارّھا مَن تولّٰی قارھا.

یہ کام اسی کیلئے رہنے دیجئے، جو اس کے ضرر و نفع دونوں کو برداشت کر سکتا ہے۔

در عہدِ خلافت علی المرتضیٰؓ

اضمحلال الامراء

ولیکن جب حضرت مرتضیٰؓ (جناب علیؓ) کو خلافت تفویض ہوئی، تقدیر خداوندی بروئے کار آئی، امت میں تفرقہ پیدا ہو گیا۔ کئی شہروں کے باشندے خلیفۂ وقت کی اطاعت سے منحرف ہو گئے۔ فقہائے عصر اور علمائے امت گونہ حیرت میں ڈوب گئے کہ کیا ہو گیا۔ حالانکہ وہ ابھی تک اصلاحِ عام و نظمِ خلافت کے منتظر تھے۔ مگر خلافتِ خاصہ کلیتہً ختم ہو کر خلافتِ عامہ میں بدل چکی تھی۔ (جس سے سابقہ خلافت ہائے ثلاثہ کی طرح فتویٰ و قضا کے ایک مرکز کا سوال ختم ہو چکا تھا)۔ اس افتاد کی وجہ سے علمائے اجتہاد و فقہ اپنے اپنے مقام پر تدریس و افتاء میں مصروف ہو گئے۔

مکہ معظمہ میں حضرت ابن عباسؓ کی مسندِ علم

ازاں جملہ......!

مکہ معظمہ میں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مسندِ تدریس سجائی اور بیک وقت تحدیث و تفسیر و افتاء ہر سہ علوم پر توجہ فرما ہوگئے۔

مدینہ میں حضرت عائشہؓ و ابن عمرؓ کی مسندِ علم و فقہ

مدینہ منورہ میں۔ جناب ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ دونوں نے دو کام اپنے ذمہ کر لئے، تدریس حدیث و تعلیم فقہ۔ ان ہر دو کے اقارب، اولاد، احفاد، محبین اور خدام نے ان سے اخذِ فقہ میں مسابقت کی۔

حضرت ابوہریرہؓ کی تحدیث

چوتھے حضرت ابوہریرہؓ تھے، جن کے سینے میں حدیث کا علم تمام صحابہؓ سے زیادہ تھا۔ وہ لوگوں سے روایت بیان کرتے۔ آپ کے شاگردوں میں فقہائے مدینہ بھی ہیں۔ ان کے ماسوا حضرت ابوسعید خدریؓ اور جناب جابرؓ (بن عبداللہ) بھی درس حدیث میں مشغول ہوگئے۔

بصرہ میں حضرت انسؓ وغیرہ

بصرہ میں۔ حضرت انس بن مالکؓ و جناب عمران بن حصینؓ کی محفل حدیث گرم ہوئی۔

کوفہ میں حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ

کوفہ میں۔ حضرت براء بن عازبؓ روایتِ حدیث میں اور جناب عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد تدریس فقہ میں منہمک ہوگئے۔

شام میں حضرت ابن العاصؓ

شام میں - حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص ، حضرت ابو الدرداء اور حضرت ابو امامہ باہلی (وغیرھم) نے سرِ حدیث شروع فرمائی۔

صحابہ کرامؓ نجوم ہدایت ہیں

الحاصل تمام اطراف و ممالک اسلامیہ میں کہیں صحابی اور کہیں تابعی افادۂ علم میں مصروف تھے، جن سے مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد اکتساب علم میں فیض یاب ہوئی۔

بمصداق حدیث :اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم .(الحدیث)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے اصحاب کی مثال نجوم فلک کی ہے۔ تم جس سے چاہو کسب ضیاء کر کے اپنی اپنی منزل پر چل سکتے ہو۔

صحابہ کرامؓ کا تقدم فقہ

اور اس لئے (بحسب ارشاد نبویؐ)-اصحابی کالنجوم-کہ خلیفۂ معین (منصوب یعنی خلفائے اربعہ) کی فقاہت کو عام فقہائے امت پر شرفِ تقدم حاصل ہے۔ جیسا کہ صوفیا میں کسی ایک بزرگ کا تقدم دوسرے صوفی پر مسلم نہیں، اور جس طرح کہ کسی عام خلیفہ (غیر منصوب) کا تفقہ خلفائے راشدین میں سے کسی ایک کے ہم پلہ نہیں۔

اختلافِ فتویٰ

اختلاف اجتہاد کے اسباب

انہی ایام (بعد انقراض خلافت منصوب) میں فتاویٰ میں باہم اختلاف پیدا ہوا جس کی کئی وجوہ ہیں۔

الف۔ اصحابِ فتویٰ کے اختلافِ امکنہ کی وجہ سے ایک دوسرے مفتی کے فتویٰ پر عدم اطلاع سے۔

ب۔ اگر احیاناً کوئی عالم (اپنے فتویٰ سے قبل یا بعد) دوسرے عالم کے فتویٰ پر مطلع بھی ہو گیا، تو دونوں کے یکجا نہ رہنے سے عدم مذاکرہ مافی المسئلہ ناممکن ہو جانے سے۔

ج۔ اور اگر دونوں علمائے فتویٰ کسی جگہ ایک دوسرے سے ملاقی بھی ہو گئے تو محل و موقع کی عدم مساعدت کی وجہ سے ایک دوسرے کے فتویٰ میں شبہ کا ارتفاع محال ہونے سے۔

خبر واحد۔ روایت مرسل اور صحابہ کا زمانۂ تحدیث

پھر بے شمار روایات "خبر واحد" کی صورت میں سلسلہ بہ سلسلہ ایک ہی راوی سے منقول ہوئیں۔ پھر اگر آپ تتبع کریں تو واضح ہو گا کہ جن صحابہ سے احادیث مروی ہیں، ان میں سے بے شمار ایسے حضرات ہیں، جو انعقاد خلافت خاصہ راشدہ سے قبل آسودہ لحد ہو گئے۔ اگرچہ ان کی مرویات کم ہیں، پھر جن صحابہ سے روایت کی یہ کثرت ہے، ان میں سے اکثر نے خلافت خاصہ راشدہ ختم ہو جانے کے بعد سردِ حدیث کی ابتداء کی۔ پھر ان صحابہؓ کی روایات میں اکثر ایسی مرسل حدیثیں ہیں، (مرسل وہ حدیث ہے جس کی سند میں کوئی ایک راوی صحابی یا غیر صحابی کا نام مذکور نہ ہو) جن میں ایک صحابی نے دوسرے صحابی سے روایت کی ہے اگرچہ سند میں بر بنائے اختصار اس صحابی کا نام اس نے چھوڑ دیا ہے (جس سے کہ روایت بیان کی جا رہی ہے)۔ صحابی کی مرسل (روایات بھی) متصل کے حکم میں ہیں۔

عہدِ فاروقی کی مرویات زیادہ معتضد ہیں

اور صحیح مسلم میں امیر معاویہؓ کا یہ قول منقول ہے :

علیکم من الاحادیث بما کان فی زمان عمر بن الخطاب فانه کان یخیف الناس فی الله عز و جل .

(امیر معاویہؓ نے فرمایا) ان احادیث کی روایت واختیار میں کوئی تامل نہ کرو، جو حضرت عمرؓ بن الخطاب کے عہد میں بیان ہوئیں، کیونکہ ممدوح عام طور پر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے مواخذہ سے ڈراتے۔

اجتہاد و تفقہ میں صحابہ کرامؓ کا تقدم

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ ارشاد بھی صحیح مسلم میں (منقول) ہے :

من کان مستناً فلیستن بمن قدمات فان الحی لا یومن علیه الفتنة اولئك اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم کانوا افضل هذه الامة ابرها قلوباً و اعمقها علما و اقلها تکلفاً اختارهم الله لصحبة نبیهٖ ولاقامة دینه فاعرفوا لهم فضلهم واتبعوهم علی اثرهم وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقهم وسیرهم فانهم کانوا علی الهدی المستقیم . (صحیح مسلم)

جو شخص اعمالِ سنت کے لئے شہادت کا جویا ہے اسے مرحومین کے طریق اعمال پر چلنا چاہئے کیونکہ موجودین کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کب کسی عملی یا علمی فتنہ مین گھر جائیں۔

اے لوگو! میری مراد اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں کہ گوناگوں فضائل و خصائص سے مستنیر ہیں۔ کیونکہ وہ افضل امت ہیں، ان کے دل برائی سے پاک اور علم سے مالا مال ہیں، وہ کسی امر میں تصنع کے روادار نہیں۔ ان کی یہ

مزیت کیا کم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بلا فصل اپنے نبیؐ سے کسبِ فیضان کا موقع دیا اور انہیں یہ توفیق ارزانی ہوئی کہ اسلام کی حدود کو سربلند کریں۔

پس (اے مسلمانو) ان حضرات کے تفضّل کو نظر انداز نہ ہونے دو۔ جہاں تک ہو سکے ان کی پیروی اپنے لئے ضروری سمجھو اور ان کے کردار و سیرت کے قالب میں خود کو اتارو۔ کیونکہ وہ حضرات راہِ مستقیم پر گامزن تھے۔

اور معلوم ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے خلافت ذوالنورین (حضرت عثمانؓ) کے زمانہ میں سفر آخرت اختیار فرمایا۔

درصورتِ تقلید خلفائے راشدینؓ کا تقدم

امام شافعیؒ کا فتویٰ

وقال الشافعی اذ اصرنا فی التقلید فقول الائمة ابی بکر و عمر و عثمان . قال فی القدیم وعلی احب الینا میں قول غیرهم .

اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب ہمیں تقلید سے چارہ نہ رہے تو ہمارے لئے امام ابوبکرؓ و امام عمرؓ و امام عثمانؓ مقدم ہیں، اور اپنے قول قدیم میں فرمایا کہ علیؓ تو ہمارے لئے بہت ہی محبوب ہیں۔

تمام صحابہؓ عدول ہیں

ہرچند کہ تمام صحابہؓ عدول (جرح و قدحِ روایت سے مستثنیٰ) اور ان کی روایت مقبول ہے اور ان حضرات سے جو روایت صدوق راویوں کے سلسلے سے پہنچے، اس پر عمل لازم...... ! بایں ہمہ حضرت عمرؓ کے عہد کی احادیث و تفقہ میں جو صفائی اور نکھار ہے، اس میں اور آپ کے بعد کی مرویات و طرق استنباط میں آسمان و زمین کا فرق ہے :-

آسمان نسبت بعرش آمد فرود
ورنہ بس عالیست پیش خاک تود

نکتۂ ثانیہ

امیر المومنین کی دِقت نظر

امیر المومنین حضرت عمرؓ کی دقتِ نظر دراحادیث مسائل وآداب۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ کی فقاہت پر احاطہ کرنے سے معلوم ہوا کہ آپ کو (مندرجہ ذیل) ہر دو اقسام کے امتیاز میں پوری دِقت نظر حاصل ہے، یعنی!

احادیثِ مسائل

الف۔ جن احادیث پر مدارِ شریعت ہے۔

ب۔ اور جن پر صرف افراد کے اخلاق کی تکمیل مبنی ہے۔

(ان دونوں کا فرق آپ سے واضح ہے) اور آپ کی اس خصوصیت کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ سے ایسی روایات کمتر منقول ہیں۔

احادیثِ شمائل واخلاق

الف۔ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل کا سراپا ہے۔

ب۔ اور جن میں (صرف) سنن زوائد در لباس وآداب کا تذکرہ ہے۔

بایں دو سبب کہ

1۔ ان روایات پر شریعت کا مدار تو ہے نہیں، اس لئے ان میں توغل کی وجہ سے یہ خطرہ تھا کہ مبادا وہ احادیث جن کا تعلق اصل شرائع کی بجائے صرف سنن زوائد (مستحبات) سے ہے، ان احادیث کی ہم پلہ سمجھ لی جائیں، جن پر اصل شریعت کا مدار ہے۔

ان احادیث (یعنی سنن زوائد) میں توغل سے اندیشہ تھا کہ کہیں مسلمان ان میں منہمک ہو کر ان احادیث سے بے اعتنائی نہ برتنے لگیں جن پر شریعت کا انحصار ہے۔

(اور راقم مترجم کہتا ہے کہ ایسا ہی ہوا، اور مسلمان مستحبات میں اس قدر ڈوبے کہ احکام شرائع کو انہوں نے "بڑے بڑوں" کے لئے چھوڑ دیا۔

امیرالمومنین حضرت عمرؓ کی قلت روایت کا دوسرا سبب

آپ کے عہدِ خلافت میں بے شمار ایسے حضرات موجود تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ صحبت سے براہِ راست مستفیض تھے۔ بدیں سبب ان حضرات کے حضور روایت کی احتیاج ہی نہ تھی۔

حضرت عمرؓ کی قلتِ روایت کی ہدایت کے معنی

بروایت سنن دارمی۔

عن قرظة قال بعث عمر بن الخطاب رهطاً من الانصار الى الكوفة فبعثنى معهم فجعل يمشى حتى اتى ضرار و ضرار مآءٌ فى طريق مكة فجعل ينفض الغبار عن رجليه ثم قال انكم تاتون الكوفة فتاتون قوماً لهم ازيزٌ بالقران فياتونكم فيقولون قدم اصحاب محمدٍ، فياتونكم فيسئالونكم عن الحديث فاقلوا الرواية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا شريككم . قال ابو محمد وهو الدارمى معناه الحديث عن ايام رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس السنن والفرائض.

حضرت قرظہ (صحابی انصاری) فرماتے ہیں، امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب نے انصار کی جس جماعت کو کوفہ بھیجا، میں بھی اس جماعت کے ہمراہ تھا۔ حضرت عمرؓ

ہمارے ساتھ پا پیادہ چل رہے تھے۔ مقام ضرار میں جو مکہ معظمہ کی راہ پر ہے، پہنچے تو آپ نے اپنے پاؤں غبار سے صاف کرنے کے بعد فرمایا (اے دوستو!) آپ لوگ کوفہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ وہاں ایسے مسلمان بھی ہیں جو بڑی رقت اور سوز کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں، یہ لوگ جب سنیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تشریف لائے ہیں تو دوڑے ہوئے آئیں گے اور آپ حضرات سے حدیثیں دریافت کریں گے۔ مگر آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات قلیل تعداد میں بیان کرنا اور اس معاملے میں مجھے بھی اپنا شریک سمجھنا۔

ابو محمد دارمی (صاحب سنن) فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کے اس قول کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو جو حوادث وقوع میں آئے، وہ لوگ آپ حضرات سے ان کے سنانے کی درخواست کریں گے۔ (یہ واقعات کم بیان کرنا) نہ یہ کہ حضرت عمرؓ کا مفہوم احادیثِ سنن و فرائض سے تھا۔

تقلیل روایت کی توجیہہ شاہ ولی اللہ کے الفاظ میں

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، مگر میرے نزدیک اس حدیث کی یہ توجیہات ہیں۔

الف۔ لفظ اقلوا الحدیث سے مراد وہ حدیثیں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اطوار (شمائل) وعادات پر مشتمل ہے، جن کا حدود و شرائع سے واسطہ نہیں۔

ب۔ لفظ اقلوا الحدیث ایسی احادیث کا مورد ہے جن میں راوی کے حفظ، اتقان، اجتہاد اور طریق ادا کے ساتھ اس کے ظن و تخمین کو بھی دخل ہے۔

اور اسی طرح امیر المومنین حضرت عمرؓ سے دعاؤں کی معینہ توقیت و اسباب محرکات (د ے) کی روایات میں بھی تقلیل ہے ...... گویا کہ اس معاملے میں آپ کے نزدیک نفس التجاو توجہ الی اللہ باندازِ توکل و شکر و الحاح ہی دعا کا مفہوم ہیں۔

جیسا کہ ابو داؤد میں یہ حدیث ہے :

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من اکل طعاماً ثم قال الحمد الله الذی اطعمنی هذا الطعام ورزقنیه من غیر حول منی ولا قوة غفرلهٗ ما تقدم من ذنبه ومن لبس ثوباً فقال الحمد الله الذی کسانی هذا و رزقنیه من غیر حول منی ولا قوة، غفرلهٗ ما تقدم من ذنبه وما تاخّر.

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی نے کھانے کے بعد بایں الفاظ ادائے شکر کیا کہ میں اس ذات الالہ کی تعریف کرتا ہوں، جس نے مجھے یہ طعام میری سعی و جہد کے بغیر عنایت فرمایا، تو اس شخص کے سابقہ معاصی پر قلم عفو سے خط کھینچ دیا گیا۔ اور جس کسی نے لباس پہن کر یہ الفاظ حمد زبان سے ادا کئے کہ تمام تعریفات اس ذات الالہ کو سزاوار ہیں جس نے میری کوشش و تلاش کے بغیر مجھے یہ نعمت عطا فرمائی، تو اس کے سابقہ گناہوں کے ساتھ بعد کے معاصی بھی نظر انداز کر دیئے جاتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے سامنے مدارِ افضلیت غایت ہے

پس گویا کہ فاروق اعظمؓ نے اس حدیث کے مطابق اسباب کی بجائے مسبب (غایت الغایات) کو "مدار افضیلت" سمجھا، نہ کہ صرف ان کلماتِ مبارکہ ہی کو...... یعنی ان کلمات (مذکورۂ در حدیث بالا) کی تشریح خصوصیہ (یعنی نفس و مفہوم کلمات) "ابرار" کے لئے ہے، اور شریعت کا اصل مفہوم و اصول و منشا سابقین کے لئے۔ فقط